لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

انسانیت امن کی متلاشی ہے

آج ساری دنیا ایک انتہائی اہم سوال کے سامنے حیران ومبہوت کھڑی ہے کہ انسانی تہذیب وتمدن کس طرح اپنی بقا اور سالمیت قائم رکھ سکتی ہے۔ انسانی تہذیب وتمدن کے قیام کیلئے جس بنیادی عنصر ’’امن‘‘ کی سب سے زیادہ اہمیت اور ضرورت ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ اور معاشرہ کے ہر طبقہ سے غائب ہو چکا ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک میں بے چینی، بدامنی، بے اعتدالیاں، ناانصافیاں اور فکر و پریشانیاں نظر آرہی ہیں اکثر انسان جذبات واحساسات سے عاری ہوکر مادہ پرستی، خودغرضی اور مفاد پرستی میں ڈوب چکے ہیں۔ اور اس مرض کا شکار کوئی ایک قوم نہیں ہے بلکہ دنیا کی اکثر قومیں ہیں۔ اس پر باعث فکر وتشویش امر یہ ہے کہ انتہائی خطرناک اور نازک مراحل پر پہنچ چکا انسان ابھی بھی خواب غفلت سے بیدار ہونے کا نام نہیں لے رہا بلکہ روز بروز ہلاکت وتباہی و بربادی کی جانب بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

خدا تعالیٰ کی یہ ابدی سنت ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی اصلاح کے لیے اپنے بندوں کو فساد و بے امنی سے بچانے کیلئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا ہے۔ تاریخ عالم اس بات پر شاہد ہے کہ انسانیت انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ لائی گئی تعلیمات کے ذریعہ ہی حقیقی اور دائمی امن حاصل کرتی رہی ہے۔ ان تعلیمات میں سب سے بنیادی عنصر ’’تقویٰ‘‘ کا حصول ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں یعنی عائلی یا خانگی پہلو، معاشرتی یا سماجی پہلو، انفرادی یا اجتماعی پہلو، مذہبی یا سیاسی پہلو غرض کہ ہر جگہ تقویٰ پر قدم مارنے سے ہی امن کا حصول ممکن ہوسکتا ہے۔ اگر ایک انسان کو تقویٰ کا فہم و ادراک ہو جائے تو وہ خدا تعالیٰ کی صفات پر کاربند ہوسکتا ہے اور اُن کو پھیلانے والا بن سکتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں سب سے زیادہ تقویٰ پر زور اس کی اہمیت وافادیت اور اس کا فہم اور ادراک ہمارے پیارے نبی خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو سکھایا ہے۔ آپ نے اخلاق و خصائل سے عاری بنی نوع انسان کو ’’تقویٰ‘‘ کے اعلیٰ مدارج تک پہنچنے کے نہ صرف ذرائع اور طریقے بیان فرمائے بلکہ خود اُن پر عمل پیرا ہوکر بھی دکھایا اور اپنی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں ہزاروں لاکھوں لوگوں کی ایک پاکیزہ جماعت بھی تیار کر کے دکھائی۔ آپؐ نے دنیا میں وہ اصول اور قواعد بیان کئے جن پر عمل درآمد کر کے حقیقی امن کی پائیدار اور دائمی بنیادیں قائم کی جاسکتی ہیں۔ آپ نے اعلان کیا کہ بنی نوع انسان کیلئے تا قیامت امن کا حقیقی منبع اسلام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس عظیم ہستی کا دنیا کو حقیقی تعارف کروایا جو حقیقی حاکم و فرماں رواں ہے، اُس کی ایک صفت سلام بیان فرمائی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ذات مرجع امن وسلام ہے اس لئے اپنے بندوں کو امن وسلامتی کے گھر کی طرف بلاتی ہے۔ آپؐ کی لائی ہوئی دائمی شریعت قرآن مجید جو مسلمانوں کی ذہنی قلبی فکری اور عملی تعلیم کا مرجع ہے امن وسلامتی کی خضرراہ ہے۔ خود آپؐ ساری دنیا اور تمام بنی نوع انسان کیلئے امن ورحمت اور سلامتی کے پیغامبر کے طور پر مبعوث ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ثانیہ کی خبریں قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں پائی جاتی ہیں۔ (دیکھیں سورۃ جمعہ) چنانچہ الٰہی وعدوں کے مطابق سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا ظہور آپؐ کی بعثت ثانیہ کے طور پر ہوا۔ جس طرح آپؐ موعود اقوام عالم ہیں۔ آپ کی بعثت ثانیہ کیلئے بھی مقدر تھا کہ وہ موعود اقوام عالم ہو۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر یہ دعویٰ کیا کہ وہ تمام اقوام کے موعود کی حیثیت سے آئے ہیں تاکہ دین واحد پر سب کو جمع کریں۔ اس لحاظ سے آپ اتحاد عالم کا مشن لیکر آئے۔ آپ نے اتحاد کو قائم کرنے کیلئے ہر شعبہ سے اختلافات کو ختم کیا اور اُن تمام امور کو جو باہمی عناد ونفرت پیدا کرتے ہیں اتحاد کے راستہ سے دور کر دیا۔ اس اصل کی طرف آپؐ کے خلفاء کرام مسلسل دنیا کی توجہ مبذول کرواتے رہے ہیں اور آج بھی ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی نیابت میں ساری دنیا میں قیام امن کیلئے رات دن مساعی فرما رہے ہیں۔ آپ انفرادی اور اجتماعی ہر رنگ میں قیام امن کی کوششوں میں دن رات مصروف ہیں ان کوششوں میں امن کانفرنسز اور ذاتی خطوط وخطابات نمایاں رنگ رکھتے ہیں۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

’’پس اب جہاں روحانی ترقیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جڑنے سے وابستہ ہیں وہاں دنیاوی امن کا قیام بھی مسیح موعود سے ہی وابستہ ہے کیونکہ آپ نے ہی آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کو پورا فرمایا کہ دنیا کو پیار محبت اور صلح کی طرف بلاتے ہوئے، اسے قائم کرنے کی تلقین کرتے ہوئے اور خدا تعالیٰ کے حقوق قائم کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے نور سے منور کریں اور دنیا کے امن کا ذریعہ بن جائیں۔

آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد تھا کہ یَضَعُ الْحَرْب، جب مسیح آئے گا تو جنگوں کا خاتمہ ہوگا اور اسی یَضَعُ الْحَرْب کی وجہ سے پھر امن اور سلامتی کے پیغام بھی پھیلیں گے اور آپ کی تعلیم کی روشنی میں ہی، آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں ہی دائمی سلسلہ خلافت نے اس کو پھر آگے بڑھاتے چلے جانا ہے۔ آج مسلم اُمّہ بھی اگر اس حقیقت کو سمجھ لے، ہمارے جو باقی مسلمان بھائی ہیں اس حقیقت کو سمجھ لیں تو مغرب میں اسلام کے خلاف جو آئے دن ابال اٹھتا ہے اور کوئی نہ کوئی وبال اٹھتا ہی رہتا ہے اس کی بھی غیروں کو کبھی جرأت نہ ہو۔ وحدت میں ہی طاقت ہے اور اس کو قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ ۴؍دسمبر ۲۰۰۹ مطبوعہ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۹ الفضل انٹرنیشنل صفحہ ۷)

ہفت روزہ اخبار بدر قادیان نے عصری ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ’’قیام امن‘‘ کے متعلق اسلام اور بانی اسلام نیز عاشق صادق غلام صادق سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی کی کاوشوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوشش کو مقبول اور نافع الناس بنائے۔ آمین

(شیخ مجاہد احمد شاستری)

فہرست مضامین

ہفت روزہ بدر ’’قیام امن نمبر‘‘

دنیا میں قیام امن کے متعلق قرآن مجید کی حسین تعلیمات

زمین میں فساد نہ پھیلاؤ

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (الاعراف ۵۷)

ترجمہ: اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ اور اُسے خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے رہو۔ یقیناً اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب رہتی ہے۔

غیر اللہ کو گالیاں نہ دو

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (انعام:109)

ترجمہ: اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر قوم کو ان کے کام خوبصورت بنا کر دکھائے ہیں۔ پھر اُن کے ربّ کی طرف اُن کو لوٹ کر جانا ہے تب وہ ان کو اس سے آگاہ کرے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۔ اِعْدِلُوْا ۔ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ (سورۃ المائدۃ آیت 9)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں

لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرہ ۲۵۷)

ترجمہ: دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں۔ کیونکہ ہدایت اور گمراہی کا باہمی فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔ پس سمجھ لو کہ جو شخص اپنی مرضی سے نیکی سے روکنے والے کی بات ماننے سے انکار کرے اور اللہ پر ایمان رکھے تو اس نے ایک نہایت مضبوط قابل اعتماد چیز کو جو کبھی ٹوٹنے کی نہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اللہ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

مومنوں میں صلح کراؤ

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ (الحجرات:۱۰)

ترجمہ: اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کراؤ۔ پس اگر اُن میں سے ایک دوسرے کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اُس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلے کی طرف لوٹ آئے۔

امانتیں ان کے مستحقوں کے سپرد کرو

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ○

ترجمہ: اللہ تمہیں یقیناً اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مستحقوں کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔ اللہ جس بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہے وہ یقیناً بہت ہی اچھی ہے۔ اللہ یقیناً بہت سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (النساء ۵۹)

اللہ اور رسول کی طرف لوٹو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○ (النساء ۶۰)

ترجمہ: اے ایماندارو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور فرمانرواؤں کی بھی اطاعت کرو پھر اگر تم حکام سے کسی امر میں اختلاف کرو تو تم اللہ اور پیچھے آنے والے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ اور ان کے حکم کی روشنی میں معاملہ طے کرو۔ یہ بات بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھی ہے۔

اللہ کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

ترجمہ: اے ایمان دارو تم پوری طرح انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ گو تمہاری گواہی تمہارے اپنے خلاف یا والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف پڑتی ہو۔ اگر وہ جس کے متعلق گواہی دی گئی ہے غنی ہے یا محتاج ہے تو دونوں صورتوں میں اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے اس لئے تم کسی ذلیل خواہش کی پیروی نہ کیا کرو تا عدل کر سکو۔ اور اگر تم کسی شہادت کو چھپاؤ گے یا اظہار حق سے پہلوتہی کرو گے یاد رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے یقیناً آگاہ ہے۔ (النساء ۱۳۶)

کسی قوم کو حقیر سمجھ کر مذاق نہ کرو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الحجرات:۱۲)

ترجمہ: اے مومنو کوئی قوم کسی قوم سے اسے حقیر سمجھ کر ہنسی مذاق نہ کیا کرے ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہو۔ اور نہ کسی قوم کی عورتیں دوسری قوم کی عورتوں کو حقیر سمجھ کر اُن سے ہنسی ٹھٹھا کیا کریں۔ ممکن ہے کہ وہ دوسری قوم یا حالات والی عورتیں ان سے بہتر ہوں اور نہ تم ایک دوسرے پر طعن کیا کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے یاد کیا کرو۔ کیونکہ ایمان کے بعد اطاعت سے نکل جانا ایک بہت ہی بُرے نام کا مستحق بنا دیتا ہے یعنی (فاسق کا) اور جو بھی توبہ نہ کرے وہ ظالم ہوگا۔

ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ (هود:۸۶)

ترجمہ: اے میری قوم تم ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور فسادی بن کر زمین میں خرابی نہ پھیلاؤ۔

سرور کائنات خاتم النبیّین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے قیام امن کے متعلق سنہرے ارشادات

لوگوں کے لئے آسانی مہیا کیا کرو

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔

(بخاری کتاب الجهاد باب ماکان النبی ﷺ یتخولهم بالموعظة والعلم کی لا ینفروا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے لئے آسانی مہیا کیا کرو۔ان کے لئے مشکل پیدا نہ کرو۔خوشخبری دو۔ان کو مایوس نہ کرو۔

اپنے بھائی کی مدد کرو

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ھٰذَا نَنْصُرُہٗ مَظْلُوْمًا فَکَیْفَ نَنْصُرُہٗ ظَالِمًا قَالَ: تَاْخُذُ فَوْقَ یَدَیْہِ۔

(بخاری کتاب المظالم باب اعن اخاک ظالما او مظلوما)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے مظلوم بھائی کی مدد کا مطلب تو سمجھتا ہوں۔لیکن ظالم بھائی کی کس طرح مدد کروں؟ آپ نے فرمایا۔اس کو ظلم سے روکو اور اس سے اس کو منع کرو یہی اس کی مدد ہے۔

مسلمان کون ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ

(بخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ: لَا یَخُوْنُہٗ وَلَا یَکْذِبُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُہٗ وَ مَالُہٗ وَ دَمُہٗ اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا `بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْتَقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ۔

(الترمذی کتاب البر والصلة باب ما جاء فی شفقة المسلم علی المسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔وہ نہ اس کی خیانت کرتا ہے اور نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اسے بے یارومددگار چھوڑتا ہے۔مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔اس کی عزت بھی۔اس کا مال بھی اور اس کا خون بھی۔(حضور نے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ یہاں ہے۔کسی شخص کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

مسلمان مسلمان پر ظلم نہیں کرتا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ، مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ بِھَا کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"

(ریاض الصالحین باب فی قضاء حوائج المسلمین)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے یکا و تنہا چھوڑتا ہے۔جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روی میں لگا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی حاجات پوری کرتا جاتا ہے اور جس نے کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے مصائب میں سے ایک مصیبت اس سے کم کر دے گا اور جو کسی مسلمان کی ستاری کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی ستاری فرمائے گا۔

مومن آپس میں ایک جسم کی مانند ہیں

حَدَّثَنَا ذَکَرِیَّا، عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِیْرٍ یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَرَاحُمِھِمْ وَتَوَادِّھِمْ وَتَعَاطُفِھِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی عُضْوٌ تَدَاعٰی لَہٗ سَآئِرُ جَسَدِہٖ بِالسَّھَرِ وَالْحُمّٰی

(بخاری کتاب الادب۔باب رحمة الناس بالبهائم)

حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے نُعمان بن بشیرؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تو مومنوں کو ان کے آپس کے رحم، محبت اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح دیکھے گا۔جب جسم کا ایک عضو بھی بیمار ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم اس کے لئے بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔

معززین قوم کا اکرام کرو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ۔ (ابن ماجه ابواب الادب باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموه)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار یا معزز آدمی آئے تو (اس کی حیثیت کے مطابق) اس کی عزّت و تکریم کرو۔

جان پہچان ہو یا نہ ہو سلام کرو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔

(بخاری کتاب الاستئذان باب السلام للمعرفة وغیر المعرفة)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور پوچھا کون سا اسلام افضل اور بہتر ہے آپؐ نے فرمایا کھانا کھلانا اور ہر ملنے والے کو خواہ جان پہچان ہو یا نہ ہو سلام کرنا۔

قیامت کے دن سب سے زیادہ محبوب بندہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَدْنَاھُمْ مِنْہُ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ وَاَبْغَضَ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ وَاَبْعَدَھُمْ مِنْہُ مَجْلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ۔

(ترمذی ابواب الاحکام باب فی الامام العادل)

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو لوگوں میں سے زیادہ محبوب اور اس کے زیادہ قریب انصاف پسند حاکم ہوگا۔اور سخت ناپسندیدہ اور سب سے زیادہ دور ظالم حاکم ہوگا۔

❀❀❀

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض قیمتی نصائح

۞ ثُمَّ قَالَ اَیُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّه سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِه۔ قَالَ اَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا بَلٰى۔ قَالَ فَاَیُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُه اَعْلَمُ۔ قَالَ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّه سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ الْبَلَدَةَ؟ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَیُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُه اَعْلَمُ۔ قَالَ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّه سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ۔ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمُ النَّحَرِ؟ قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰه۔ قَالَ فَاِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْئَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ، فَلَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِيْ ضُلَّالًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ اَلَا لِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُّبَلِّغُه، يَكُوْنُ اَوْعٰى لَه، مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَه۔ ثُمَّ قَالَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟

(مسلم بخاری مسند احمد عن ابی بکرۃ)

۞ اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَ كُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ۔ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۔ اَلَا وَاِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَاءِ كُمْ حَقًّا وَلِنِسَاء كُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا۔ فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَا ئِكُمْ فَلَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَاْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ۔ اَلَا وَاِنَّ حَقَّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ۔۔ (ترمذی عن عمرو بن الاحوص)

۞ اَلَا وَاِنِّيْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَاُكَاثِرُ بِكُمُ الْاُمَمَ۔ فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْهِيْ۔ اَلَا وَاِنِّيْ مُسْتَنْقِذٌ اُنَاسًا وَمُسْتَنْقَذٌ مِنِّيْ اُنَاسٌ، فَاَقُوْلُ يَارَبِّ اَصْحَابِيْ؟ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔

(ابن ماجہ مسند احمد عن عبداللہ بن مسعود)

۞ اَيُّهَا النَّاسُ! اتَّقُوا اللّٰهَ وَاِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ مُجَدَّعٌ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا مَا اَقَامَ لَكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

(ترمذی، مسند احمد، عن ام الحصین الاحمسیہ)

۞ اَيُّهَا النَّاسُ! خُذُوْا مِنَ الْعِلْمِ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ الْعِلْمُ وَقَبْلَ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ۔ وَقَدْ كَانَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ، وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ اَلَا وَاِنَّ مِنْ ذِهَابِ الْعِلْمِ اَنْ يُّذْهَبَ حَمَلَتُهٗ۔ ثَلَاثَ مِرَارٍ۔

(مسند احمد عن ابی امامۃ الباھلی)

۞ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ پھر آپؐ چپ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں؟ ہم نے عرض کیا ہاں یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب جانتے ہیں؟ آپؐ پھر خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ آپؐ اُس شہر کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا یہ (مکہ) شہر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا ہاں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ آپؐ خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ آپؐ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا کہ پس تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن اس شہر میں اور اس مہینہ میں حرام ہے اور عنقریب تم اپنے پروردگار سے ملو گے۔ پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ پس میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خبردار جو لوگ حاضر ہیں وہ یہ حکم غائب (رہنے والوں) کو پہنچا دیں۔ شاید بعض وہ شخص جس کو یہ حکم پہچایا جائے گا، اس وقت سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔ پھر فرمایا کہ دیکھو! کیا میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا۔

۞ آگاہ ہو جاؤ! عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ یہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔ تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں سوائے اس کے کہ اگر وہ کسی کھلی فحش حرکت کا ارتکاب کریں تو تم انہیں اپنے بستروں سے الگ کر دو اور ہلکی مار مارو کہ اس سے ہڈی وغیرہ نہ ٹوٹنے پائے۔ پھر اگر وہ تمہاری فرماں برداری کریں تو تم ان کے ساتھ زیادتی کرنے کے بہانے تلاش نہ کرو۔ آگاہ ہو جاؤ! جیسے تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے اسی طرح ان کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ ان لوگوں کو تمہارے بستروں کے قریب نہ آنے دیں جنہیں تم پسند نہیں کرتے بلکہ وہ ایسے لوگوں کو بھی گھروں میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں جنہیں تم اچھا نہیں سمجھتے اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ ان کے کھانے، پینے کی چیزوں میں تم ان سے عمدہ سلوک کرو۔

۞ آگاہ ہو جاؤ! میں حوض (کوثر) پر تم سے پہلے جاؤں گا اور دوسری امتوں پر تمہاری کثرت کی وجہ سے میں تم پر فخر کروں گا۔ (پس تم اپنی برائیوں کی وجہ سے) مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ آگاہ ہو جاؤ! بعض لوگوں کو میں (شفاعت کر کے) چھوڑاؤں گا اور بعض لوگ مجھ سے چھڑا دیئے جائیں گے (یعنی ان کو عذاب کے فرشتے مجھ سے چھڑا کر لے جائیں گے) پھر میں کہوں گا۔ اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب (امت کے لوگ) ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپؐ کے بعد ان لوگوں نے جو بدعتیں پیدا کیں وہ آپ نہیں جانتے۔

۞ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اگر کسی حبشی کو بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے جو اگرچہ کن کٹا ہی ہو، تو تم اس کی بات سنو اور اطاعت کرو، بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق احکام جاری کرے۔

۞ اے لوگ! علم حاصل کرو قبل اس کے کہ وہ قبض کیا جائے اور قبل اس کے کہ وہ (علم) اٹھا لیا جائے اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے نازل فرمایا ہے۔ ''اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگواری ہو اور اگر تم قرآن کے نازل ہوتے وقت ان کو پوچھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی (گزشتہ سوالات) اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور حلم والا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ ! اور علم کا جانا یہ ہے کہ اس کے اٹھانے والے چلے جائیں۔ آپؐ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔

صلح اور امن کے متعلق شہزادہ امن
سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ السلام کے ارشادات

سلسلہ کے قیام کی غرض

’’اس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 473 مطبوعہ ربوہ)

باہمی ہمدردی

’’تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض مشترک یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی اور حقیقی محبت قائم کی جاوے اور بنی نوع انسان اور اخوان کے حقوق اور محبت میں ایک خاص رنگ پیدا کیا جاوے، جب تک یہ باتیں نہ ہوں تمام امور صرف رسمی ہوں گے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 67 مطبوعہ ربوہ)

محبت اور احسان کی تعلیم

’’تم خدا کی پرستش کرو اور اس کے ساتھ کسی کو مت شریک ٹھہراؤ اور اپنے ماں باپ سے احسان کرو اور ان سے بھی احسان کرو جو تمہارے قرابتی ہیں (اس فقرہ میں اولاد اور بھائی اور قریب اور دور کے تمام رشتہ دار آ گئے) اور پھر فرمایا کہ یتیموں کے ساتھ بھی احسان کرو اور مسکینوں کے ساتھ بھی اور جو ایسے ہمسایہ ہوں جو قرابت والے بھی ہوں اور ایسے ہمسایہ ہوں جو محض اجنبی ہوں اور ایسے رفیق بھی جو کسی کام میں شریک ہوں یا کسی سفر میں شریک ہوں یا نماز میں شریک ہوں یا علم دین حاصل کرنے میں شریک ہوں اور وہ لوگ جو مسافر ہیں اور وہ تمام جاندار جو تمہارے قبضہ میں ہیں سب کے ساتھ احسان کرو۔ خدا ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو تکبر کرنے والا اور شیخی مارنے والا ہو جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ مگر افسوس! کہ ایک آریہ بجز عوض معاوضہ کے کسی پر رحم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ صفت اس کے پرمیشر میں بھی موجود نہیں کیونکہ وہ بھی صرف اعمال کی جزا دے سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں اور اسی وجہ سے مکتی محدود ہے نہ دائمی۔‘‘

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 208`209)

مومن کو ہمدردی ہر قسم کی مخلوق سے ہونی چاہئے

’’سورۃ فاتحہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پیش کی ہے اور اس میں سب سے پہلی صفت رَبُّ الْعَالَمِین بیان کی ہے جس میں تمام مخلوقات شامل ہے۔ اسی طرح پر ایک مومن کی ہمدردی کا میدان سب سے پہلے اتنا وسیع ہونا چاہئے کہ تمام چرند پرند اور کُل مخلوق اس میں آ جاوے۔ پھر دوسری صفت رَحْمٰن کی بیان کی ہے جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ تمام جاندار مخلوق سے ہمدردی خصوصاً کرنی چاہئے اور پھر رَحِیم میں اپنی نوع سے ہمدردی کا سبق ہے۔ غرض اس سورۃ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں، یہ گویا خدا تعالیٰ کے اخلاق ہیں جن سے بندہ کو حصہ لینا چاہئے اور وہ یہی ہے کہ اگر ایک شخص عمدہ حالت میں ہے تو اس کو اپنی نوع کے ساتھ ہر قسم کی ممکن ہمدردی سے پیش آنا چاہئے۔ اگر دوسرا شخص جو اس کا رشتہ دار ہے یا عزیز ہے خواہ کوئی ہے اس سے بیزاری نہ ظاہر کی جاوے اور اجنبی کی طرح اس سے پیش نہ آئیں بلکہ ان حقوق کی پرواہ کریں جو اس کے تم پر ہیں۔ اس کو ایک شخص کے ساتھ قرابت ہے اور اس کا کوئی حق ہے تو اس کو پورا کرنا چاہئے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 262 مطبوعہ ربوہ)

اپنی اخلاقی حالتوں کو بہت صاف کرو

’’اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا ہے جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔ اس لئے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو۔ اپنے دلوں کو پاک کرو اور اپنے مولیٰ کو راضی کرو۔

دوستو! تم اس مسافر خانہ میں محض چند روز کے لئے ہو۔ اپنے اصلی گھروں کو یاد کرو۔ تم دیکھتے ہو کہ ہر سال کوئی نہ کوئی دوست تم سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی تم بھی کسی سال اپنے دوستوں کو داغ جدائی دے جاؤ گے۔ سو ہوشیار ہو جاؤ اور اس پُر آشوب زمانہ کی زہر تم میں اثر نہ کرے۔ اپنی اخلاقی حالتوں کو بہت صاف کرو۔ کینہ اور بغض اور نخوت سے پاک ہو جاؤ اور اخلاقی معجزات دنیا کو دکھلاؤ۔‘‘

(اربعین نمبر 4 روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 442-443)

دنگہ فساد مت کرو

تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ ان سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ ان کے لئے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے۔ تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔ دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سن کر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو۔
.... جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔ اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہاں تک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو وہ یاد رکھے کہ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔ نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو۔ تم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ تم ان گالیوں کو سن کر بھی صبر اور برداشت سے کام لو۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 157 مطبوعہ ربوہ)

ہمدردی مخلوق میں وسعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اس کے لئے اپنے مال کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبر گیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کر لو تا کہ اسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے۔ اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہو۔ بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں خواہ وہ سو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 215۔ مطبوعہ ربوہ)

خدا تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرنا

"اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ............ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔" (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 11-12)

بنی نوع انسان سے ہمدردی اور شفقت سے پیش آنا عبادت ہے

"ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بعض بندوں سے فرمائے گا کہ تم بڑے برگزیدہ ہو اور میں تم سے بہت خوش ہوں۔ کیوں کہ میں بہت بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں ننگا تھا تم نے کپڑا دیا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں بیمار تھا تم نے میری عیادت کی۔ وہ کہیں گے کہ یا اللہ تُو تو ان باتوں سے پاک ہے تُو کب ایسا تھا جو ہم نے تیرے ساتھ ایسا کیا؟ تب وہ فرمائے گا کہ میرے فلاں فلاں بندے ایسے تھے تم نے ان کی خبر گیری کی۔ وہ ایسا معاملہ تھا کہ گویا تم نے میرے ساتھ ہی کیا۔ پھر ایک اور گروہ پیش ہوگا۔ ان سے کہے گا کہ تم نے میرے ساتھ برا معاملہ کیا۔ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ دیا۔ پیاسا تھا پانی نہ دیا۔ ننگا تھا کپڑا نہ دیا۔ میں بیمار تھا میری عیادت نہ کی۔ تب وہ کہیں گے کہ یا اللہ تُو تو ایسی باتوں سے پاک ہے۔ تُو کب ایسا تھا جو ہم نے تیرے ساتھ ایسا کیا۔ اس پر فرمائے گا کہ میرا فلاں فلاں بندہ اس حالت میں تھا اور تم نے ان کے ساتھ کوئی ہمدردی اور سلوک نہ کیا وہ گویا میرے ہی ساتھ کرنا تھا۔

غرض نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے۔ اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں۔ اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں۔ اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 438`439 مطبوعہ ربوہ)

صلح کے مبارک ثمرات

لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب صلح حدیبیہ کی ہے تو صلح حدیبیہ کے مبارک ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کو آپ کے پاس آنے کا موقع ملا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی باتیں سنیں تو ان میں سے صدہا مسلمان ہو گئے۔ جب تک انہوں نے آپ ﷺ کی باتیں نہ سنی تھیں۔ ان میں اور آنحضرت ﷺ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی جو آپ کے حُسن و جمال پر ان کو اطلاع نہ پانے دیتی تھی۔ اور جیسا دوسرے لوگ کذاب کہتے تھے (معاذ اللہ) وہ بھی کہہ دیتے تھے اور ان فیوض و برکات سے بے نصیب تھے جو آپ لے کر آئے تھے اس لئے کہ دور تھے لیکن جب حجاب اُٹھ گیا اور پاس آ کر دیکھا اور سنا تو وہ محرومی نہ رہی اور سعیدوں کے

گروہ میں داخل ہو گئے۔ اس طرح پر بہتوں کی بدنصیبی کا اب بھی یہی باعث ہے جب ان سے پوچھا جاوے کہ تم نے ان کے دعویٰ اور دلائل کو کہاں تک سمجھا ہے تو بجز چند بہتانوں اور افتراؤں کے کچھ نہیں کہتے جو بعض مفتری سنا دیتے ہیں اور وہ ان کو سچ مان لیتے ہیں اور خود کوشش نہیں کرتے کہ یہاں آ کر خود تحقیق کریں اور ہماری صحبت میں آ کر دیکھیں۔ اس سے ان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور حق کو نہیں پا سکتے لیکن اگر تقویٰ سے کام لیتے تو کوئی گناہ نہ تھا کہ وہ آ کر ہم سے ملتے جلتے رہتے اور ہماری باتیں سنتے رہتے حالانکہ عیسائیوں اور ہندوؤں سے بھی ملتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں۔ ان کی مجلسوں میں جاتے ہیں پھر کون سا امر مانع تھا جو ہمارے پاس آنے سے انہوں نے پرہیز کیا۔

غرض یہ بڑی ہی بدنصیبی ہے اور انسان اس کے سبب سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اس میں بڑا نکتہ معرفت یہی ہے کہ چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے ایک راست باز کی صحبت میں رہ کر انسان راست بازی سیکھتا ہے اور اس کے پاک انفاس کا اندر ہی اندر اثر ہونے لگتا ہے جو اس کو خدا تعالیٰ پر ایک سچا یقین اور بصیرت عطا کرتا ہے۔ اس صحبت میں صدق دل سے رہ کر وہ خدا تعالیٰ کی آیات اور نشانات کو دیکھتا ہے جو ایمان کو بڑھانے کے ذریعے ہیں۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 506 مطبوعہ ربوہ)

"مَیں صلح کو پسند کرتا ہوں اور جب صلح ہو جاوے پھر اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہئے کہ اس نے کیا کہا یا کیا کیا تھا۔ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جس نے مجھے ہزاروں مرتبہ دجّال اور کذّاب کہا ہو اور میری مخالفت میں ہر طرح کوشش کی ہو اور وہ صلح کا طالب ہو تو میرے دل میں خیال بھی نہیں آتا اور نہیں آ سکتا کہ اس نے مجھے کیا کہا تھا اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا، ہاں خدا تعالیٰ کی عزت کو ہاتھ سے نہ دے۔

یہ سچی بات ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اس کو کینہ ور نہیں ہونا چاہئے۔ اگر وہ کینہ ور ہو تو دوسروں کو اس کے وجود سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ جہاں ذرا اس کے نفس اور خیال کے خلاف ایک امر واقع ہوا، وہ انتقام لینے کو آمادہ ہو گیا۔ اسے تو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر ہزاروں نشتروں سے بھی مارا جاوے پھر بھی پروا نہ کرے۔

دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنا لی جاوے۔

نفس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی امر نہ ہو اور اس طرح پر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر بیٹھ جاوے۔ اس لئے اس سے بچتے رہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے پورا خلق کرنا بھی ایک موت ہے۔ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو اس کے پیچھے پڑ جاوے۔ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دے دے تو صبر کر کے خاموش ہو رہے۔" (ملفوظات جلد پنجم۔ صفحہ 69۔ مطبوعہ ربوہ)

شہزادۂ امن حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ السلام کے عالمی امن کے قیام کیلئے زریں اصول

مرتبہ: محمد انعام غوری قادیان

اس زمانہ کے مصلح اور شہزادۂ امن حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جو تعلیم اور اصول دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں اُن سے نہ صرف ملک کے اندر بسنے والی مختلف اقوام و مذاہب میں صلح و امن کی بنیاد پڑتی ہے اور ملک کی ترقی وسربلندی کے لئے رستہ ہموار ہوتا ہے بلکہ مشرق ومغرب کے متضاد خیالات اور مذہب وسائنس کی مخالف لہروں کے ملنے کے سامان بھی پیدا ہوتے ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی میں اسّی کے قریب کتابیں لکھیں اور تقاریر کے ذریعہ بھی لوگوں میں پُر امن و ترقی پسندانہ خیالات کا اظہار کیا۔ احمدیہ جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ جوں جوں یہ اصول اور عقائد دنیا کے مختلف ملکوں اور علاقوں میں پہنچ رہے ہیں لوگ ان کو ماننے اور قبول کرنے کی طرف متوجہ ہورہے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ موجودہ زمانہ میں دنیا کی نجات انہی اصولوں پر چلنے سے ہوسکتی ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا اہم کارنامہ اس مادیت اور دہریت کے زمانہ میں زندہ مذہب اور زندہ خدا کو پیش کرنا ہے جو اب بھی اپنی ہستی کا ثبوت نہ صرف عقلی دلائل مہیا کر کے بلکہ آسمانی نشانات ومعجزات اور اپنے کلام سے دیتا ہے۔ لاکھوں انسان اس مقدّس وجود کی پیروی کر کے روحانی زندگی کے چشمہ سے سیراب اور قادرِ مطلق خدا سے تعلق پیدا کر کے گناہوں کی زندگی سے پاک ہورہے ہیں اور یہ سلسلہ جلد از جلد بڑھ رہا ہے اور دنیا کے کناروں تک شہرت حاصل کررہا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی وفات سے جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی صرف ایک دو دن پہلے اپنا مشہور لیکچر ''پیغام صلح'' تحریر فرمایا جو مورخہ ۲۱ جون ۱۹۰۸ء کو رائے بہادر پرتول چندر چٹرجی کی صدارت میں آپ کی وفات کے بعد پڑھ کر سنایا گیا۔ اس پیغام میں اگرچہ ہندوستان میں بسنے والی دو بڑی قوموں ہندو اور مسلمان کو زیادہ تر مخاطب کیا گیا ہے لیکن پیش کردہ اصول ملک کی سب قوموں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لئے مفید اور ضروری ہیں۔ شری برہم دت اخبار فرنٹیئر میل دہرہ دون مورخہ ۱۲/دسمبر ۱۹۴۸ میں اسی پیغام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

'' احمدیہ جماعت مسلمانوں میں ایک ترقی پسند جماعت ہے، جملہ مذاہب کے ساتھ رواداری اس کی بنیادی تعلیم میں شامل ہے، تمام پیشوایانِ مذاہب کی عزت وتکریم کرتے ہوئے احمدیوں نے ان کی تعلیمات کو اپنی مذہبی کتب میں شامل کیا ہے۔

چالیس سال پیشتر یعنی اس وقت جبکہ ابھی مہاتما گاندھی اُفقِ سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ ''پیغام صلح''، میں پیش فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت ومفاہمت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری اور اخوت ومحبت کی رُوح پیدا ہو۔ بے شک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابلِ قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل کے کثیف پردہ میں سے دیکھا اور صحیح رستہ کی طرف رہنمائی کی۔ اگر لوگ اپنی خودغرضی اور غلط لیڈر شپ کی وجہ سے اس سیدھے راستہ کو نہ دیکھ سکے تو یہ ان کی اپنی غلطی تھی اور نفرت وحقارت کے جو کھیت اُنہوں نے بوئے تھے ان کی فصل کاٹنے کے وہ ضرور مستحق ہیں۔''

اختصار کے پیش نظر اصل رسالہ میں سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

پیغامِ صلح

اَے میرے قادر خُدا! اَے میرے پیارے رہنما! تُو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہلِ صدق وصفا۔ اور ہمیں اُن راہوں سے بچا جن کا مدعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بُغض یا دنیا کی حِرص وہَوا۔

امّا بعد اَے سامعین! ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اُس خُدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شراکت رکھتے ہیں یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں۔ اور ایسا ہی بباعث ایک ہی مُلک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیّتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔

اَے ہم وطنو! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو۔ اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا۔ مثلاً جو جو انسانی طاقتیں اور قوّتیں آریہ ورت کی قوموں کو دی گئی ہیں وہی تمام قوّتیں عربوں اور فارسیوں اور شامیوں اور چینیوں اور جاپانیوں اور یورپ اور امریکہ کی قوموں کو بھی عطا کی گئی ہیں۔ سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے اور سب کے لئے اس کا سورج اور چاند اور کئی اور ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں۔ اور دوسری خدمات بھی بجالاتے ہیں۔ اُس کے پیدا کردہ عناصر یعنی ہَوا اور پانی اور آگ اور خاک اور ایسا ہی اس کی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ پس یہ اخلاقِ ربّانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروّت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں۔

دوستو! یقیناً سمجھو کہ اگر ہم دونوں قوموں میں سے کوئی قوم خُدا کے اخلاق کی عزت نہیں کرے گی اور اُس کے پاک خُلقوں کے برخلاف اپنا چال چلن بنائے گی تو وہ قوم جلد ہلاک ہوجائے گی اور نہ صرف اپنے تئیں بلکہ اپنی ذُرّیت کو بھی تباہی میں ڈالے گی۔ جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ہے تمام ملکوں کے راستباز یہ گواہی دیتے آئے ہیں کہ خدا کے اخلاق کا پیرو ہونا انسانی بقاء کے لئے آبِ حیات ہے۔ اور انسانوں کی جسمانی اور رُوحانی زندگی اسی امر سے وابستہ ہے کہ وہ خُدا کے تمام مقدّس اخلاق کی پیروی کرے جو سلامتی کا چشمہ ہیں۔

تمام جہانوں کا ربّ

خدا نے قرآن شریف کو پہلے اسی آیت سے شروع کیا ہے جو سورہ فاتحہ میں ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی تمام کامل اور پاک صفات خدا سے خاص ہیں جو تمام عالموں کا ربّ ہے۔ عالَم کے لفظ میں تمام مختلف قومیں اور مختلف زمانے اور مختلف ملک داخل ہیں اور اس آیت سے جو قرآن شریف شروع کیا گیا یہ درحقیقت اُن قوموں کا ردّ ہے جو خُدا تعالیٰ کی عام ربوبیّت اور فیض کو اپنی ہی قوم تک محدود رکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کو ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا وہ خُدا تعالیٰ کے بندے ہی نہیں اور گویا خُدا نے اُن کو پیدا کر کے پھر ردّی کی طرح پھینک دیا ہے۔ یا اُن کو بھُول گیا ہے اور یا (نعوذ باللہ) وہ اُس کے پیدا کردہ ہی نہیں۔ جیسا کہ مثلاً یہودیوں اور عیسائیوں کا اب تک یہی خیال ہے کہ جس قدر خُدا کے نبی اور رسول آئے ہیں۔ وہ صرف یہود کے خاندان سے آئے ہیں اور خدا دوسری قوموں سے کچھ ایسا ناراض رہا ہے کہ ان کو گمراہی اور غفلت میں دیکھ کر پھر بھی ان کی کچھ پروا نہیں کی جیسا کہ انجیل میں بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مَیں صرف اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں............

غرض یہودیوں اور عیسائیوں کا یہی مذہب ہے کہ تمام نبی اور رسول اُنہیں کے خاندان سے آتے رہے ہیں اور اُنہیں کے خاندان میں خُدا کی کتابیں اُترتی رہی ہیں اور پھر بموجب عقیدہ عیسائیوں کے وہ سلسلہ الہام اور وحی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوگیا اور خُدا کے الہام پر مُہر لگ گئی۔

انہیں خیالات کے پابند آریہ صاحبان بھی پائے جاتے ہیں یعنی جیسے یہودؔ اور عیسائی نبوّت اور الہام کو اسرائیلی خاندان تک ہی محدود رکھتے ہیں اور دوسری تمام قوموں کو الہام پانے کے فخر سے جواب دے رہے ہیں یہی عقیدہ نوع انسان کی بدقسمتی سے آریہ صاحبان نے بھی اختیار کر رکھا ہے۔ یعنی وہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا کی وحی اور الہام کا سلسلہ آریہ ورت کی چاردیواری سے کبھی باہر نہیں گیا۔ ہمیشہ اسی مُلک سے چار رشی منتخب کئے جاتے ہیں اور ہمیشہ وید ہی بار بار نازل ہوتا ہے اور ہمیشہ ویدک سنسکرت ہی اس الہام کے لئے خاص کی گئی ہے۔

غرض یہ دونوں قومیں خدا کو ربّ العالمین نہیں سمجھتیں ورنہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جس حالت میں خدا ربّ العالمین کہلاتا ہے نہ صرف رَبّ اسرائیلیاں یا صرف ربّ آریاں تو وہ ایک خاص قوم سے کیوں ایسا دائمی تعلق پیدا کرتا ہے جس میں صریح طور پر طرفداری اور پکش پات پائی جاتی ہے پس ان عقائد کے ردّ کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو اسی آیت سے شروع کیا کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ اور جابجا اس نے قرآن شریف میں صاف صاف بتلا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی خاص قوم یا خاص ملک میں خدا کے نبی آتے رہتے ہیں۔ بلکہ خدا نے کسی قوم اور کسی ملک کو فراموش نہیں کیا۔ اور قرآن شریف میں طرح طرح کی مثالوں میں بتلایا گیا ہے کہ جیسا کہ خدا ہر ایک ملک کے باشندوں کے لئے ان کے مناسب حال اُن کی جسمانی تربیت کرتا آیا ہے ایسا ہی اُس نے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کو روحانی تربیت سے بھی فیضیاب کیا ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ (فاطر: ۲۵) کہ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا گیا۔

سو یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ ربّ العالمین ہے اور اُس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص ملک تک بلکہ وہ سب قوموں کا ربّ ہے اور تمام زمانوں کا ربّ ہے اور تمام مکانوں کا ربّ ہے اور تمام ملکوں کا وہی ربّ اور تمام فیوض کا وہی سرچشمہ ہے اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اُسی سے ہے اور اُسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔

خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقعہ نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا پس اُس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھیرایا۔

پس جبکہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی اُنہیں اخلاق کی پیروی کریں لہٰذا اَے ہم وطن بھائیو! یہ مختصر رسالہ جس کا نام ہے **پیغامِ صلح** بادب تمام آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور بصدق دل دُعا کی جاتی ہے کہ وہ قادر خدا آپ صاحبوں کے دلوں میں خود الہام کرے اور ہماری ہمدردی کا راز آپ کے دلوں پر کھول دے تا آپ اس دوستانہ تحفہ کو کسی خاص مطلب اور نفسانی غرض پر مبنی تصور نہ فرماویں۔ عزیزو!! آخرت کا معاملہ تو عام لوگوں پر اکثر مخفی رہتا ہے اور اُنہیں پر عالم عُقبیٰ کا راز کھلتا ہے جو مرنے سے پہلے مرتے ہیں۔ مگر دنیا کی نیکی اور بدی کو ہر ایک دُور اندیش عقل شناخت کر سکتی ہے۔

اِتفاق کی برکت

یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتّفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دُور نہیں ہوسکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہوسکتیں وہ اتفاق سے حل ہوجاتی ہیں۔ پس ایک عقلمند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے۔ ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہوکر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہوکر ہندوؤں کو جلاوطن کر دیں گے ......اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور مشیخت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغِ حقارت سے نہیں بچے گی اور اگر کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اُس کا نقصان وہ آپ بھی اُٹھائے گا جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے۔ اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اُسی کو کاٹتا ہے۔ آپ لوگ بفضلہٖ تعالیٰ تعلیم یافتہ بھی ہوگئے۔ اب کینوں کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے اور بے مہری کو چھوڑ کر ہمدردی اختیار کرنا آپ کی عقلمندی کے مناسبِ حال ہے۔ دنیا کی مشکلات بھی ایک ریگستان کا سفر ہے کہ جو عین گرمی اور تمازتِ آفتاب کے وقت کیا جاتا ہے۔ پس اس دشوار گزار راہ کے لئے باہمی اتفاق کے اس سرد پانی کی ضرورت ہے جو اس جلتی ہوئی آگ کو ٹھنڈی کر دے اور نیز پیاس کے وقت مرنے سے بچاوے۔

صُلح کی دعوت

ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے۔ دنیا پر طرح طرح کے ابتلا نازل ہو رہے ہیں۔ زلزلے آرہے ہیں قحط پڑ رہا ہے اور طاعون نے بھی ابھی پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور جو کچھ خدا نے مجھے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور بُرے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دنیا پر سخت سخت بلائیں آئیں گی اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلا ظاہر ہوجائے گی آخر انسان نہایت تنگ ہوجائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیری مصیبتوں کے بیچ میں آکر دیوانوں کی طرح ہوجائیں گے۔ سواَے ہموطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہوجاؤ اور چاہئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کرلیں اور جس قوم میں کوئی زیادتی ہے جو وہ صلح کی مانع ہو اس زیادتی کو وہ قوم چھوڑ دے ورنہ باہم عداوت کا تمام گناہ اسی قوم کی گردن پر ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر وقوع میں آسکتا ہے کہ صلح ہوجائے حالانکہ باہم مذہبی اختلاف صلح کے لئے ایک ایسا امر مانع ہے جو دن بدن دلوں میں پھوٹ ڈالتا جاتا ہے۔

مَیں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ درحقیقت مذہبی اختلاف صرف اس اختلاف کا نام ہے جس کی دونوں طرف عقل اور انصاف اور امور مشہودہ پر بنا ہو۔ ورنہ انسان کو اسی بات کے لئے تو عقل دی گئی ہے کہ وہ ایسا پہلو اختیار کرے جو عقل اور انصاف سے بعید نہ ہو اور امور محسوسہ مشہودہ کے مخالف نہ ہو۔ اور چھوٹے چھوٹے اختلاف صلح کے مانع نہیں ہوسکتے بلکہ وہی اختلاف صلح کا مانع ہوگا۔ جس میں کسی کے مقبول پیغمبر اور مقبول الہامی کتاب پر توہین اور تکذیب کے ساتھ حملہ کیا جائے۔

اس ملک کے اَوتار

ماسوا اس کے صلح پسندوں کے لئے یہ ایک خوشی کا مقام ہے کہ جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے۔ مثلاً اگرچہ نوخیز مذہب آریہ سماج یہ اصول رکھتا ہے کہ ویدوں کے بعد الہام الٰہی پر مُہر لگ گئی ہے مگر جو ہندو مذہب میں وقتاً فوقتاً اَوتار پیدا ہوتے رہے ہیں جن کے تابع کروڑ ہا لوگ اسی ملک میں پائے جاتے ہیں اُنہوں نے اس مُہر کو اپنے دعویٰ الہام سے توڑ دیا ہے جیسا کہ ایک بزرگ اوتار جو اس ملک اور نیز بنگالہ میں بڑی بزرگی اور عظمت کے ساتھ مانے جاتے ہیں جن کا نام **سری کرشن** ہے۔ وہ اپنے مُلہَم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے پیرو نہ صرف ان کو مُلہَم بلکہ پرمیشر کر کے مانتے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ سری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اَوتار تھا اور خدا اُس سے ہمکلام ہوتا تھا۔

شری گورونانک صاحبؒ

ایسا ہی اس آخری زمانہ میں ہندو صاحبوں کی قوم میں سے بابا نانک صاحب ہیں جن کی بزرگی کی شہرت اس تمام ملک میں زبان زدعام ہے۔ اور جن کی پیروی کرنے والی اس ملک میں وہ قوم ہے جو سکھ کہلاتے ہیں جو بیس لاکھ سے کم نہیں ہیں۔ باوا صاحب اپنی جنم ساکھیوں اور گرنتھ میں کھُلے کھُلے طور پر الہام کا دعویٰ کرتے ہیں یہاں تک کہ ایک جگہ وہ اپنی ایک جنم ساکھی میں لکھتے ہیں کہ مجھے خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ دین اسلام سچا ہے اسی بناء پر انہوں نے حج بھی کیا اور تمام اسلامی عقائد کی پابندی اختیار کی اور بلا شبہ یہ بات ثابت ہے کہ اُن سے کرامات اور نشان بھی

صادر ہوئے ہیں اور اس بات میں کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ باوا نانک ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کو خدائے عزّ وجل اپنی محبت کا شربت پلاتا ہے۔ وہ ہندوؤں میں صرف اس بات کی گواہی دینے کے لئے پیدا ہوا تھا کہ اسلام خدا کی طرف سے ہے جو شخص اس کے وہ تبرّکات دیکھے جو ڈیرہ نانک میں موجود ہیں جن میں بڑے زور سے اس نے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دی ہے اور پھر وہ تبرّکات دیکھے جو بمقام گُرو ہرسہائے ضلع فیروز پور میں موجود ہیں۔ جن میں ایک قرآن شریف بھی ہے۔ تو کس کو اس بات میں شک ہوسکتا ہے کہ باوا نانک صاحب نے اپنے پاک دل اور پاک فطرت اور اپنے پاک مجاہدہ سے اس راز کو معلوم کرلیا تھا جو ظاہری پنڈتوں پر پوشیدہ رہا۔ اور اُنہوں نے الہام کا دعویٰ کر کے اور خدا کی طرف سے نشان اور کرامات دکھلا کر اس عقیدہ کا خوب کھنڈن اور ردّ کردیا جو کہا جاتا ہے کہ وید کے بعد کوئی الہام نہیں اور نہ نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ بلاشبہ باوا نانک صاحب کا وجود ہندوؤں کے لئے خدا کی طرف سے ایک رحمت تھی اور یوں سمجھو کہ وہ ہندو مذہب کا آخری اَوتار تھا۔ جس نے اس نفرت کو دُور کرنا چاہا تھا جو اسلام کی نسبت ہندوؤں کے دلوں میں تھی۔ لیکن اس ملک کی یہ بھی بدقسمتی ہے کہ ہندو مذہب نے باوا نانک صاحب کی تعلیم سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا۔ بلکہ پنڈتوں نے اُن کو دُکھ دیا کہ کیوں وہ اسلام کی تعریف جابجا کرتا ہے۔ وہ ہندو مذہب اور اسلام میں صلح کرانے آیا تھا۔ مگر افسوس کہ اسکی تعلیم پر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اگر اس کے وجود اور اس کی پاک تعلیموں سے کچھ فائدہ اُٹھایا جاتا تو آج ہندو اور مسلمان سب ایک ہوتے۔ ہائے افسوس ہمیں اس تصور سے رونا آتا ہے کہ ایسا نیک آدمی دُنیا میں آیا اور گذر بھی گیا۔ مگر نادان لوگوں نے اس کے نور سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی۔

بہر حال وہ اس بات کو ثابت کر گیا کہ خدا کی وحی اور اس کا الہام کبھی منقطع نہیں ہوتا اور خدا کے نشان اس کے برگزیدوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور اس بات کی گواہی دے گیا کہ اسلام کی دشمنی نور کی دشمنی ہے۔

ذاتی تجربہ

ایسا ہی مَیں بھی اس بات میں صاحبِ تجربہ ہوں کہ خدا کی وحی اور خدا کا الہام ہرگز اس زمانہ سے منقطع نہیں کیا گیا بلکہ جیسا خدا پہلے بولتا تھا اب بھی بولتا ہے اور جیسا کہ پہلے سنتا تھا اب بھی سنتا ہے۔ یہ نہیں کہ اب وہ صفات قدیمہ اس کی معطل ہوگئی ہیں۔ مَیں تخمیناً تیس برس سے خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور میرے ہاتھ پر اس نے اپنے صدہا نشان دکھائے ہیں جو ہزارہا گواہوں کے مشاہدہ میں آچکے ہیں اور کتابوں اور اخباروں میں شائع ہوچکے ہیں اور کوئی ایسی قوم نہیں جو کسی نہ کسی نشان کی گواہ نہ ہو۔

اب باوجود اس قدر متواتر شہادتوں کے یہ تعلیم آریہ سماج کی جو خواہ مخواہ ویدوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے کیونکر قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تمام سلسلہ خدا کے کلام اور الہام کا ویدوں پر ختم ہوچکا ہے اور پھر بعد اس کے صرف قصوں پر مدار ہے اور اسی اپنے عقیدہ کو ہاتھ میں لیکر وہ لوگ کہتے ہیں کہ ویدوں کے سِوا جس قدر دُنیا میں کلام الٰہی کے نام پر کتابیں موجود ہیں وہ سب نعوذ باللہ انسانوں کے افتراء ہیں۔ حالانکہ وہ کتابیں وید سے بہت زیادہ اپنی سچائی کا ثبوت پیش کرتی ہیں اور خدا کی نصرت اور مدد کا ہاتھ ان کے ساتھ ہے اور خدا کے فوق العادت نشان ان کی سچائی پر گواہی دیتے ہیں پھر کیا وجہ کہ وید تو خدا کا کلام مگر وہ کتابیں خدا کا کلام نہیں؟ اور چونکہ خدا کی ذات عمیق در عمیق اور نہاں در نہاں ہے۔ اس لئے عقل بھی اس بات کو چاہتی ہے کہ وہ اپنے وجود کے ثابت کرنے کے لئے صرف ایک کتاب پر کفایت نہ کرے بلکہ مختلف ملکوں میں سے نبی منتخب کر کے اپنا کلام اور الہام ان کو عطا کرے تا انسان ضعیف البنیان جو جلد تر شبہات میں گرفتار ہوسکتا ہے دولتِ قبول سے محروم نہ رہے اور اس بات کو عقلِ سلیم ہرگز قبول کرنے کے لئے طیار نہیں ہے کہ وہ خدا جو تمام دنیا کا خدا ہے جو اپنے آفتاب سے مشرق اور مغرب کو روشن کرتا ہے اور اپنے مینہ سے ہر ایک ملک کو ہر ایک ضرورت کے وقت سیراب فرماتا ہے وہ نعوذ باللہ روحانی تربیت میں ایسا تنگ دل اور بخیل ہے کہ ہمیشہ کے لئے ایک ہی ملک اور ایک ہی قوم اور ایک ہی زبان اس کو پسند آگئی ہے اور مَیں سمجھ نہیں سکتا کہ یہ کس قسم کی منطق اور کس نوع کا فلسفہ ہے کہ پرمیشر ہر ایک آدمی کی دُعا اور پرارتھنا کو اس کی زبان میں سمجھ تو سکتا ہے اور نفرت نہیں کرتا مگر اس بات سے سخت نفرت کرتا ہے کہ بجز ویدک سنسکرت کے کسی اور زبان میں دلوں پر الہام کرے۔ یہ فلاسفی یا ویدوِدّیا اس سربستہ معمّا کی طرح ہے جو اب تک کوئی انسان اس کو حل نہیں کرسکا۔

وید کی صحیح تعلیم

مَیں وید کو اس بات سے منزّہ سمجھتا ہوں کہ اس نے کبھی اپنے کسی صفحہ پر ایسی تعلیم شائع کی ہو کہ جو نہ صرف خلافِ عقل ہو بلکہ پرمیشر کی پاک ذات پر بُخل اور پکش پات کا داغ لگاتی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی الہامی کتاب پر ایک زمانہ دراز گذر جاتا ہے تو اس کے پیرو کچھ تو بباعث نادانی کے اور کچھ بباعث اغراضِ نفسانی کے سہوًا یا عمدًا اس کتاب پر اپنی طرف سے حاشیے چڑھادیتے ہیں اور چونکہ حاشیہ چڑھانے والے متفرق خیالات کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے ایک مذہب سے صدہا مذہب پیدا ہوجاتے ہیں۔

اور یہ عجیب بات ہے کہ جس طرح آریہ صاحبان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمیشہ آریہ خاندانوں اور آریہ ورت تک ہی الہام الٰہی کا سلسلہ محدود رہا ہے اور ہمیشہ ویدک سنسکرت ہی الہام الٰہی کے لئے خاص رہی ہے اور وہ پرمیشر کی زبان ہے۔ یہی یہود کا خیال اپنے خاندان اور اپنی کتابوں کی نسبت ہے۔ ان کے نزدیک بھی خدا کی اصلی زبان عبرانی ہے اور ہمیشہ خدا کے الہام کا سلسلہ بنی اسرائیل اور انہیں کے ملک تک محدود رہا ہے اور جو شخص ان کے خاندان اور ان کی زبان سے الگ ہونے کی حالت میں نبی ہونے کا دعویٰ کرے اس کو وہ نعوذ باللہ جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

خیالات میں توارُد

پس کیا یہ توارد تعجب انگیز نہیں ہے کہ ان دونوں قوموں نے اپنے اپنے بیان میں ایک ہی خیال پر قدم مارا ہے اسی طرح دُنیا میں اور بھی کئی فرقے ہیں جو اسی خیال کے پابند ہیں جیسے پارسی جو اپنے مذہب کی بنیاد وید سے کئی اَرب سال پہلے بتلاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال (کہ ہمیشہ کے لئے اپنے ملک اور اپنے خاندان اور اپنی کتابوں کی زبان کو ہی خدا کی وحی اور الہام سے مخصوص کیا گیا ہے) محض تعصب اور کمی معلومات سے پیدا ہوا ہے۔ چونکہ پہلے زمانے دُنیا پر ایسے گذرے ہیں کہ ایک قوم دوسری قوم کے حالات سے اور ایک ملک دوسرے ممالک کے وجود سے بکلی بے خبر تھا پس ایسی غلطی سے ہر ایک قوم کو جو خدا کی طرف سے کوئی کتاب ملی یا کوئی خدا کا رسول اور نبی اس قوم میں آیا تو اس قوم نے یہی خیال کرلیا کہ جو کچھ خدا کی طرف سے ہدایت ہونی چاہئے تھی وہ یہی ہے اور خدا کی کتاب صرف انہی کے خاندان اور انہی کے ملک کو دی گئی ہے اور باقی تمام دنیا اس سے بےنصیب پڑی ہے۔

اس خیال نے دنیا کو بہت نقصان پہنچایا۔ اور دراصل باہمی کینوں اور بغضوں کا بیج جو قوموں میں بڑھتا گیا یہی خیال تھا ایک مدت تک تو ایک قوم دوسری قوم سے پردہ میں رہی اور ایک ملک دوسرے ملک سے مخفی اور مستور رہا۔ یہاں تک کہ آریہ ورت کے فاضلوں کا یہ خیال تھا کہ کوہِ ہمالہ کے پرے کوئی آبادی نہیں

پھر جبکہ خدا نے درمیان سے پردہ اٹھالیا اور زمین کی آبادی کے متعلق کسی قدر لوگوں کے معلومات وسیع ہوگئے تو وہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ وہ تمام غلط خصوصیتیں جو الہامی کتابوں اور اپنے رشیوں اور رسولوں کی نسبت لوگوں نے اپنے ہی دلوں سے تراش کر اپنے عقائد میں داخل کرلی تھیں۔ وہ اُن کے دلوں میں خوب راسخ اور پتھر کے نقش کی طرح ہوگئیں اور ہر ایک قوم یہی خیال کرتی تھی کہ خدا کا صدر مقام ہمیشہ انہیں کے ملک میں رہا ہے اور چونکہ اُن دنوں میں اکثر قوموں پر وحشیانہ خصلتیں غالب تھیں اور ایک پورانی رسم کے مخالف کو تلوار کے ساتھ جواب دیا جاتا تھا اس لئے کس کی مجال تھی کہ ہر ایک قوم کی خود ستائی کے جوشوں کو ٹھنڈا کر کے ان کے درمیان صلح کراتا۔ گوتم بُدّھ نے اس صلح کا ارادہ کیا تھا اور وہ اس بات کا قائل نہ تھا کہ جو کچھ ہے وید ہے آگے کچھ نہیں اور نہ وہ قوم اور ملک اور خاندان کی خصوصیت کا اقراری تھا یعنی یہ مذہب اس کا نہیں تھا کہ گویا وید پر ہی سب کچھ حصر ہے اور یہی زبان اور یہی ملک اور یہی برہمن پرمیشر کے الہام کے لئے ہمیشہ کے لئے اس کی عدالت میں رجسٹرڈ ہوچکے ہیں۔ لہٰذا اس نے اس اختلاف سے بڑا دُکھ اُٹھایا اور اس کا نام

ایک دہریہ اور ناستک مت والا رکھا گیا۔ جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے تمام محقق جو حضرت عیسیٰ کی خدائی کو منظور نہیں کرتے اور ان کے دل اس بات کو نہیں مانتے کہ خدا کو بھی سُولی دے سکتے ہیں۔ وہ تمام لوگ حضرات پادری صاحبوں کے خیال میں دہریہ ہیں۔

مہاتما بُدھ

سو اسی قسم کا بدھ بھی دہریہ ٹھہرایا گیا اور جیسا کہ شریر مخالفوں کا دستور ہے عام لوگوں کو نفرت دلانے کے لئے بہت سی تہمتیں اس پر لگائی گئیں۔ آخر انجام یہ ہوا کہ بُدھ آریہ ورت سے جو اس کی زاد و بوم اور وطن تھا نکالا گیا......

......مگر حسب قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ **نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں**۔ دوسرے ملک کی طرف بدھ نے ہجرت کر کے بڑی کامیابی حاصل کی۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ تیسرا حصہ دنیا کا بدھ مذہب سے پُر ہے اور کثرت پیروؤں کے لحاظ سے اس کا اصل مرکز چین اور جاپان ہے اگرچہ وہ جنوبی رُوس اور امریکہ تک پھیل گیا ہے۔

صحیح عقائد

دوستو! برائے خدا یہ سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ عقائد ایسے ہیں جن کو انسانی فطرت قبول کر سکتی ہے یا کوئی کانشنس ان کو اپنے اندر جگہ دے سکتا ہے۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کس قسم کی عقلمندی ہے کہ ایک طرف خدا کو تمام دنیا کا خدا ماننا اور پھر اُسی منہ سے یہ بھی کہنا کہ وہ تمام دنیا کی ربوبیت کرنے سے دستکش ہے اور صرف ایک خاص قوم اور ایک خاص ملک پر اس کی نظر رحم ہے۔ عقلمندو!! خود انصاف کرو کہ کیا خدا کے جسمانی قانون قدرت میں اس کی کوئی شہادت ملتی ہے۔ پھر اس کا روحانی قانون کیوں ایسی طرفداری پر مبنی ہے۔

نبیوں کی توہین

اور اگر عقل سے کام لیا جائے تو ہر ایک کام کی بھلائی یا برائی اس کے نتیجہ سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ پس مجھے اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ خدا کے ان بزرگ نبیوں کی ہتک اور ان کو گالیاں دینا جن کی غلامی اور اطاعت کے حلقہ میں ہر طبقہ کے کروڑہا انسان داخل ہیں اس کا نتیجہ کیسا ہے اور انجام کار اس کا پھل کیا ہے کیونکہ کوئی ایسی قوم نہیں کہ جو ایسے نتیجہ کو کچھ نہ کچھ دیکھ نہ چکی ہو۔

اے عزیزو!! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دُنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں۔ اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی یا اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سُن کر کس کو جوش نہیں آتا۔ خاص کر مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ وہ اگرچہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا تو نہیں بناتے مگر آنجناب کو ان تمام برگزیدہ انسانوں سے بزرگ تر جانتے ہیں کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ پس ایک سچے مسلمان سے صلح کرنا کسی حالت میں بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ ان کے پاک نبی کی نسبت جب گفتگو ہو تو بجز تعظیم اور پاک الفاظ کے یاد نہ کیا جائے۔

سب نبی سچے ہیں

اور ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے۔ بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کے لئے نبی آئے ہیں اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دُنیا کے کسی ایک حصہ میں ان کی محبت اور عظمت جاگزیں ہو گئی ہے اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے تو بس یہی ایک دلیل اُن کی سچائی کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی۔ خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور اگر کوئی کاذب اُن کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے۔

وید

اسی بناء پر ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وید کی تعلیم پورے طور پر کسی فرقے کو خدا پرست نہیں بنا سکی اور نہ بنا سکتی تھی اور جو لوگ اس ملک میں بت پرست یا آتش پرست یا آفتاب پرست یا گنگا کی پوجا کرنے والے یا ہزار ہا دیوتاؤں کے پوجاری یا جین مت یا شاکت مت والے پائے جاتے ہیں وہ تمام لوگ اپنے مذاہب کو وید ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور وید ایک ایسی مجمل کتاب ہے کہ یہ تمام فرقے اُسی میں سے اپنے اپنے مطلب نکالتے ہیں۔ تاہم خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افترا نہیں ہے۔ انسان کے افترا میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر ایک دائمی سلسلہ قائم کر دے اور اگرچہ ہم نے وید میں پتھر کی پرستش کا ذکر تو کہیں نہ پڑھا لیکن بلاشبہ اگنی وایو اور جل اور چاند اور سورج وغیرہ کی پرستش سے وید بھرا ہوا ہے اور کسی شرتی میں ان چیزوں کی پرستش کے لئے ممانعت نہیں۔ اب اس کا کون فیصلہ کرے کہ دوسرے تمام قدیم فرقے ہندوؤں کے جھوٹے ہیں اور صرف نیا فرقہ آریوں کا سچا۔ اور جو لوگ وید کے حوالہ سے ان چیزوں کی پرستش کرتے ہیں ان کے ہاتھ میں یہ دلیل پختہ ہے کہ ان چیزوں کی پرستش کا وید میں صریح ذکر ہے اور ممانعت کہیں بھی نہیں۔ اور یہ کہنا کہ یہ سب پرمیشر کے نام ہیں۔ ہنوز یہ ایک دعویٰ ہے کہ جو ابھی صفائی سے طے نہیں ہوا اور اگر طے ہو جاتا تو کچھ وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ بڑے بڑے پنڈت بنارس اور دوسرے شہروں کے آریوں کے عقیدوں کو قبول نہ کرتے باوجود تیس پینتیس برس کی کوششوں کے بہت ہی کم ہندوؤں نے آریہ مذہب اختیار کیا ہے اور بمقابلہ سناتن دھرم اور دوسرے ہندو فرقوں کے آریہ مذہب والے اس قدر تھوڑے ہیں کہ گویا کچھ بھی نہیں اور نہ ان کا دوسرے ہندو فرقوں پر کوئی وسیع اثر ہے۔ ایسا ہی جو نیوگ کی تعلیم وید کی طرف منسوب کی جاتی ہے یہ بھی وہ امر ہے جو انسانی غیرت اور شرافت اس کو قبول نہیں کرتی۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے ہم قبول نہیں کر سکتے کہ درحقیقت یہ وید ہی کی تعلیم ہے بلکہ ہماری نیک نیتی بڑے زور سے ہمیں اس بات کی طرف مائل کرتی ہے کہ ایسی تعلیمیں کسی نفسانی غرض سے بعد میں وید کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور چونکہ وید پر ہزار ہا برس گذر گئے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ مختلف زمانوں میں بعض وید کے بھاشکاروں نے کئی قسم کی کمی بیشی کی ہوگی۔ پس ہمارے لئے وید کی سچائی کی یہ ہی ایک دلیل کافی ہے کہ آریہ ورت کے کئی کروڑ آدمی ہزار ہا برسوں سے اس کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور ممکن نہیں کہ یہ عزت کسی ایسے کلام کو دی جائے جو کسی مفتری کا کلام ہے۔

قرآن کی تعلیم

اور پھر جبکہ ہم باوجود ان تمام مشکلات کے خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اس کی تعلیم میں غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں کی غلطیاں سمجھتے ہیں تو پھر قرآن شریف جو اوّل سے آخر تک توحید سے بھرا ہوا ہے اور کسی جگہ اس میں سورج اور چاند وغیرہ کی پرستش کی تعلیم نہیں دی بلکہ صاف لفظوں میں فرمایا ہے لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ (حٰم سجدہ:۳۸) یعنی نہ سورج کی پرستش کرو اور نہ چاند کی اور نہ کسی اور مخلوق کی اور اس کی پرستش کرو جس نے تمہیں پیدا کیا علاوہ اس کے قرآن شریف خدا کے قدیم نشانوں اور تازہ نشانوں کی گواہی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور خدا کا وجود دکھلانے کے لئے ایک آئینہ ہے۔ پھر کیوں وحشیانہ طور کے اس پر حملے کئے جائیں اور کیوں وہ معاملہ ہم سے نہیں کیا جاتا جو ہم آریہ صاحبوں سے کرتے ہیں۔ اور کیوں دشمنی اور عداوت کا تخم ملک میں بویا جاتا ہے۔ کیا اُمید کی جاتی ہے کہ اس کا نتیجہ اچھا ہوگا؟ کیا یہ نیک معاملہ ہے کہ ایک شخص جو پھول دیتا ہے اس پر پتھر پھینکا جائے اور جو دودھ پیش کرتا ہے اس پر پیشاب گرایا جائے۔

صلح کی تجویز

اگر اس قسم کی صلح تام کے لئے ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان تیار ہوں کہ وہ ہمارے **نبی صلی اللہ علیہ وسلم** کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین اور تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو

تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی۔ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کردیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیش رَو کی خدمت میں پیش کریں گے......لیکن یہ ضروری ہوگا کہ معاہدہ کی تحریر کو پختہ کرنے کے لئے دونوں فریق کے دس دس ہزار سمجھ دار لوگوں کے اس پر دستخط ہوں۔

پیارو!! صُلح جیسی کوئی بھی چیز نہیں۔آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ سے ایک ہوجائیں اور ایک قوم بن جائیں۔آپ دیکھتے ہیں کہ باہمی تکذیب سے کس قدر پھوٹ پڑ گئی ہے اور ملک کو کس قدر نقصان پہنچتا ہے آؤ اب یہ بھی آزمالو کہ باہمی تصدیق کی کس قدر برکات ہیں۔ بہترین طریق صلح کا یہی ہے۔ ورنہ کسی دوسرے پہلو سے صلح کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ ایک پھوڑے کو جو شفاف اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے اسی حالت میں چھوڑ دیں اور اس کی ظاہری چمک پر خوش ہوجائیں حالانکہ اس کے اندر سڑی ہوئی اور بدبودار پیپ موجود ہے۔

مجھے اس جگہ ان باتوں کے ذکر کرنے سے کچھ غرض نہیں کہ وہ نفاق اور فساد جو ہندو اور مسلمانوں میں آج کل بڑھتا جاتا ہے اس کے وجوہ صرف مذہبی اختلافات تک محدود نہیں ہیں بلکہ دوسری اغراض اس کی وجوہ ہیں جو دنیا کی خواہشوں اور معاملات سے متعلق ہیں۔مثلاً ہندوؤں کو ابتداء سے یہ خواہش ہے کہ گورنمنٹ اور ملک کے معاملات میں ان کا دخل ہو یا کم سے کم یہ کہ ملک داری کے معاملات میں ان کی رائے لی جائے اور گورنمنٹ ان کی ہر ایک شکایت کو توجہ سے سُنے۔اور بڑے بڑے گورنمنٹ کے عہدے انگریزوں کی طرح ان کو بھی ملا کریں۔مسلمانوں سے یہ غلطی ہوئی کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوئے اور خیال کیا کہ ہم تعداد میں کم ہیں اور یہ سوچا کہ ان تمام کوششوں کا اگر کچھ فائدہ ہے تو وہ ہندوؤں کے لئے ہے نہ کہ مسلمانوں کے لئے اس لئے نہ صرف شراکت سے دستکش رہے۔بلکہ مخالفت کرکے ہندوؤں کی کوشش کے سدِّ راہ ہوئے جس سے رنجش بڑھ گئی۔

مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ ان وجوہ سے بھی اصل عداوت پر حاشیے چڑھ گئے ہیں۔مگر مَیں ہرگز تسلیم نہیں کروں گا کہ اصل وجوہ یہی ہیں اور مجھے ان صاحبوں سے اتفاق رائے نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کی باہمی عداوت اور نفاق کا باعث مذہبی تنازعات نہیں ہیں اصل تنازعات پولیٹکل ہیں۔

اختلافات کی اصل وجہ

صاحبو! اس کا باعث دراصل مذہب ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں اگر آج وہی ہندو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر مسلمانوں سے آکر بغلگیر ہوجائیں یا مسلمان ہی ہندو بن کر اگنی وایو وغیرہ کی پرستش وید کے حکم کے موافق شروع کردیں اور اسلام کو الوداع کہہ دیں تو جن تنازعات کا نام پولیٹکل رکھتے ہیں وہ ایک دم میں ایسے معدوم ہوجائیں کہ گویا کبھی نہ تھے۔

پس اس سے ظاہر ہے کہ تمام بغضوں اور کینوں کی جڑھ دراصل اختلافِ مذہب ہے۔یہی اختلاف مذہب قدیم سے جب انتہا تک پہنچتا رہا ہے تو خون کی ندیاں بہاتا رہا ہے۔ اے مسلمانو! جبکہ ہندو صاحبان تمہیں بوجہ اختلاف مذہب کے ایک غیر قوم جانتے ہیں اور تم بھی اس وجہ سے ان کو ایک غیر قوم خیال کرتے ہو پس جب تک اس سبب کا ازالہ نہ ہوگا۔کیونکر تم میں اور ان میں سچی صفائی پیدا ہوسکتی ہے۔ہاں ممکن ہے کہ منافقانہ طور پر باہم چندروز کے لئے میل جول بھی ہوجائے۔مگر وہ دلی صفائی جس کو درحقیقت صفائی کہنا چاہئے صرف اسی حالت میں پیدا ہوگی جبکہ آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کرلوگے اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دُور کرکے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرلیں گے۔یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تم میں اور ہندو صاحبوں میں سچی صلح کرانے والا صرف یہی ایک اصول اور یہی ایک ایسا پانی ہے جو کدورتوں کو دھودے گا اور اگر وہ دن آگئے ہیں کہ یہ دونوں بچھڑی ہوئی قومیں باہم مل جائیں تو خدا ان کے دلوں کو بھی اس بات کے لئے کھول دے گا جس کے لئے ہمارا دل کھول دیا ہے۔

گئو رَکشا

مگر اس کے ساتھ ضرور ہوگا کہ ہندو صاحبان کے ساتھ سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ اور سلوک اور مروّت اپنی عادت کرو اور ایسے کاموں سے اپنے تئیں باز رکھو جن سے اُن کو دُکھ پہنچے مگر وہ کام ہمارے مذہب میں نہ واجبات سے ہوں اور نہ فرائض مذہب سے۔ پس اگر ہندو صاحبان اپنے صدق دل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مان لیں اور ان پر ایمان لاویں تو یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے اس کو بھی درمیان سے اُٹھا دیا جائے۔ جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں۔ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اس کو استعمال بھی کریں۔بہتیری ایسی چیزیں ہیں کہ ہم حلال تو جانتے ہیں۔مگر کبھی ہم نے استعمال نہیں کیں ان سے سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنا ہمارے دین کی وصایا میں سے ایک وصیت ہے خدا کو واحد لاشریک جاننا پس ایک ضروری اور مفید کام کیلئے غیر ضروری کو ترک کرنا خدا کی شریعت کے مخالف نہیں۔حلال جاننا اور چیز ہے اور استعمال کرنا اور چیز۔دین یہ ہے کہ خدا کی منہیات سے پرہیز کرنا اور اس کی رضامندی کی راہوں کی طرف دوڑنا اور اس کی تمام مخلوق سے نیکی اور بھلائی کرنا اور ہمدردی سے پیش آنا اور دنیا کے تمام مقدس نبیوں اور رسولوں کو اپنے اپنے وقت میں خدا کی طرف سے نبی اور مصلح ماننا اور اُن میں تفرقہ نہ ڈالنا اور ہر ایک نوعِ انسان سے خدمت کے ساتھ پیش آنا ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے۔

پاک مذہب

مَیں اس وقت کسی خاص قوم کو بے وجہ ملامت کرنا نہیں چاہتا اور نہ کسی کا دل دکھانا چاہتا ہوں بلکہ نہایت افسوس سے آہ کھینچ کر مجھے یہ کہنا پڑا ہے کہ اسلام وہ پاک اور صلح کار مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی۔اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا اور تمام دنیا میں یہ فخر خاص قرآن شریف کو حاصل ہے جس نے دنیا کی نسبت ہمیں یہ تعلیم دی کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ یعنی تم اَے مسلمانو! یہ کہو کہ ہم دُنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں یہ تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو ردّ کردیں۔اگر ایسی صلحکار کوئی اور الہامی کتاب ہے تو اس کا نام لو۔قرآن شریف نے خدا کی عامہ رحمت کو کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔اسرائیلی خاندان کے جتنے نبی تھے کیا یعقوبؑ اور کیا اسحاقؑ اور کیا موسیٰؑ اور کیا داؤدؑ اور کیا عیسیٰؑ سب کی نبوت کو مان لیا اور ہر ایک قوم کے نبی خواہ ہند میں گذرے ہیں اور خواہ فارس میں کسی کو مکار اور کذاب نہیں کہا۔ بلکہ صاف طور پر کہہ دیا کہ ہر ایک قوم اور بستی میں نبی گذرے ہیں اور تمام قوموں کے لئے صلح کی بنیاد ڈالی مگر افسوس کہ اس صلح کے نبی کو ہر یک قوم گالی دیتی ہے اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔

دُشمنی کا بیج

اَے ہم وطن پیارو! مَیں نے یہ بیان آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں کیا کہ مَیں آپ کو دُکھ دوں یا آپ کی دل شکنی کروں۔بلکہ میں نہایت نیک نیتی سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن قوموں نے یہ عادت اختیار کر رکھی ہے اور یہ ناجائز طریق اپنے مذہب میں اختیار کرلیا ہے کہ دوسری قوموں کے نبیوں کو بدگوئی اور دشنام دہی کے ساتھ یاد کریں۔وہ نہ صرف بے جا مداخلت سے جسکے ساتھ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔خدا کے گنہگار ہیں بلکہ وہ اس گنہ کے بھی مُرتکب ہیں کہ بنی نوع میں نفاق اور دُشمنی کا بیج بوتے ہیں۔آپ دل تھام کر اس

بات کا مجھے جواب دیں کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے یا اس کی ماں پر کوئی تہمت لگاوے تو کیا وہ اپنے باپ کی عزت پر آپ حملہ نہیں کرتا اور اگر وہ شخص جس کو ایسی گالی دی گئی ہے جواب میں اسی طرح گالی سنادے تو کیا یہ کہنا بے محل ہوگا کہ بالمقابل گالی دیئے جانے کا دراصل وہی شخص موجب ہے جس نے گالی دینے میں سبقت کی اور اس صورت میں وہ اپنے باپ اور ماں کی عزت کا خود دشمن ہوگا۔

بُتوں کو بھی گالیاں دینے کی ممانعت

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس قدر ہمیں طریق ادب اور اخلاق کا سبق سکھلایا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورہ الانعام:۱۰۹) یعنی تم مشرکوں کے بتوں کو بھی گالی مت دو کہ وہ پھر تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے کیونکہ وہ اس خدا کو جانتے نہیں۔ اب دیکھو کہ باوجودیکہ خدا کی تعلیم کی رُو سے بُت کچھ چیز نہیں ہیں مگر پھر بھی خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھلاتا ہے کہ بُتوں کی بدگوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو اور صرف نرمی سے سمجھاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مشتعل ہوکر خدا کو گالیاں نکالیں اور ان گالیوں کے تم باعث ٹھہر جاؤ۔ پس ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اسلام کے اس عظیم الشان نبی کو گالیاں دیتے اور توہین کے الفاظ سے اس کو یاد کرتے اور وحشیانہ طریقوں سے اس کی عزت اور چال چلن پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ بزرگ نبی جس کا نام لینے سے اسلام کے عظیم الشان بادشاہ تخت سے اُتر آتے ہیں اور اس کے احکام کے آگے سر جھکاتے اور اپنے تئیں اس کے ادنیٰ غلاموں سے شمار کرتے ہیں کیا یہ عزت خدا کی طرف سے نہیں۔ خداداد عزّت کے مقابل پر تحقیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے لڑنا چاہتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وہ برگزیدہ رسول ہیں جن کی تائید اور عزت ظاہر کرنے کے لئے خدا نے دنیا کو بڑے بڑے نمونے دکھائے ہیں کیا یہ خدا کے ہاتھ کا کام نہیں جس نے بیس کروڑ انسانوں کا محمدی درگاہ پر سر جھکا رکھا ہے۔ اگرچہ ہر ایک نبی اپنی نبوت کی سچائی کے لئے کچھ ثبوت رکھتا تھا۔ لیکن جس قدر ثبوت آنجناب کی نبوت کے بارے میں ہیں جو آج تک ظاہر ہورہے ہیں اُن کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی۔

رحمت کا تقاضا

آپ لوگ اس دلیل کو نہیں سمجھ سکتے! کہ جب زمین گناہ اور پاپ سے پلید ہوجاتی ہے اور خدا کے ترازو میں بدکاریاں اور بدچلنیاں اور بے باکیاں نیک کاموں سے بہت بڑھ جاتی ہیں تب خدا کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ ایسے وقت میں کسی اپنے بندے کو بھیج کر زمین کے فسادوں کی اصلاح کی جائے۔ بیماری طبیب کو چاہتی ہے اور آپ لوگ اس بات کے سمجھنے کے لئے سب سے زیادہ استعداد رکھتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ بقول آپ صاحبوں کے وید ایسے وقت میں نہیں آیا جبکہ گناہ کا طوفان برپا تھا بلکہ ایسے وقت میں آیا جبکہ زمین پر گناہ کا کوئی سیلاب نہ تھا۔ تو کیا آپ صاحبوں کی نظر میں یہ بات قیاس سے دُور ہے کہ ایسے وقت میں کوئی نبی ظاہر ہو۔ جبکہ گناہ کا تُند سیلاب ہر ایک ملک میں اپنی تیز رفتار کے ساتھ جاری ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی

مَیں نہیں اُمید رکھتا کہ آپ لوگ اس تاریخی واقعہ سے بے خبر ہوں گے کہ جب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسندِ رسالت کو اپنے وجود سے عزت دی تو وہ زمانہ ایک ایسا تاریک زمانہ تھا کہ کوئی پہلو دنیا کی آبادی کا بدچلنی اور بدعقیدگی سے خالی نہ تھا اور جیسا کہ پنڈت دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں اس ملک آریہ ورت میں بھی بُت پرستی نے خدا پرستی کی جگہ لے لی تھی اور ویدک مذہب میں بہت سا بگاڑ ہوگیا تھا۔

ایسا ہی پادری فنڈل صاحب مصنف میزان الحق جو عیسائی مذہب کا سخت حامی ایک یورپین انگریز ہے۔ وہ اپنی کتاب میزان الحق میں لکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سب قوموں سے زیادہ بگڑی ہوئی قوم عیسائی قوم تھی اور ان کی بدچلنیاں عیسائی مذہب کی عار اور ننگ کا موجب تھیں اور خود قرآن شریف بھی اپنے نزول کی ضرورت کے لئے یہ آیت پیش کرتا ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

(سورہ روم:۴۲)

یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی قوم خواہ وحشیانہ حالت رکھتی ہے اور خواہ عقلمندی کا دعویٰ کرتی ہے فساد سے خالی نہیں۔

اب جبکہ تمام شہادتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ کیا مشرقی اور کیا مغربی اور کیا آریہ ورت کے رہنے والے اور کیا عرب کے ریگستان کے باشندے اور کیا جزیروں میں اپنی سکونت رکھنے والے سب کے سب بگڑ گئے تھے اور ایک بھی نہیں تھا جس کا خدا کے ساتھ تعلق صاف ہو اور بدعملیوں نے زمین کو ناپاک کردیا تھا تو کیا ایک عقلمند کو یہ بات سمجھ نہیں آسکتی کہ یہ وہی وقت اور وہی زمانہ تھا جس کی نسبت عقل تجویز کرسکتی ہے کہ ایسے تاریک زمانہ میں ضرور کوئی عظیم الشان نبی آنا چاہئے تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اصلاح

پہلا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرب کی اصلاح تھی اور عرب کا ملک اس زمانہ میں ایسی حالت میں تھا کہ بمشکل کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان تھے۔ کون سی بدی تھی جو ان میں نہ تھی اور کون سا شرک تھا جو ان میں رائج نہ تھا۔ چوری کرنا ڈاکہ مارنا ان کا کام تھا اور ناحق کا خون کرنا ان کے نزدیک ایک ایسا معمولی کام تھا جیسا کہ ایک چیونٹی کو پیروں کے نیچے کچل دیا جائے۔ یتیم بچوں کو قتل کرکے ان کا مال کھا لیتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ بگور کرتے تھے۔ زناکاری کے ساتھ فخر کرتے اور علانیہ اپنے قصیدوں میں ان گندی باتوں کا ذکر کرتے تھے شراب خوری اس قوم میں اس کثرت سے تھی کہ کوئی گھر بھی شراب سے خالی نہ تھا اور قمار بازی میں سب ملکوں سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حیوانوں کی عار تھے اور سانپوں اور بھیڑیوں کی ننگ۔

پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی باطنی توجہ سے ان کے دلوں کو صاف کرنا چاہا تو اُن میں تھوڑے ہی دنوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہوگئی کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے اور پھر انسان سے مہذب انسان اور مہذب انسان سے باخدا انسان اور آخر خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسے محو ہوگئے کہ انہوں نے ایک بے حِس عضو کی طرح ہر ایک دُکھ کو برداشت کیا۔ وہ انواع اقسام کی تکالیف سے عذاب دیئے گئے اور سخت بیدردی سے تازیانوں سے مارے گئے اور جلتی ہوئی ریت پر لٹائے گئے اور قید کئے گئے اور بھوکے اور پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہنچائے گئے مگر انہوں نے ہر ایک مصیبت کے وقت قدم آگے رکھا۔ اور بہتیرے ان میں ایسے تھے کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے اور بہتیرے ایسے تھے کہ بچوں کے سامنے وہ سولی دیئے گئے اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں اس کا تصور کرکے رونا آتا ہے۔ اگر ان کے دلوں پر یہ خدا کا تصرف اور اس کے نبی کی توجہ کا اثر نہ تھا تو پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا اور ایک فوق العادت تبدیلی پیدا کرکے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی کہ جو بے کس اور مسکین اور بے زری کی حالت میں مکہ کی گلیوں میں اکیلا اور تنہا پھرتا تھا۔ آخر کوئی روحانی طاقت تھی جو ان کو سفلی مقام سے اٹھا کر اوپر کو لے گئی اور عجیب تر بات یہ ہے کہ اکثر ان کے ان کی کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن اور آنجناب کے خون کے پیاسے تھے پس میں تو اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہیں سمجھتا کہ کیونکر ایک غریب مفلس تنہا بے کس نے ان کے دلوں کو ہر ایک کینہ سے پاک کرکے اپنی طرف کھینچ لیا یہاں تک کہ وہ فخریہ لباس پھینک کر اور ٹاٹ پہن کر خدمت میں حاضر ہوگئے۔

جہاد کا غلط تصور

بعض ناسمجھ جو اسلام پر جہاد کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ جبرًا تلوار سے مسلمان کئے گئے تھے۔افسوس ہزار افسوس کہ وہ اپنی بے انصافی اور حق پوشی میں حد سے گذر گئے ہیں۔ ہائے افسوس ان کو کیا ہوگیا کہ وہ عمدًا صحیح واقعات سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ملک میں ایک بادشاہ کی حیثیت سے ظہور فرما نہیں ہوئے تھے تا یہ گمان کیا جاتا کہ چونکہ وہ بادشاہی جبروت اور شوکت اپنے ساتھ رکھتے تھے اس لئے لوگ جان بچانے کے لئے ان کے جھنڈے کے نیچے آگئے تھے۔ پس سوال تو یہ ہے کہ جبکہ آپ نے اپنی غریبی اور مسکینی اور تنہائی کی حالت میں خدا کی توحید اور اپنی نبوت کے بارے میں منادی شروع کی تھی تو اس وقت کس تلوار کے خوف سے لوگ آپؐ پر ایمان لے آئے تھے اور اگر ایمان نہیں لائے تھے تو پھر جبر کرنے کے لئے کس بادشاہ سے کوئی لشکر مانگا گیا تھا اور مدد طلب کی گئی تھی۔ اے حق کے طالبو! تم یقینا سمجھو کہ یہ سب باتیں اُن لوگوں کی افترا ہیں جو اسلام کے سخت دشمن ہیں۔

سوانح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہوگیا اور ماں صرف چند سال کا بچہ چھوڑ کر مر گئی تھی۔ تب وہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا اور اس مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں اور بجز خدا کے کوئی متکفل نہ تھا اور پچیس برس تک پہنچ کر کسی چچا نے بھی آپ کو اپنی لڑکی نہ دی۔ کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا۔ آپ اس لائق نہ تھے کہ خانہ داری کے اخراجات کے متحمل ہوسکیں اور نیز محض اُمّی تھے اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے۔ پھر جب آپ چالیس برس کے سن تک پہنچے تو ایک دفعہ آپ کا دل خدا کی طرف کھینچا گیا۔ ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے جس کا نام حِرا ہے۔ آپؐ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھُپ جاتے اور خدا کو یاد کرتے۔ ایک دن اُسی غار میں آپؐ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے تب خدا تعالیٰ آپؐ پر ظاہر ہوا اور آپؐ کو حکم ہوا کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے اور زمین گناہ سے آلودہ ہوگئی ہے اس لئے میں تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجتا ہوں۔ اب تُو لوگوں کو متنبہ کر کہ وہ عذاب سے پہلے خدا کی طرف رجوع کریں۔ اس حکم کے سُننے سے آپؐ ڈرے کہ مَیں ایک اُمّی یعنی ناخواندہ آدمی ہوں اور عرض کیا کہ مَیں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب خدا نے آپؐ کے سینہ میں تمام روحانی علوم بھر دیئے اور آپؐ کے دل کو روشن کر دیا۔ آپؐ کی قوتِ قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپؐ کے حلقہ اطاعت میں آنے شروع ہوگئے اور جو بڑے بڑے آدمی تھے اُنہوں نے دشمنی پر کمر باندھ لی۔ یہاں تک کہ آخر کار آپؐ کو قتل کرنا چاہا اور کئی مَرد اور کئی عورتیں بڑے عذاب کے ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ اور آخری حملہ یہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جس کو خدا بچاوے اس کو کون مارے۔ خدا نے آپؐ کو اپنی وحی سے اطلاع دی کہ آپؐ اس شہر سے نکل جاؤ اور مَیں ہر قدم میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ پس آپؐ شہر مکہ سے ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر نکل آئے اور تین رات تک غارِ ثور میں چھُپے رہے۔ دُشمنوں نے تعاقب کیا اور ایک سراغ رساں کو لے کر غار تک پہنچے اس شخص نے غار تک قدم کا نشان پہنچا دیا اور کہا کہ اس غار میں تلاش کرو۔ اس کے آگے قدم نہیں۔ اور اگر اس کے آگے گیا ہے تو پھر آسمان پر چڑھ گیا ہوگا۔ مگر خدا کی قدرت کے عجائبات کی کون حد بست کر سکتا ہے۔ خدا نے ایک ہی رات میں یہ قدرت نمائی کی کہ عنکبوت نے اپنی جالی سے غار کا تمام مُنہ بند کر دیا اور ایک کبوتری نے غار کے مُنہ پر گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے۔ اور جب سراغ رساں نے لوگوں کو غار کے اندر جانے کی ترغیب دی تو ایک بڈھا آدمی بولا کہ یہ سراغ رساں تو پاگل ہوگیا ہے۔ مَیں تو اس جالی کو غار کے مُنہ پر اُس زمانہ سے دیکھ رہا ہوں جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس بات کو سُن کر سب لوگ منتشر ہوگئے اور غار کا خیال چھوڑ دیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ طور پر مدینہ پہنچے اور مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ کو قبول کر لیا۔ اس پر مکہ والوں کا غضب بھڑکا اور افسوس کیا کہ ہمارا شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور پھر کیا تھا دن رات انہیں منصوبوں میں لگے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ اور کچھ تھوڑا گروہ مکہ والوں کا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا وہ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے۔ بعض نے حبشہ کے بادشاہ کی پناہ لے لی تھی اور بعض مکہ میں ہی رہے کیونکہ وہ سفر کرنے کے لئے زادِ راہ نہیں رکھتے تھے، اور وہ بہت دُکھ دیئے گئے۔ قرآن شریف میں ان کا ذکر ہے کہ کیونکر وہ دن رات فریاد کرتے تھے۔

اور جب کفّار قریش کا حد سے زیادہ ظلم بڑھ گیا اور اُنہوں نے غریب عورتوں اور یتیم بچوں کو قتل کرنا شروع کیا اور بعض عورتوں کو ایسی بے دردی سے مارا کہ ان کی دونوں ٹانگیں دو رسّوں سے باندھ کر دو اُونٹوں کے ساتھ وہ رسّے خوب جکڑ دیئے اور پھر ان اُونٹوں کو دو مختلف جہات میں دوڑایا اور اس طرح پر وہ عورتیں دو ٹکڑے ہو کر مر گئیں۔

جب بے رحم کافروں کا ظلم اس حد تک پہنچ گیا۔ خدا نے جو آخر اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، اپنے رسول پر وحی نازل کی کہ مظلوموں کی فریاد میرے تک پہنچ گئی۔ آج مَیں اجازت دیتا ہوں کہ تم بھی ان کا مقابلہ کرو اور یاد رکھو کہ جو لوگ بے گناہ لوگوں پر تلوار اُٹھاتے ہیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے جائیں گے۔ مگر تم کوئی زیادتی مت کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

دین میں جبر نہیں

یہ ہے حقیقت اسلام کے جہاد کی۔ جس کو نہایت ظلم سے بُرے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ بے شک خدا حلیم ہے مگر جب کسی قوم کی شرارت حد سے گزر جاتی ہے تو وہ ظالم کو بے سزا نہیں چھوڑتا اور آپ ان کے لئے تباہی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ مَیں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے :

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:۲۵۷)

یعنی دین اسلام میں جبر نہیں تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا اور جبر کے کون سے سامان تھے اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کئے جاتے ہیں ان کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے کے باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمن کو شکست دے دیں۔ اور دین کو دشمن کے حملہ سے بچانے کیلئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں اور خدا کی توحید کے پھیلانے کے لئے ایسے عاشق ہوں کہ درویشانہ طور پر سختی اُٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں اور اس ملک میں اسلام کو پھیلا دیں اور پھر ہر یک قسم کی صعوبت اُٹھا کر چین تک پہنچیں۔ نہ جنگ کے طور پر بلکہ محض درویشانہ طور پر اور اس ملک میں پہنچ کر دعوت اسلام کریں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بابرکت وعظ سے کئی کروڑ مسلمان اس زمین میں پیدا ہو جائیں۔ اور پھر ٹاٹ پوش درویشوں کے رنگ میں ہندوستان میں آئیں اور بہت سے حصہ آریہ ورت کو اسلام سے مشرف کر دیں اور یورپ کی حدود تک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی آواز پہنچا دیں۔ تم ایمانًا کہو کہ کیا یہ کام ان لوگوں کا ہے جو جبرًا مسلمان کئے جاتے ہیں جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے۔ نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نور ایمان سے بھر جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا ہی خدا ہوتا ہے۔

اسلام کی تعلیم

پھر ہم اس طرف رجوع کرتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ واضح ہو کہ اسلام کا بڑا بھاری مقصد خدا کی توحید اور جلال زمین پر قائم کرنا اور شرک کا بکلی استیصال کرنا ور تمام

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”سانپ کے زہر کی طرح انسان میں بھی زہر ہے اس کا تریاق دُعا ہے جس کے ذریعہ سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے“ (ملفوظات جلد سوئم صفحہ ۴۸۵)

منجانب: امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

متفرق فرقوں کو ایک کلمہ پر قائم کر کے ان کو ایک قوم بنا دینا ہے۔ اور پہلے مذاہب جس قدر دنیا میں گزرے ہیں اور جس قدر نبی اور رسول آئے ہیں ان کی نظر صرف اپنی قوم اور اپنے ملک تک محدود تھی۔ اور اگر انہوں نے کچھ اخلاق بھی سکھلائے تھے تو اس اخلاقی تعلیم سے ان کا مقصد اس سے زیادہ نہ تھا کہ اپنی ہی قوم کو ان کے اخلاق سے بہرہ یاب کریں۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ نے صاف صاف کہہ دیا کہ میری تعلیم صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے۔ اور جب ایک عورت نے جو اسرائیلی خاندان میں داخل نہ تھی بڑی عاجزی سے ان سے ہدایت چاہی تو انہوں نے اس کو ردّ کیا۔ اور پھر وہ غریب عورت کُتیا سے اپنے تئیں مشابہت دے کر دوبارہ ہدایت کی مستدعی ہوئی تو وہی جواب اسکو ملا کہ میں صرف اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ آخر وہ چپ رہ گئی۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں نہیں کہا کہ میں صرف عرب کے لئے بھیجا گیا ہوں بلکہ قرآن شریف میں یہ ہے:

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا (اعراف:۱۵۹)

یعنی لوگوں سے کہہ دے کہ میں تمام دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ مگر یاد رہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا اس عورت کو صاف جواب دینا یہ ایسا امر نہیں ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰؑ کا کوئی گناہ تھا بلکہ عام ہدایت کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم تھا کہ تم خاص بنی اسرائیل کے لئے بھیجے گئے ہو۔ اَوروں سے تمہیں کچھ غرض نہیں۔ پس جیسا کہ ابھی مَیں نے بیان کیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی اخلاقی تعلیم بھی محض یہودیوں تک محدود تھی۔ بات یہ تھی کہ توریت میں یہ احکام تھے کہ دانت کے بدلہ دانت اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک۔ اور اس تعلیم سے صرف یہ غرض تھی کہ تا یہودیوں میں عدل کا مسئلہ قائم کیا جائے۔ اور تعدّی اور زیادتی سے روکا جائے۔ چونکہ بباعث اس کے کہ وہ چار سو برس تک غلامی میں رہ چکے تھے، ان میں ظلم اور سفلہ پن کی خصلتیں بہت پیدا ہوگئی تھیں پس خدا کی حکمت نے یہ تقاضا کیا کہ جیسا کہ انتقام اور بدلہ لینے میں ان کی فطرتوں میں ایک تشدد تھا اس کے دُور کرنے کے لئے ایک تشدد کے ساتھ اخلاقی تعلیم پیش کی جائے۔ سو وہ اخلاقی تعلیم انجیل ہے جو صرف یہودیوں کے لئے ہے نہ تمام دنیا کے لئے کیونکہ دوسری قوموں کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو کچھ بھی غرض نہ تھی۔

مگر واقعی بات یہ ہے کہ اس تعلیم میں جو حضرت عیسیٰؑ نے پیش کی صرف یہی نقص نہیں کہ وہ دنیا کی عام ہمدردی پر مبنی نہیں بلکہ ایک یہ بھی نقص ہے کہ جیسا کہ توریت تشدد و انتقام کی تعلیم میں افراط کی طرف مائل ہے ایسا انجیل عفو اور درگذر کی تعلیم میں تفریط کی طرف جھک گئی ہے اور ان دونوں کتابوں نے انسانی درخت کی تمام شاخوں کا کچھ لحاظ نہیں کیا بلکہ اس درخت کی ایک شاخ کو تو توریت پیش کرتی ہے اور دوسری شاخ انجیل کے ہاتھ میں ہے اور دونوں تعلیمیں اعتدال سے گری ہوئی ہیں کیونکہ جیسا کہ ہر وقت اور ہر موقعہ پر انتقام لینا اور سزا دینا قرین مصلحت نہیں۔ ایسا ہی ہر وقت اور ہر موقعہ پر عفو اور درگذر کرنا انسانی تربیت کے مصالح سے بالکل مخالف ہے۔ اسی وجہ سے قرآن شریف نے ان دونوں تعلیموں کو ردّ کر کے یہ فرمایا ہے جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُہَا فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ (الشوریٰ:۴۱) یعنی بدی کا بدلہ اسی قدر بدی ہے جو کی جائے۔ جیسا کہ توریت کی تعلیم ہے مگر جو شخص عفو کرے جیسا کہ انجیل کی تعلیم ہے تو اس صورت میں وہ عفو مستحسن اور جائز ہوگی جبکہ کوئی نیک نتیجہ اس کا مرتّب ہو اور جس کو معاف کیا گیا کوئی اصلاح اس کی اس عفو سے متصور ہو ورنہ قانون یہی ہے جو توریت میں مذکور ہے۔

❁❁❁

ہمارا طریق نرمی ہے　(مسیح موعودؑ)

''یہ بھی یاد رکھو ہمارا طریق نرمی ہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ اپنے مخالفوں کے مقابل پر نرمی سے کام لیا کرے۔ تمہاری آواز تمہارے مقابل کی آواز سے بلند نہ ہو۔ اپنی آواز اور لہجہ کو ایسا بناؤ کہ کسی دل کو تمہاری آواز سے صدمہ نہ ہووے۔ ہم قتل اور جہاد کے واسطے نہیں آئے بلکہ ہم تو مقتولوں اور مُردہ دلوں کو زندہ کرنے اور ان میں زندگی کی روح پھونکنے کو آئے ہیں۔ تلوار سے ہمارا کاروبار نہیں نہ یہ ہماری ترقی کا ذریعہ ہے ہمارا مقصد نرمی سے ہے اور نرمی سے اپنے مقاصد کی تبلیغ ہے۔ غلام کو وہی کرنا چاہئے جو اس کا آقا اس کو حکم کرے۔ جب خدا نے ہمیں نرمی کی تعلیم دی ہے۔ تو ہم کیوں سختی کریں۔ ثواب تو فرماں برداری میں ہوتا ہے۔ اور دین تو سچی اطاعت کا نام ہے نہ یہ کہ اپنے نفس اور ہوا و ہوس کی تابعداری سے جوش دکھاویں۔

یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آکر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹ لطائف کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کئے جاتے ہیں۔ غضب اور حکمت دونو جمع نہیں ہو سکتے جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اس کی عقل موٹی اور فہم کُند ہوتا ہے۔ اس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نُصرت نہیں دیئے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔

ہماری جماعت کو چاہئے کل ناکردنی افعال سے دور رہا کریں۔ وہ شاخ جو اپنے تنے اور درخت سے سچا تعلق نہیں رکھتی وہ بے پھل رہ جاتی ہے۔ سو دیکھو اگر تم لوگ ہمارے اصل مقصد کو نہ سمجھو گے اور شرائط پر کاربند نہ ہو گے تو ان وعدوں کے وارث تم کیسے بن سکتے ہو جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں۔

جسے نصیحت کرنی ہو اسے زبان سے کرو۔ ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرایہ میں ادا کرنے سے ایک شخص کو دشمن بنا سکتی ہے اور دوسرے پیرایہ میں دوست بنا دیتی ہے۔ پس وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ (النحل:126) کے موافق اپنا عمل درآمد رکھو۔ اسی طرز کلام ہی کا نام خدا نے حکمت رکھا ہے چنانچہ فرماتا ہے یُّؤۡتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ (البقرۃ :270) مگر یاد رکھو جیسی یہ باتیں حرام ہیں ویسے ہی نفاق بھی حرام ہے۔ اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ کہیں پیرایہ ایسا نہ ہو جاوے کہ اس کا رنگ نفاق سے مشابہ ہو۔ موقعہ کے موافق ایسی کارروائی کرو جس سے اصلاح ہوتی ہو۔ تمہاری نرمی ایسی نہ ہو کہ نفاق بن جاوے اور تمہارا غضب ایسا نہ ہو کہ بارود کی طرح جب آگ لگے تو ختم ہونے میں ہی نہیں آتی۔ بعض لوگ تو غصہ سے سودائی ہو جاتے ہیں اور اپنے ہی سر میں پتھر مار لیتے ہیں۔ اگر ہمیں کوئی گالی دیتا ہے تب بھی صبر کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب کسی کے پیر و مرشد کو گالیاں دی جاویں یا اس کے رسول کو ہتک آمیز کلمے کہے جاویں تو کیسا جوش ہوتا ہے مگر تم صبر کرو اور حلم سے کلام کرو۔

ایسا نہ ہو کہ تمہارا اس وقت کا غصہ کوئی خرابی پیدا کر دے جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو یا کوئی مقدمہ بنے جس سے سب کو تشویش ہو۔ سب نبیوں کو گالیاں دی گئی ہیں۔ یہ انبیاء کا ورثہ ہے۔ ہم اس سے کیونکر محروم رہ سکتے تھے۔ ایسے بن جاؤ کہ گویا مسلوب الغضب ہو تم کو گویا غضب کے قویٰ ہی نہیں دیئے گئے۔

دیکھو اگر کچھ بھی تاریکی کا حصہ ہے تو نور نہیں آئے گا۔ نُور اور ظُلمت جمع نہیں ہو سکتے۔ جب نُور آجائے گا تو ظلمت نہیں رہے گی۔ تم اپنے سارے ہی قویٰ کو پورے طور سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا دو جو جو کمی کسی قوت میں ہو اسے اس پان والے کی طرح جو گندے پان تلاش کر کے پھینک دیتا ہے اپنی گندی عادات کو نکال پھینکو اور سارے اعضاء کی اصلاح کر لو۔ یہ نہ ہو کہ نیکی کرو اور نیکی میں بدی ملا دو۔ توبہ کرتے رہو۔ استغفار کرو۔ دعا سے ہر وقت کام لو۔ ولی کیا ہوتے ہیں۔ یہی صفات تو اولیاء کے ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھ، ہاتھ، پاؤں غرض کوئی عضو ہو، مَنْشَاءِ اِلٰہی کے خلاف حرکت نہیں کرتے۔ خدا کی عظمت کا بوجھ ان پر ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا کی زیارت کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتے پس تم بھی کوشش کرو۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 103 تا 105 مطبوعہ ربوہ)

قیامِ امن کے متعلق

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خلفائے کرام کے ارشادات

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تم امن پسند جماعت بنو:

''دنیا کا کام امن پر موقوف ہے۔ اور اگر امن دنیا میں قائم نہ رہے تو کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ جس قدر امن ہوگا۔ اسی قدر اسلام ترقی کرے گا۔ اس لئے ہمارے نبی کریم ﷺ امن کے ہمیشہ حامی رہے۔ آپؐ نے طوائف الملوکی میں جو مکہ معظّمہ میں تھی اور عیسائی سلطنت کے تحت جو حبشہ میں تھی۔ ہم کو یہ تعلیم دی کہ غیر مسلم سلطنت کے ماتحت کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اس زندگی کے فرائض سے ''امن'' ہے۔ اگر امن نہ ہو تو کسی طرح کا کوئی کام دین و دنیا کا ہم عمدگی سے نہیں کر سکتے۔ اس واسطے میں تاکید کرتا ہوں کہ امن بڑھانے کی کوشش کرو اور امن کیلئے طاقت کی ضرورت ہے۔ وہ گورنمنٹ کے پاس ہے۔ میں خوشامد سے نہیں بلکہ حق پہنچانے کی نیت سے کہتا ہوں کہ تم امن پسند جماعت بنو تا تمہاری ترقی ہو اور تم چین سے زندگی بسر کرو۔

اس کا بدلہ مخلوق سے مت مانگو۔ اللہ سے اس کا بدلہ مانگو۔ اور یاد رکھو کہ بلا امن کوئی مذہب نہیں پھیلتا اور نہ پُھول سکتا ہے۔ میں اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت صاحب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کے اس احسان کے بدلہ میں ہم اگر امن کے قائم کرنے میں کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ اس کا نتیجہ ہم کو ضرور دے گا اور اگر ہم خلاف ورزی کریں تو اس کے بد نتیجے کا منتظر رہنا پڑے گا۔''

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ ۴۵۳۔۴۵۴)

یوم الدین پر ایمان:

''اخلاقی اور تمدنی حیثیت سے بھی یوم الدین پر ایمان کا قائم کرنا امن و امان کے قیام کے واسطے نہایت ضروری ہے۔ جو شخص اعمال کی جزا و سزا کا قائل نہیں۔ وہ بے دھڑک ہو کر جس کا مال چاہے گا ناجائز طور پر کھائے گا۔ ظاہری سلطنتیں دلوں کو درست کرنے سے قاصر ہیں۔ دلوں کو راہِ راست پر لانا صرف روحانی سلطنتوں کا کام ہے۔ جو انبیاء اور اولیا کے ذریعہ سے دنیا میں ہمیشہ قائم ہوتی ہیں۔'' (حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ ۴۷۷)

تم اللہ کی مخلوق کے ساتھ سچی محبت اور حقیقی شفقت کرو

''جس طرح سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرتا اور شفقت اور پیار کی نگاہ سے دیکھتا ہے تم بھی اس کی مخلوق کے ساتھ سچی محبت اور حقیقی شفقت کرو اور رحم اور ہمدردی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرو۔......

خدا تعالیٰ کی صفت ہے کہ بدکار اور غافل بھی اس کی ربوبیت سے فیض پاتے ہیں اور حصہ لیتے ہیں۔ پس تم بھی خدا کی مخلوق کے ساتھ مہربانی، نیکی اور سلوک کرنے میں مسلم، غیر مسلم کی قید اٹھا دو اور تمام بنی نوع انسان سے جہاں تک ممکن ہو احسان کرو۔ خدا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ہے۔ یہ بھی رَحِیْمٌ لِّلْعَالَمِیْنَ ہو جاوے۔ پس یہ تقویٰ ہے۔''

(خطبات نور صفحہ 3)

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ۔ اس کا معنی ہے اور آپس میں تنازعہ مت کرو۔ اگر کرو گے تو پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا (قوّت، طاقت، رعب، نفاذِ حکم) بگڑ جائے گی سو حکم کی خلاف ورزی کا صحیح نتیجہ نکلا۔ نہی کا منشاء تھا کہ باہم پھوٹ نہ کرنا۔ پس جب نہی کی خلاف ورزی ہوئی۔ اس کا ثمرہ ملا۔ اب بھی بعض ریاستیں صرف اس لئے قائم ہیں کہ برباد شدہ ریاستوں کی وجوہِ بربادگی بیان کریں۔ مگر اسلامی یک جہتی، وحدت کتاب۔ وحدت کلمہ۔ وحدت اعمال ضرور یہ اور ظہور امام واحد یقین دلاتا ہے کہ بہار کے دن ہیں۔ **وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** ۔ کیا روز افزوں ترقی کو ہر روز ہم نہیں دیکھتے ہیں اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں کہ اسلام کا انجام بخیر ہے۔

(نور الدین ایڈیشن سوم صفحہ ۵۹۔۶۰ص بحوالہ حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۲۶۷)

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور انکی اطاعت اسی حال میں کرسکو گے جبکہ تم میں تنازعہ نہ ہو۔ اگر تنازعات ہوں گے تو یاد رکھو کہ قوت کی بجائے تم میں بزدلی پیدا ہوگی اور جو تمہاری ہوا بندھی ہوئی ہوگی وہ نکل جاوے گی۔ یہ بات تو صبر اور تحمل سے حاصل ہوسکتی ہے۔ ان کو اپنے اندر پیدا کرو۔ تب خدا کی معیت تمہارے شامل حال ہو کر وحدت کی روح پھونکے گی۔ پس اگر تم کوئی طاقت اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو اور مخلوق کو اپنے ماتحت رکھنا چاہتے ہو تو صبر اور تحمل سے کام لو اور تنازعہ مت کرو۔ اگر چشم پوشی سے باہم کام لیا جاوے تو بہت کم نوبت فساد کی آتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ لوگ جسمانی بیماریوں کیلئے تو علاج اور دوا تلاش کرتے ہیں لیکن روح کی بیماری کا فکر کسی کو بھی نہیں۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت کی مثال ایک جنم کے اندھے کی سی ہے کہ اس سے اگر بینائی کی خوبی اور لذت دریافت کی جائے تو وہ اُسے جانتا ہی نہیں ہے۔ اور اسی لئے اس کے آگے بینائی کی قدر بھی نہیں کیونکہ اس نے اس لذّت کو پایا نہیں ہے۔ پس اس وقت کے موجودہ مسلمان بھی اس طاقت کی خوبی کو جو کہ قومی اتحاد اور وحدت سے پیدا ہوتی ہے نہیں پہچانتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سلطنت ان کے ہاتھ سے جا چکی ہے اور اس لئے انہیں اس طرف توجہ بھی نہیں کہ دوسرے کو اپنے ماتحت کس طرح کیا کرتے ہیں۔ آج کل اگرچہ ریفارمیشن کے مدعی تو سینکڑوں ہیں لیکن وہ کیا ریفارمیشن کریں گے جبکہ خود ہی بغضوں اور کینوں میں گرفتار ہیں۔ دعویٰ تو یہ ہے مگر سمجھ نہیں کہ یہ خدا کے ماموری کا کام ہے جو کرسکتا ہے۔

(الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۵ صفحہ ۱۰) (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۲۶۸)

سب انبیاء پر ایمان لایا جائے

''اسلامی عقائد میں یہ امر ضروری التسلیم ہے کہ سب انبیاء و رسل پر ایمان لایا جائے جو قوموں کے نذیر گزرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اور رسول ہو کر آئے۔''

(فصل الخطاب حصہ اول صفحہ ۲۹ بحوالہ حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۴۴۸)

❀❀❀

دنیا میں امن کیسے قائم ہوسکتا ہے؟

(حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تقریر فرمودہ 9 اکتوبر 1946ء بمقام دہلی سے بعض اہم ارشادات)

''دنیا میں امن پیدا کرنے کے دو ہی ذریعے ہیں کہ یا تو اختلاف کو مٹا دیا جائے اور مکمل اتحاد کی صورت پیدا کر لی جائے اور یا پھر اس اختلاف کو برداشت کیا جائے۔

دنیا میں جب بھی نبی آتے ہیں تو لوگ ان کو مارتے اور دکھ دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس اختلاف کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لڑائی یہودیوں سے اس لئے نہ تھی کہ تم مجھے ضرور مانو بلکہ اس لئے تھی کہ یہودی آپ کو مجبور کرتے تھے کہ تم اپنا مذہب چھوڑ دو اور یہ اختلاف پیدا نہ کرو۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکہ والوں سے لڑائی اس لئے نہ تھی کو تم مجھے ضرور مانو بلکہ اس لئے تھی کہ مکہ والے آپ کو اس بات پر مجبور کرتے تھے کہ تم اپنا مذہب چھوڑ دو اور ہماری قوم میں اختلاف پیدا نہ کرو ہم تمہارے اس اختلاف کو کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتے۔

یہی وجہ لڑائی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون نے پیدا کی اور یہی وجہ ہندوستان کے نبی کرشن اور رام چندر کے زمانہ میں ان کے دشمنوں نے پیدا کی اور یہی وجہ ایران کے نبی زرتشت کے زمانے میں ان کے دشمنوں نے پیدا کی اور یہی وجہ چین کے نبی کنفیوشس کے زمانہ میں ان کے دشمنوں نے پیدا کی۔ تمام زمانوں میں انبیاء سے لڑائی کی وجہ یہی تھی حالانکہ نبیوں نے کسی کو اپنے ماننے کے لئے مجبور نہیں کیا، ہاں دشمن مجبور کرتے تھے کہ تم اپنا دعویٰ چھوڑ دو اور ہمارے ساتھ مل جاؤ۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عرب میں غلبہ عطا کیا تو آپ نے بحرین کے بادشاہ کے پاس وفد بھیجا اور ساتھ ہی اپنا ایک خط بھی دیا جس کی بناء پر وہ مسلمان ہو گیا جب وہ مسلمان ہو گیا تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خط لکھا کہ میرے علاقہ میں جو عیسائی اور مجوسی وغیرہ رہتے ہیں ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ آپ نے اس کو لکھوایا کہ غیر مذہب والے کو اسلام لانے پر مجبور نہ کرو اور نہ ہی اس کو اپنے ملک سے نکالو جو لوگ اپنے مذہب پر رہنا چاہیں انہیں اپنے مذہب پر ہی رہنے دو ہاں ان سے ٹیکس وصول کرو اگر وہ ٹیکس ادا کرتے جائیں تو تمہیں ان پر کسی طرح دباؤ ڈالنے کی اجازت نہیں۔

اسلام کا یہ طریق بتاتا ہے کہ **اسلام کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ ضرور اسلام میں داخل ہو بلکہ وہ اختلاف کو برداشت کرتا ہے۔ پس فساد کی وجہ صرف اختلاف نہیں بلکہ ایسا اختلاف ہے جس کے چھوڑنے کے لئے دوسرے کو مجبور کیا جائے اور دوسروں کو اپنے اندر شامل رہنے پر مجبور کیا جائے۔**

دوسروں کو اپنے اندر شامل رکھنے کے لئے مجبور کرنا بظاہر اتحاد نظر آتا ہے مگر یہی چیز فساد کا منبع ہے۔ جب کفار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف دیتے تھے تو وہ یہی کہتے تھے کہ ہم اختلاف کو دور کرنا چاہتے اور قوم میں اتحاد پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ کی قوم کو فرعون نے تکلیفیں دیں تو وہ بھی یہی دعویٰ کرتا تھا کہ میں قوم کو متحد کرنا چاہتا ہوں اور قوم کو ایک کرنا چاہتا ہوں لیکن حضرت موسیٰ اور اس کے ساتھی قوم کے لئے افتراق کا باعث بن رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی لئے تکالیف دی گئیں کہ یہ شخص قوم میں اختلاف کی روح پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس طرح قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اسے اس کام سے باز رکھنا چاہئے۔ تو دعویٰ سب کا یہی تھا کہ ہم اختلاف کو دور کرنا چاہتے ہیں اور قوم کو ایک کرنا چاہتے ہیں مگر کسی قوم کا جبری طور پر اختلاف کو مٹانا ہی فساد کا موجب ہے۔

جب ایک شخص کسی اصولی بات پر دل سے قائم ہے تو وہ اسے جبراً چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوگا اور جب اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس بات کو چھوڑے تو لازمی بات ہے کہ لڑائی ہوگی اور وہی بات جو بظاہر اتحاد کا ذریعہ نظر آتی ہے فساد اور جھگڑے کا موجب بن جائے گی۔

اگر کوئی شخص سوال کرے جب مذہب ایک نہیں ہوسکتا اور یہ چیز امن کے لئے ضروری ہے تو پھر کیا کیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل ہم میں سے ہر آدمی اپنے اندر تحقیق کا مادہ پیدا کرے اور ہر شخص بغور دیکھے کہ جس مذہب کو وہ مانتا ہے کیا اس کے پاس واقعہ میں اس مذہب کے سچا ہونے کے دلائل بھی موجود ہیں یا اندھا دھند والدین کی تقلید کر رہا ہے۔ وہ اپنے مذہب کو بھی دیکھے اور غور کرے اور دوسرے مذاہب کا بھی مطالعہ کرے اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ اس کے سوچ بچار اور تحقیقات کا نتیجہ چاہے صحیح نکلے یا غلط، بہر حال ہر انسان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ مذاہب کا مطالعہ کرے اور جو مذہب اسے سچا معلوم ہو اسے اختیار کرے۔ بغیر تحقیق کے کسی مذہب کو مان لینا انسان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتا ہے کہ تو ان لوگوں کو کہہ دے کہ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف:109) یعنی میں اور میرے ماننے والے کیوں حق پر ہیں اس لئے کہ ہم نے اسے بصیرت کے ساتھ قبول کیا ہے لیکن تم اس لئے غلطی پر ہو کہ تم نے بصیرت کے ساتھ اس مذہب کو نہیں مانا بلکہ تم اپنے آباء واجداد کا مذہب سمجھ کر اسے مانتے آر ہے ہو۔ تمہارے پاس اس کے سچا ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ خدا کا ایک ہونا درست ہے یا تین خداؤں کا عقیدہ رکھنا درست ہے، یہ چیز زیر بحث نہیں۔ بلکہ اصل بات ہے کہ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف:109) ہم نے جو کچھ مانا ہے وہ تحقیق کر کے مانا ہے، دلائل اور شواہد کے ساتھ مانا ہے حالانکہ ہمارے آباء واجداد ان باتوں کو نہیں مانتے تھے۔ لیکن تم جو کچھ مانتے ہو وہ محض آباء واجداد کی اندھا دھند تقلید ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

پس یہ نہایت ضروری امر ہے کہ ہر شخص تحقیقات کے بعد اپنا مذہب خود اختیار کرے۔ لیکن جب تحقیق کرنے لگے تو اسے یہ عہد کر لینا چاہئے کہ اگر مجھے حق مل گیا تو میں اس کے قبول کرنے میں ضد اور تعصب سے کام نہیں لوں گا بلکہ اپنی عقل اور فکر سے کام لے کر سوچوں گا کہ ایک سچے مذہب میں جن امور کا پایا جانا ضروری ہے کیا وہ میرے تجویز کردہ مذہب میں بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں اور اگر نہ پائے جائیں تو مجھے اس کے چھوڑنے میں کوئی دریغ نہیں ہوگا۔

یہ خیال کر لینا کہ جو کچھ ہمارے باپ دادا مانتے چلے آئے ہیں وہی درست ہے اور اب ہمارا بھی فرض ہے کہ اس کو مانیں اور اپنی ذاتی عقل اور فکر سے کام نہ لیں ایک ایسا خیال ہے جو کسی طرح سے بھی درست نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر تمہارے ماں باپ کا مذہب ہی تمہارے لئے کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ تمہیں عقل نہ دیتا بلکہ تمہارا حصہ بھی تمہارے ماں باپ کو دے دیتا جنہوں نے تمہارے متعلق فیصلہ کرنا تھا اور جن کی تم نے پیروی کرنی تھی۔ اس لحاظ سے تو عقل کی صرف انہیں ہی ضرورت تھی تمہیں ضرورت نہ تھی پھر تم کو اللہ تعالیٰ نے عقل وشعور کیوں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فعل عبث نہیں ہے بلکہ اس نے تمہیں عقل اس لئے دی ہے کہ تم اس سے کام لو اور اس کے ذریعہ حق و باطل میں تمیز کر سکو۔ پس یہ ایک بیوقوفی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دماغ تو دے دیا لیکن اب اس سے سوچنے اور کام لینے کی ضرورت نہیں۔ جب تک انسان میں دماغ موجود ہے اس کو نیکی اور بدی کی پہچان اور حق و باطل میں خود تمیز کرنی چاہئے۔ یہ ایک اہم فریضہ ہے جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے۔

پس اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ دینی اصولوں میں ماں باپ کا فلسفہ کافی نہیں بلکہ اس کے متعلق پورے طور پر تحقیقات کرنا تمہارا فرض ہے اور تحقیق حق کر کے کسی مذہب کو ماننا ہی انسان کی جسمانی اور روحانی زندگی کو کوئی فائدہ دے سکتا ہے اور تحقیق کر کے ماننا ہی مذہب کی جان ہے۔

مَیں نے سینکڑوں مسلمان نوجوانوں سے پوچھا ہے کہ تم مسلمان کیوں ہو اور اسلام میں کیا خوبی ہے جس کی وجہ سے تم نے اسے اختیار کیا ہے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں ہمیں تو پتہ نہیں۔ اور مَیں نے سینکڑوں مسلمان نوجوانوں سے پوچھا ہے کہ تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں مانتے ہو؟ کہتے ہیں کبھی غور نہیں کیا۔ مَیں ایک مذہبی جماعت کا امام ہوں اس لئے لوگ مجھ سے اکثر ملنے کے لئے آتے رہتے ہیں اور میں ان سے اس قسم کے سوالات بعض اوقات پوچھ لیتا ہوں۔ لیکن اُن میں سے اکثر یہی جواب دیتے ہیں کہ کبھی غور نہیں کیا۔ میں ایسے لوگوں کو کہا کرتا ہوں کہ تم اسلام کے نام پر لڑنا تو شروع کر دیتے ہو مگر تم نے کبھی نہیں سوچا کہ ہم مسلمان کیوں کہلاتے ہیں۔

اسی طرح مَیں نے کئی ہندوؤں سے پوچھا ہے کہ آپ کیوں ہندو مذہب کو اختیار کئے ہوئے ہیں؟ کونسی خوبی ہے جو ہندو مذہب میں ہے اور دوسرے کسی مذہب میں نہیں؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے ہندو مذہب کی کوئی کتاب نہیں پڑھی یا ہم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا۔ اب اس قسم کا مذہب نسلی مذہب تو کہلا سکتا ہے لیکن حقیقی مذہب نہیں کہلا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اب لوگوں میں صرف نسلی مذہب رہ گیا ہے اصلی مذہب کی جستجو ان کے دلوں میں نہیں رہی۔

پس اسلام اختلاف کو جائز قرار دیتا ہے اور سختی کے ساتھ اس بات سے روکتا ہے کہ اختلافِ مذہب کی وجہ سے آپس میں جنگ وجدال کیا جائے۔

اصل بات تو یہ ہے کہ جو لوگ تحقیقات کرنے کے عادی ہیں وہ اختلاف کی وجہ سے لڑتے ہی نہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جب میرا حق ہے کہ مَیں تحقیق حق کر کے کسی نتیجہ پر پہنچوں تو دوسرے شخص کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ بھی تحقیق کرے۔ دیکھ لو سائنسدان کبھی آپس میں اختلاف کی وجہ سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ ایک سائنسدان نے ایک لمبی تحقیق کے بعد ایک تھیوری نکالی لیکن کچھ عرصہ کے بعد کسی دوسرے سائنسدان نے اس کی تحقیقات کو غلط ثابت کر دیا اور اس نے ایک جدید تھیوری قائم کر دی مگر باوجود اس کے کہ وہ ایک دوسرے کی تھیوریوں کو غلط ثابت کرتے چلے جاتے ہیں ان میں کبھی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا کہ تم نے میری تھیوری کو کیوں غلط قرار دے دیا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح میرا حق ہے کہ میں بھی کوئی تھیوری نکالوں اسی طرح دوسرے کا حق ہے کہ وہ بھی تحقیقات کرے اور اگر اسے مجھ سے کوئی بہتر چیز معلوم ہو تو وہ بے شک میری بات کو غلط قرار دے دے۔ لیکن عام لوگ یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ چاہے کچھ ہو ہم نے اپنے ماں باپ کے مذہب کو نہیں چھوڑنا اس لئے وہ دوسرے مذاہب کے خلاف اپنے دلوں میں ضد اور عداوت لئے بیٹھے رہتے ہیں۔

پس پہلی بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص تحقیق حق کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ضد نہ کرے اگر تحقیقات کرنے کے بعد اس پر حق کھل جائے تو اسے بخوشی تسلیم کر لے اور اس کے قبول کرنے میں کسی تساہل سے کام نہ لے۔

یہ کتنے افسوس کی بات ہوگی کہ ایک شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق بات کیا ہے لیکن وہ اس کے قبول کرنے سے گریز کرے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض دفعہ حق کے قبول کرنے میں کئی قسم کی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں لیکن ان تکالیف سے ڈر کر حق کو چھوڑ دینا بھی نہایت ہی کم ہمتی ہے۔ گلیلیو (Galileo) (1564ء۔1642ء) نے یہ تحقیقات کی کہ زمین چپٹی نہیں بلکہ گول ہے۔ جب یہ خبر شائع ہوئی تو پوپ نے اس کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا کہ یہ بات بائبل کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ اس فتویٰ کی وجہ سے گلیلیو پر لوگوں نے مظالم کرنے شروع کر دیئے۔ کچھ مدت تک وہ ان مظالم کو برداشت کرتا رہا آخر تنگ آ کر اس نے کہہ دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ شیطان میرے دماغ پر غالب آ گیا تھا اس لئے میں نے یہ کہہ دیا کہ زمین گول نہیں بلکہ چپٹی ہے اس طرح اس کو لوگوں کے مظالم سے تنگ آ کر صداقت کو چھوڑنا پڑا۔

اس کے مقابلہ میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے ماننا ہی نہیں، چاہے ہمیں صداقت بھی نظر آ جائے۔ ہمارے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال موجود ہے آپ کے پاس کچھ یہودی آئے اور انہوں نے آپ سے باتیں کیں جب مجلس سے اُٹھ کر باہر نکلے تو ایک دوسرے کو کہنے لگا کہ بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی باتوں کا تم پر کیا اثر ہوا؟ دوسرے نے کہا تورات کی پیشگوئیاں تو اس پر پوری ہو چکی ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگا پھر کیا فیصلہ ہے۔ اس نے کہا فیصلہ کیا جب تک دم میں دم ہے اس کو نہیں ماننا۔ تو جب انسان ضد پر قائم ہو جائے تو لازمی بات ہے کہ وہ حق کو نہیں پا سکتا۔

پس دوسری چیز یہ ہے کہ ہر انسان اپنے دل سے ضد کو نکال دے اور اپنے آپ کو اس بات پر آمادہ کر لے کہ جہاں کہیں مجھے سچائی مل جائے گی میں اسے قبول کر لوں گا۔ ضد تبھی پیدا ہوتی ہے جب وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں کسی حالت میں بھی اپنے مذہب کو نہیں چھوڑوں گا۔

تیسری ضروری بات یہ ہے کہ اختلافِ مذہب کو کبھی وجہ فساد نہ بنایا جائے۔ ہر انسان اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لے کہ تحقیق کر کے کوئی فیصلہ کروں گا۔ اگر حق مل گیا تو قبول کر لوں گا اور اگر حق مجھ پر نہ کھلا تو لڑائی جھگڑا نہیں کروں گا بلکہ خاموش ہو جاؤں گا۔ جب کوئی شخص تحقیق حق کرے گا تو دو ہی پہلو ہوں گے یا تو اس پر حق کھل جائے گا اور یا نہیں کھلے گا۔ اگر وہ اس نیت سے تحقیق حق کرے گا کہ اگر حق کھل گیا تو مان لوں گا اور اگر حق مجھ پر نہ کھلا تو لڑوں گا نہیں تو ایسا شخص صداقت معلوم ہونے پر اسے قبول کرنے سے ہچکچائے گا نہیں اور اگر اسے صداقت نہ ملی تو وہ خاموش ہو جائے گا اور لڑائی جھگڑا کا بازار گرم نہیں کرے گا۔

آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اس اختلاف کو برداشت نہ کریں جبکہ پہلے لوگ بھی دوسروں سے اختلاف کرتے چلے آئے ہیں۔

جب حضرت کرشنؑ اور حضرت رام چندر جیؑ نے دعویٰ کیا تو کیا انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا یا نہیں؟ اگر اختلاف کیا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج ان کے ماننے والے اس اختلاف کو برداشت نہیں کرتے اور ٹھنڈے دل سے غور نہیں کرتے۔ جب زرتشت نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو کیا انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف نہیں کیا تھا؟ اگر انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا تو کیا وجہ ہے آج حضرت زرتشتؑ کے ماننے والے دوسروں کے اختلاف کو برداشت نہیں کرتے۔ جب حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ نے اپنے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تو کیا انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا یا نہیں؟ اگر اُنہوں نے اختلاف کیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ آج ان کے ماننے والے دوسروں کے اختلاف کو برداشت نہیں کرتے۔ اگر ان کو اپنے اپنے زمانہ میں دوسروں سے اختلاف کرنے کا حق تھا تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

پس گزشتہ انبیاء کے اَتباع کو کسی طرح بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی سے محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے دشمنی اور بغض رکھیں۔

اسلام اس بات سے سختی سے منع کرتا ہے کہ کسی شخص سے محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے بغض و عناد رکھا جائے۔ ہمارے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ موجود ہے آپ کے گھر ایک یہودی آیا آپ نے اُس کو اپنا مہمان ٹھہرایا۔ وہ یہودی آپ سے بہت کینہ اور بغض رکھتا تھا صبح جاتے وقت وہ بستر پر پاخانہ پھر گیا۔ اُس وقت بستر بہت سادہ ہوتے تھے عام طور پر ایک ہی کپڑا ہوتا تھا توشکوں وغیرہ کا استعمال ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کپڑے کو دھونا شروع کیا خادمہ جو پانی ڈال رہی تھی اس کے منہ سے غصہ کی وجہ سے یہ فقرہ نکلا کہ خدا اس کا بیڑا غرق کرے کتنا بُرا آدمی تھا کہ رات اس بستر میں سویا رہا اور صبح جاتی دفعہ اس میں پاخانہ کر گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بُرا بھلا کہنے سے فوراً روک دیا اور فرمایا اسے بُرا نہ کہو خدا جانے اُسے کیا تکلیف تھی۔

پس اختلاف کو وجہ فساد بنانا عقلمندی نہیں اور اس اختلاف پر لڑنے سے کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ تین چیزیں پیدا ہو جائیں تو خدا تعالیٰ کی بادشاہت قائم ہو سکتی ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ دُنیوی طور پر حکومتوں کے اختلاف کس طرح مٹ سکتے ہیں؟

اِس سوال کا جواب مَیں پہلے دے چکا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں یہ چیز بظاہر مشکل نظر آتی ہے لیکن ناممکن نہیں۔ یہ دوسری قسم کا اختلاف دنیا میں پارٹی سسٹم کی وجہ سے تقویت پکڑ رہا ہے۔ اس سسٹم کی وجہ سے ایک حکومت دوسری حکومت سے اختلاف رکھتی ہے بلکہ حکومتوں کے اندر بھی یہ فساد پایا جاتا ہے۔ مگر ہم ان کا فیصلہ نہیں کر سکتے ان کا فیصلہ خود حکومتیں ہی کر سکتی ہیں۔

اب مَیں یہ بیان کروں گا کہ اسلامی تعلیم ایسے حالات میں ہماری کیا راہ نمائی کرتی ہے یہ اور بات ہے کہ دنیا اس پر عمل کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ مَیں بادشاہ نہیں

ہوں کہ کسی کو یہ بات منوا سکوں، نہ مَیں ہندوستان والوں کو اپنی بات منوا سکتا ہوں اور نہ ہی انڈونیشیا والوں اور فلسطین کے لوگوں کو اپنی بات منوا سکتا ہوں۔ میرے پاس سوائے دلیل کے اور کوئی طاقت نہیں۔ پس اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ تمام دنیا کا اتحاد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو مَیں اسے یہی کہوں گا کہ بظاہر ناممکن ہے ہاں **اسلام نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اگر ساری دنیا میں ایک حکومت قائم نہ ہوسکے تو تمام حکومتیں مل کر ایک ایسا نظام قائم کریں جو کہ اس کے قائمقام ہوسکے۔** یورپ میں جب لیگ آف نیشنز کا تقرر ہوا تو اسے یورپ نے اپنی بہت بڑی ایجاد سمجھا لیکن وہ لیگ آف نیشنز کامیاب نہ ہوسکی کیونکہ اس میں بعض خامیاں تھیں۔ لیکن قرآن کریم نے جو لیگ آف نیشنز بیان کی ہے وہ ایسی مکمل اور ایسی مضبوط ہے کہ اس پر چلنے سے کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔

مَیں نے 1924ء میں جو مضمون ویمبلے کانفرنس لنڈن کیلئے تیار کیا تھا اُس میں مَیں نے اس مضمون کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الحجرات:10)

یعنی اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی آپس میں صلح کرادو۔ یعنی دوسری قوموں کو چاہئے کہ بیچ میں پڑ کر ان کو جنگ سے روکیں اور جو جنگ کا اصل باعث ہو اُس کو مٹائیں اور ہر ایک کو اس کا حق دلائیں۔ لیکن اگر صلح ہوجانے کے بعد ان میں سے ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کر دے اور مشترکہ انجمن کا فیصلہ نہ مانے تو سب قومیں مل کر اُس سے لڑیں یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف لَوٹ آئے یعنی ظلم سے دستکش ہوجائے۔ پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لَوٹ آئے تو ان دونوں قوموں میں پھر صلح کرادو، مگر انصاف اور عدل سے کام لو اور صلح کرتے وقت اپنے فوائد سامنے نہ رکھا کرو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام حکومتوں کا فرض قرار دیا ہے کہ وہ لڑنے والی حکومتوں کی آپس میں صلح کروائیں اور جو حکومت بغاوت کرے سب حکومتیں مل کر اُس کا مقابلہ کریں یہاں تک کہ وہ ہتھیار رکھ دے اور صلح کے لئے تیار ہوجائے اور جب صلح کرائی جائے تو عدل و انصاف سے کام لیا جائے اور بندر بانٹ کی طرح حکومتیں خود ہی حصہ دار نہ بن بیٹھیں۔

کہتے ہیں دو بلّیوں نے کسی گھر سے پنیر چرایا اور فیصلہ کیا کہ چلو بندر کے پاس چل کر اس سے تقسیم کرالیں۔ وہ پنیر لے کر بندر کے پاس گئیں۔ بندر ترازو لے کر بیٹھ گیا اور اس نے پنیر تقسیم کرنا شروع کیا۔ جس طرف پلڑا ذرا بھاری ہوتا اُس طرف سے وہ اتنا زیادہ پنیر اُٹھالیتا کہ دوسری طرف بھاری ہوجاتی اور وہ پنیر خود کھالیتا۔ پھر دوسری طرف سے ایک کافی حصہ اُٹھالیتا اور کھاجاتا۔ اس طرح اُس نے اکثر حصہ پنیر کا کھالیا اور جو تھوڑا سا باقی رہ گیا اس کے متعلق کہنے لگا کہ یہ میرے تقسیم کرنے کی اُجرت ہے۔ یہی حال یورپ والوں کا ہے۔ جب وہ صلح کرانے لگتے ہیں تو اپنے مطالبات لے کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہم نے تمہاری صلح کرائی ہے اس کے عوض میں ہمیں اپنے ملک کا فلاں فلاں حصہ دے دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے یہ چیز آئندہ کے لئے زیادہ بغض اور حسد پیدا کرتی ہے۔

پس **سارے جھگڑے پارٹی بازی کی وجہ سے ہیں۔** مختلف حکومتوں کو یہ یقین ہے کہ ان کی قومیں صرف اس خیال سے کہ وہ ان کی حکومتیں ہیں ان کا ساتھ دینے کو تیار ہیں اس لئے وہ بے خوف ہوکر دوسری حکومتوں پر حملہ کر دیتی ہیں۔ اِس وقت **قومی تعصب اس قدر بڑھ گیا ہے** کہ اپنی قوم کا سوال پیدا ہوتا ہے تو سب لوگ بِلاغور کرنے کے ایک آواز پر جمع ہوجاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر ہماری حکومت کی غلطی ہے تو ہم اسے سمجھادیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زیادتی کرنے والی حکومت کو زیادتی سے روکو اور ان حکومتوں کی آپس میں صلح کرادو اور کوئی نئی شرائط پیش نہ کرو اور نہ ہی تم اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کرو۔ لیکن موجودہ جنگ کا ہی حال دیکھ لو کہ حکومتیں طاقت کے زور پر اپنے حصے مانگ رہی ہیں اور چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو دبانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس طریق کو اختیار کرنے سے کبھی امن قائم نہیں ہوسکتا **۔جیسی آزادی کی ضرورت روس کو ہے یا جیسی آزادی کی ضرورت برطانیہ کو ہے یا جیسی آزادی کی ضرورت امریکہ کو ہے اسی طرح آزادی کی ضرورت چھوٹی حکومتوں کو بھی ہے۔** آزادی کے لحاظ سے یونٹ سب کے لئے ایک جیسا ہے۔ یہ نہیں کہ ان بڑی حکومتوں کے دماغ تو انسانوں کے دماغ ہیں لیکن چھوٹی حکومتوں کے دماغ جانوروں کے دماغ ہیں۔ جیسے وہ انسان ہیں ویسے ہی یہ انسان ہیں۔ اور آزادی کا جیسا احساس ان بڑی حکومتوں کو ہے ویسا ہی ان چھوٹی حکومتوں کو ہے۔ کیا ہالینڈ کا ایک آدمی ویسے ہی احساسات نہیں رکھتا جیسے احساسات برطانیہ کا آدمی رکھتا ہے۔ جب احساسات ایک جیسے ہیں تو پھر بڑی حکومت کا چھوٹی حکومت پر دباؤ ڈالنا انصاف پر مبنی نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک شخص چار فٹ کا ہو اور دوسرا سات فٹ کا ہو اور سات فٹ کا آدمی چار فٹ والے کو کہے کہ میرا حق ہے کہ میں تمہیں گالیاں دے لوں یا تمہارے منہ پر تھپڑ مارلوں کیونکہ میں سات فٹ کا ہوں اور تم چار فٹ کے ہو تو کیا کوئی حکومت اسے جائز سمجھے گی؟ وہ کہے گی کہ جیسا دماغ سات فٹ والے کا ہے ویسا ہی دماغ چار فٹ والے کا ہے اور جو حقوق سات فٹ والے کے ہیں وہی حقوق چار فٹ والے کے ہیں۔ لیکن جب آزادی اور حریت کا سوال آتا ہے تو چھوٹے ملکوں اور بڑے ملکوں میں امتیاز کیا جاتا ہے اور چھوٹے ملکوں کے لئے حریت ضروری نہیں خیال کی جاتی حالانکہ آزادی کی ضرورت جیسے بڑی حکومتوں کو ہے ویسی ہی ضرورت چھوٹی حکومتوں کو ہے۔

❁ ...... **اسلام کہتا ہے کہ صلح کرتے وقت کسی کی آزادی کو سلب نہ کرو اور صلح کرانے کی وجہ سے کوئی مطالبہ پیش نہ کرو کیونکہ تمہارا لڑائی میں شامل ہونا امن کو بحال کرنے کے لئے تھا اس لئے تم کسی حکومت سے کوئی مطالبہ نہیں کرسکتے۔**

فرض کرو ہالینڈ کو بچانے کے لئے امریکہ اور انگلستان کوشش کریں تو کیا اس سے امریکہ اور انگلستان کا اپنا بھلا نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر فساد ہوگا تو انگلستان اور امریکہ بھی اس کی لپیٹ سے بچ نہیں سکیں گے اور جب بھی لڑائی چھڑے گی تو زیادہ نقصان ان ہی دو حکومتوں کو ہوگا جن کی آبادی زیادہ ہوگی، جن کے مقبوضات زیادہ ہوں گے۔ پس وہ اس لحاظ سے دوسروں سے زیادہ امن کی محتاج ہیں۔ اگر فساد ہو اور لڑائی ہو تو ہالینڈ کی نسبت امریکہ کا زیادہ نقصان ہونے کا خدشہ ہے کیونکہ امریکہ کی آبادی چودہ کروڑ کی ہے اور ہالینڈ کی آبادی کُل اسّی لاکھ کی ہے۔ اور اسّی لاکھ کی نسبت چودہ کروڑ کی حفاظت اور امن زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ اور اگر نقصان ہو تو چودہ کروڑ کا حصہ اسّی لاکھ کی نسبت بہرحال زیادہ ہوگا۔ پس جس طرح چار کروڑ کی آبادی رکھنے والے فرانس کو امن کی ضرورت ہے، جس طرح 45 لاکھ کی آبادی رکھنے والے بیلجیئم کو امن کی ضرورت ہے اسی طرح ان بڑی حکومتوں کو بھی امن کی ضرورت ہے۔

لیگ آف نیشنز کے چار کام

❁ ...... **پس اسلام کہتا ہے کہ ان چار چیزوں کے بغیر امن نہیں ہوسکتا۔**

اوّل: لیگ کے پاس فوجی طاقت ہو۔

دوم: عدل وانصاف کے ساتھ آپس میں صلح کرائی جائے۔

سوم: جو نہ مانے اس کے خلاف سارے مل کر لڑائی کریں۔

چہارم: اور جب صلح ہوجائے تو صلح کرانے والے ذاتی فائدہ نہ اُٹھائیں۔

یہ چار اصول لیگ آف نیشنز کے قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں جب تک ان پر عمل نہیں ہوگا حقیقی امن پیدا نہیں ہوسکتا۔

پہلی لیگ آف نیشنز بھی ناکام رہی اور اب دوسری لیگ آف نیشنز بھی ناکام رہے گی۔ پس ضروری ہے کہ دنیا اسلام کے اصولوں کو اپنائے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔ کیونکہ جب تک یہ پارٹی سسٹم جاری ہے اور جب تک یہ امتیاز باقی ہے کہ یہ چھوٹی قوم ہے اور وہ بڑی قوم ہے اور یہ کمزور حکومت ہے اور وہ طاقتور حکومت ہے اُس وقت تک دنیا کے امن کے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتے۔ پس ضروری ہے کہ اس امتیاز کو دلوں سے مٹایا جائے جب تک یہ چیز باقی رہے گی کہ یہ بڑی جان ہے اور یہ چھوٹی جان ہے اُس وقت تک دنیا امن وچین کا سانس نہیں لے سکتی۔

کشمیر ایجی ٹیشن کے موقع کا ایک عجیب لطیفہ مجھے یاد ہے۔ کشمیر ایجی ٹیشن کے موقع پر پرائم منسٹر لالہ ہری کرشن صاحب مجھے ملنے کے لئے آئے۔ اُن دنوں کوئی سپاہی مارا گیا تھا اس کے بدلے حکومت نے چار آدمیوں کو پکڑ لیا۔ کشمیر کا ایک لیڈر مجھ سے ملنے کے لئے آیا تو اُس نے ذکر کیا کہ یہ

کتنا ظلم ہے کہ ایک آدمی کے بدلے میں چار آدمی پکڑ لئے ہیں۔ مَیں نے ہری کرشن صاحب سے کہا یہ کیا ظلم ہے کہ آپ کا ایک سپاہی مارا گیا ہے اور آپ نے چار آدمیوں کو پکڑ لیا ہے۔ سزا صرف اُسی شخص کو ملنی چاہئے جس نے اسے قتل کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کسی شخص کے قتل میں دس آدمی شریک ہوں تو دسوں ہی ذمہ دار ہوں گے لیکن اُس سپاہی کو ایک آدمی نے ہی مارا تھا۔ میری بات سن کر وہ کہنے لگے ایک کے بدلے میں ایک ہی مارا جائے، یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ اس طرح تو حکومت کی بے عزتی ہے۔ گویا ان کے نزدیک سپاہی کی جان عام جانوں سے بہت بڑی تھی۔ پس لیگ آف نیشنز تبھی کامیاب ہوسکتی ہے جب وہ اسلام کے اصولوں کے مطابق بنائی جائے اور اسلام کے حکموں کے مطابق کام کرے۔

......لیگ آف نیشنز کے بعد اگر دنیا امن حاصل کرنا چاہے تو اسے مندرجہ ذیل چار چیزوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر یہ چیزیں اکٹھی کر دی جائیں تو وہ دنیا میں ایک حکومت کے قائم مقام ہوسکتی ہے۔

(1) سکّہ اور ایکسچینج (2) تجارتی تعلقات

(3) بین الاقوامی قضاء (4) ذرائع آمدورفت۔ یعنی ہر انسان کو سفر کی سہولتیں میسر ہونی چاہئیں تا کہ وہ آزادی سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاسکے۔

یہ چیزیں لیگ آف نیشنز سے بھی زیادہ ضروری ہیں کیونکہ لیگ آف نیشنز کی تو کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے لیکن سفر اور تجارتی تعلقات وغیرہ روزانہ کی چیزیں ہیں۔

اس وقت بعض ایسے ممالک بھی ہیں جنہوں نے یہ قانون بنایا ہوا ہے کہ کوئی غیر ملکی شخص ہمارے ملک میں داخل نہیں ہوسکتا۔ مثلاً روس اور بعض دوسرے ممالک نے یہ پابندی لگائی ہوئی ہے کہ کوئی غیر ملکی آدمی ہمارے ملک میں نہیں آسکتا۔ ہم نے اپنے مبلغ کو وہاں بھیجنے کے لئے پاسپورٹ حاصل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن پاسپورٹ نہ دیا گیا۔ پس جب تک خیالات کا تبادلہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی اُس وقت تک اتحاد نہیں ہوسکتا کیونکہ حکومتوں کے اتحاد کیلئے افراد کا اتحاد ضروری ہے اور افراد کا اتحاد ہو نہیں سکتا جب تک وہ تبادلۂ خیالات نہ کریں اس لئے تبادلۂ خیالات حکومتوں کے اتحاد کے لئے پہلا قدم ہے۔ پس ان چار چیزوں کو اگر جمع کر دیا جائے تو امن قائم ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد اندرونِ ملک کے جھگڑوں کو دور کرنے کے لئے اسلام نے جو قواعد مقرر کئے ہیں اب میں وہ بیان کرتا ہوں۔...... میں تفصیلات میں نہیں جاسکتا صرف موٹے موٹے عنوانات پر ہی اکتفا کروں گا۔

پہلی چیز یہ ہے کہ نسلوں کا امتیاز مٹا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ۔ (الحجرات:14)

یعنی اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ یہ چیز تمہارے لئے آپس میں تعارف کا ذریعہ بنے مگر یہ بات یاد رکھو کہ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے یہ قومیں اور قبیلے اور خاندان تو تعارف اور پہچان کے لئے ہیں۔ جس طرح پہچان کے لئے نام رکھے جاتے ہیں مگر کیا ناموں کی وجہ سے تم یہ کبھی سمجھتے ہو کہ چونکہ اس کا نام عبداللہ ہے اس لئے یہ چھوٹا ہے اور اس کا نام رحمن ہے اس لئے وہ بڑا ہے بلکہ یہ نام تو پہچاننے کے لئے ہیں لیکن بعض لوگ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے معزز سمجھنا شروع کر دیتے ہیں جیسے مسلمانوں میں سید اور ہندوؤں میں برہمن عام طور پر اپنے آپ کو افضل سمجھتے ہیں۔ پس یہ قوموں اور قبائل کی تقسیم اپنے اندر کوئی بزرگی نہیں رکھتی بلکہ یہ تو تعارف کے لئے ہے۔ اگر سارے ہی عبدالرحمن نام کے ہوتے، اگر سارے ہی عبداللہ نام کے ہوتے یا سارے ہی چونی لال یا رام لال نام رکھتے تو پھر پہچان مشکل ہوجاتی اس لئے یہ نام اور قبائل اور وطن وغیرہ ہمارے لئے تعارف میں آسانی پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں ورنہ اسلام کسی انسان کو دوسرے انسان پر محض قبیلہ یا خاندان یا وطن کی وجہ سے برتری نہیں دیتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ عربی شخص کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل ہے سب ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 411 المکتب الاسلامی بیروت)

دوسری بات یہ ہے کہ دوستی یا عدمِ دوستی کے امتیاز کو اڑا دیا جائے۔ دنیا میں یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور جن لوگوں سے انہیں کوئی اختلاف ہو ان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں یہ طریق امن کو برباد کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ:3) کہ ہم تمہیں دوستی سے منع نہیں کرتے تم دوستوں کی مدد بے شک کرو مگر وہ نیکی اور تقویٰ کی حدود کے اندر ہو جو حق اُسے پہنچتا ہے وہی اُسے پہنچاؤ یہ نہیں کہ چونکہ دوست ہے اس لئے گناہ اور سرکشی کی حالت میں بھی اس کی مدد کرتے جاؤ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا کہ اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا کہ تُو اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! مظلوم کی مدد تو ہماری سمجھ میں آتی ہے لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ نے فرمایا اس کو ظلم کرنے سے روکو! یہی اس کی مدد ہے۔ (بخاری کتاب الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ) گویا اپنے بھائی کی مدد کرنا ہر حالت میں تمہارا فرض ہے اگر وہ مظلوم ہے تو ظالم کے ہاتھوں کو روکو اور اگر وہ خود ظالم ہے تو اُسے ظلم کرنے سے روکو۔ پس جائز تعاون کے متعلق اسلام حکم دیتا ہے لیکن ناجائز تعاون سے بہت سختی سے روکتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ خوشی کے نشہ میں ہر ناجائز بات نہ مانتے جاؤ۔

تیسری بات یہ ہے کہ مالداروں اور غیر مالداروں کے امتیاز کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا أَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (الحشر:8) یعنی بستیوں کے لوگوں کا جو مال اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو عطا فرماتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول اور قرابت داروں کا ہے اسی طرح یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کا ہے اور ہم نے یہ قانون اس لئے بنایا ہے کہ یہ دولت تم میں سے امراء کے اندر ہی چکر نہ کاٹتی رہے بلکہ غرباء کی ضرورت کا بھی خیال رکھا جائے۔ ہاں اسلام یہ نہیں کہتا کہ مالداروں سے پورے طور پر دولت چھین لی جائے اور ہر رنگ میں مساوات قائم کر دی جائے بلکہ وہ انفرادی آزادی کا حق بھی قائم رکھتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ نظامِ حکومت کو توجہ دلاتا ہے کہ اپنے مالوں کو اس رنگ میں خرچ کرو کہ اس کے ذریعہ غرباء کو ترقی حاصل ہو۔

چوتھی بات یہ ہے کہ قومی جنبہ داری کی روح کو دور کیا جائے۔ دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں جو صرف اتنی بات دیکھتے ہیں کہ چونکہ ہماری قوم فلاں بات کہتی ہے اس لئے اس کی بات درست ہے اور اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی قوم کی ہر بات کی تائید کریں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ قوم حق پر ہے یا ناحق پر۔ اور چونکہ قوم کو یہ توقع ہوتی ہے کہ افرادِ قوم ہر حالت میں ہمارا ساتھ دیں گے اس لئے وہ جائز و ناجائز ہر قسم کے کام کو اپنے لئے مباح سمجھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ○ یعنی اے مومنو! تم اہم امور میں مشورہ کرو تو ہمیشہ اس اصل کو اپنے سامنے رکھو کہ ہم گناہ اور زیادتی اور اپنے رسول کی نافرمانی کسی صورت میں نہیں کریں گے اور ایسے معاملات میں اپنی قوم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ پس اسلام اس قسم کے جتھے کو ناجائز قرار دیتا ہے جس کے اندر گناہ اور زیادتی اور معصیۃ الرسول سے بچنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ہاں اسلام یہ کہتا ہے وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کہ ایسی کمیٹیاں بناؤ جو نیکی اور تقویٰ پر مبنی ہوں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کرو اور اس کی حدود توڑنے سے پرہیز کرو کیونکہ تمہاری یہ پارٹیاں اس دنیا میں ہی رہ جائیں گی تم عارضی طور پر اس دارالامتحان میں آئے ہو مگر تمہاری نجات اگلی دنیا سے وابستہ ہے۔ پس ایسے اعمال نہ کرو کہ تمہاری آئندہ زندگی خراب ہو جائے۔ یہ چار اصول ہیں جو اسلام نے بیان کئے ہیں اگر دنیا ان پر عمل کرے تو موجودہ بے چینی اور بدامنی سے نجات پاسکتی ہے"۔ (انوار العلوم جلد 18 صفحہ 423 تا 437)

امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا ۲۸ جولائی ۱۹۶۷ء کا ورتھ ٹاؤن ہال لندن کا اہم خطاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ○ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ○ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ○

احمدیہ جماعت کے امام کی حیثیت میں مجھے ایک روحانی مقام پر فائز ہونے کی عزّت حاصل ہے۔ اس حیثیت میں مجھ پر بعض ایسی ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں جن کو میں آخری سانس تک نظر انداز نہیں کرسکتا۔ میری ان ذمہ داریوں کا دائرہ تمام بنی نوع انسان تک وسیع ہے اور اس عقد اخوت کے اعتبار سے مجھے ہر اِنسان سے پیار ہے۔

احبابِ کرام! انسانیت اس وقت ایک خطرناک تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے۔ اس سلسلہ میں میں آپ کے لیے اور اپنے تمام بھائیوں کے لیے ایک اہم پیغام لایا ہوں۔ موقع کی مناسبت کے پیش نظر میں اسے مختصراً بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

میرا یہ پیغام امن، صلح اور انسانیت کے لیے اُمید کا پیغام ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ پورے غور کے ساتھ میری ان مختصر باتوں کو سنیں گے اور پھر ایک غیر متعصب دل اور روشن دماغ کے ساتھ ان پر غور کریں گے۔

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ۱۸۳۵ء انسانی تاریخ میں ایک نہایت ہی اہم سال تھا کیونکہ اس سال شمالی ہند کے ایک غیر معروف اور گمنام گاؤں قادیان میں ایک ایسے گھرانہ میں جو ایک وقت تک اس علاقہ کا شاہی گھرانہ رہنے کے باوجود شاہزادگی کی سب شان وشوکت کھو بیٹھا تھا۔ ایک ایسے بچے کی پیدائش ہوئی جس کے لیے مقدر تھا کہ وہ نہ صرف روحانی دُنیا میں بلکہ مادّی دُنیا میں بھی ایک انقلاب عظیم پیدا کرے۔ اس بچے کا نام اس کے والدین نے مرزا غلام احمد رکھا اور بعد میں وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے نام اور مسیح اور مہدی کے خدائی القاب سے مشہور ہوا۔ علیہ السلام۔ مگر قبل اس کے کہ میں اس روحانی اور مادّی انقلاب عظیم پر روشنی ڈالوں۔ میں آپ کی سوانح حیات نہایت مختصر الفاظ میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

تاریخی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۳ر فروری ۱۸۳۵ میں ہوئی اور جس زمانہ میں آپ پیدا ہوئے وہ زمانہ نہایت جہالت کا زمانہ تھا۔ اور لوگوں کی تعلیم کی طرف بہت کم توجہ تھی، یہاں تک کہ اگر کسی کے نام کوئی خط آتا تو اسے پڑھوانے کے لیے اسے بہت محنت اور مشقت برداشت کرنی پڑتی اور بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوتا کہ ایک لمبا عرصہ خط پڑھنے والا کوئی نہ ملتا۔

جہالت کے اس زمانہ میں آپ کے والد نے بعض معمولی پڑھے لکھے اساتذہ آپ کی تعلیم پر مقرر کیے جنہوں نے آپ کو قرآن کریم پڑھنا سکھایا۔ مگر وہ اس قابل نہ تھے کہ معارف قرآنی اور اسرار روحانی کی ابتدائی تعلیم بھی آپ کو دے سکتے۔ اس کے علاوہ ان اساتذہ نے عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم آپ کو دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو عربی اور فارسی پڑھنی آ گئی۔ اس سے زیادہ آپ نے اساتذہ سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی۔ سوائے طبّ کی بعض کتب کے جو آپ نے اپنے والد سے پڑھیں جو اس زمانہ میں ایک مشہور طبیب تھے۔

یہ تھی وہ کُل تعلیم جو آپ نے درسی طور پر حاصل کی، اس میں شک نہیں کہ آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا اور آپ اپنے والد صاحب کے کتب خانہ کے مطالعہ میں بہت مشغول رہتے تھے، لیکن چونکہ اس زمانہ میں علم کی خاص قدر نہ تھی اور آپ کے والد کی خواہش تھی کہ وہ دنیوی کاموں میں اپنے والد کا ہاتھ بٹائیں اور دنیا کمانے اور دنیا میں عزت کے ساتھ رہنے کا ڈھنگ سیکھیں۔ اس لیے آپ کے والد آپ کو کتب کے مطالعہ سے ہمیشہ روکتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ زیادہ پڑھنے سے تمہاری صحت پر بُرا اثر پڑے گا۔

ظاہر ہے کہ اس قدر معمولی تعلیم کا مالک وہ عظیم کام ہرگز نہیں کرسکتا تھا جو اللہ تعالیٰ آپ سے لینا چاہتا تھا، اس لیے خدا خود آپ کا معلم اور استاد بنا اور خود اس نے آپ کو معارفِ قرآنی اور اسرارِ روحانی اور دُنیوی علوم کے بنیادی اصول سکھائے اور اس کے ذہن کو اپنے نور سے منور کیا اور اسے قلم کی بادشاہت اور بیان کا حُسن اور شیرینی عطا کی۔ اور اس کے ہاتھ سے بیسیوں بے مثل کتب لکھوائیں اور بیسیوں شیریں تقاریر کروائیں، جو علم اور معرفت کے خزانوں سے بھری ہوئی ہیں۔

۱۸۳۵ء کا سال اس قدر اہم اور اس سال پیدا ہونے والا بچہ اس قدر عظیم تھا کہ پہلے نوشتوں میں اس کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی، اس ضمن میں میں صرف ایک پیشگوئی بتانا چاہتا ہوں اور وہ پیشگوئی حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے جو آپؐ نے اس مولود کے متعلق قریباً تیرہ صد سال قبل دی تھی اور وہ یہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

ان لمھدینا ایتین لم تکونا منذ خلق السمٰوت والارض ینکسف القمر لا وّل لیلۃٍ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ ولم تکونا منذ خلق السمٰوت والارض۔

(دار قطنی جلد اوّل صفحہ ۱۸۸ مؤلفہ حضرت علی بن عمر بن احمد الدار قطنی مطبوعہ مطبع انصاری)

محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اُمت مسلمہ میں بہت سے جھوٹے دعویدار کھڑے ہوں گے جو یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مہدی ہیں حالانکہ وہ مہدی نہ ہوں گے۔ مہدویت کا سچا دعویدار وہ ہوگا جس کی صداقت کے ثبوت کیلئے آسمان دو نشان ظاہر کرے گا یعنی چاند اور سورج اس کی سچائی پر گواہ ٹھہریں گے۔ اس طرح کہ رمضان کے مہینے میں چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات یعنی ۱۳ر ماہ رمضان کو چاند گرہن ہوگا اور اسی رمضان میں سورج گرہن ہونے کے درمیانے دن یعنی ۲۸ر رمضان کو سورج گرہن ہوگا۔ مہینوں میں سے ماہ رمضان کی تعیین اور چاند کے لیے پہلی رات کی تعیین اور سورج کے لیے درمیانے دن کی تعیین غیر معمولی تعیین ہے۔ جو انسانی طاقت اور علم اور فہم سے بالا ہے۔

چنانچہ جب وقت آیا تو ایک مدعی نے واقعی ظہور کیا اور دعویٰ کیا کہ میں مہدی ہوں اور اس کے دعویٰ کے ثبوت کے طور پر دونوں نشان یعنی چاند اور سورج گرہن جس طرح کہ پیشگوئی میں بتائے گئے تھے ظہور میں آئے۔ پس یہ ایک غیر معمولی اور معجزانہ پیشگوئی تھی جو نبی کریم ﷺ نے اپنے مہدی کے لیے کی تھی اور جیسا کہ واقعات نے ثابت کیا یہ پیشگوئی اپنے وقوعہ سے قریباً تیرہ صد سال قبل کی گئی تھی۔ یہ پیشگوئی انسانی عقل اور قیافہ اور علم سے بالا ہے۔

پھر یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ وہ عظیم بچہ جو ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا تھا اس نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر ۱۸۹۱ء میں دنیا میں یہ اعلان کیا کہ وہی موعود مہدی ہے اور اپنے دعویٰ کی صداقت کے ثبوت کیلئے ہزاروں عقلی اور نقلی دلائل اور آسمانی تائیدات اور اپنی پیشگوئیوں جس میں سے بہت سی اس کے زمانہ میں پوری ہو چکی تھیں اور بہت تھیں جن کے پورا ہونے کا وقت ابھی بعد میں آنے والا تھا دنیا کے سامنے پیش کیں۔ مگر وقت کے علماء نے اس کے دعویٰ کو جھٹلایا اور انکار کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی کہ مہدی کیلئے تو آنحضرت ﷺ نے رمضان کی معینہ تاریخوں میں چاند اور سورج کا گرہن بطور علامت کے بیان کیا تھا کیونکہ اس پیشگوئی کے مطابق چاند اور سورج کو گرہن نہیں لگا اس سے ثابت ہوا کہ آپ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں۔ لیکن وہ قادر و توانا خدا جو اپنے وعدہ کا سچا اور اپنے

مخلص عباد کے ساتھ وفاداری پیار کا سلوک کرنے والا ہے اس نے عین اپنے وعدہ اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ۱۸۹۴ء کے ماہ رمضان میں معینہ تاریخوں میں چاند اور سورج کو گرہن کی حالت میں کر دیا اور دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا خدا اور ہر دو جہاں کا ربّ بڑی عظمت اور جلال اور قدرت کا مالک ہے۔ نہ صرف ایک دفعہ بلکہ یہی نشان رمضان ہی کے مہینہ میں اور عین معینہ تاریخوں پر ۱۸۹۵ میں دوسری دنیا کو دکھایا۔ تا مشرق اور مغرب اور پرانی اور نئی دنیا کے بسنے والے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت کے گواہ ٹھہریں۔ پس عظیم ہے محمد ﷺ جس نے اپنے خدا سے علم پا کر یہ معجزانہ پیشگوئی فرمائی اور عظیم ہے آپ کا وہ روحانی فرزند جس کے حق میں وہ پوری ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کے بعد سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے زمانہ تک اگرچہ کئی پیدا ہوئے جنہوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ مگر ان میں سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی مہدویت کی صداقت پر چاند اور سورج گواہ بنے ہوں۔ یہ ایک بات ہی اس بات کیلئے کافی ہے کہ آپ ٹھنڈے دل اور گہرے فکر سے اس مدعی کے دعویٰ پر غور کریں جس کا پیغام میں آج آپ تک پہنچا رہا ہوں اور جس کی عظمت اور صداقت پر چاند اور سورج بطور گواہ کھڑے ہیں۔

سورج اور چاند کی شہادت تو میں بیان کر چکا۔ اب آیئے زمین کی آواز سنیں وہ کیا کہتی ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت کی وجہ سے اور آپ کی صداقت کے ثبوت میں زمین پر ایک حیرت انگیز اور محیر العقول مادی اور روحانی انقلاب ہونا مقدر تھا۔

انقلاب دنیا کی شروعات

درحقیقت تمام انقلابات اور تمام تاریخی تغیرات اسی ایک انقلاب کے سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں جو آپ کے دنیا میں مبعوث ہونے کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ اور جو آپ کی صداقت کے ثبوت کے طور پر بطور گواہ کے ہے۔ مزید برآں یہ سب انقلابات اور انسانی تاریخ کے سب اہم موڑ آنحضرت ﷺ اور مسیح کی پیشگوئیوں کے مطابق ہیں۔

چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

آپ کے دعویٰ کے وقت مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں کسی مشرقی طاقت کا کوئی وجود نہ تھا لیکن ۱۹۰۴ء میں آپ نے دنیا کو یہ بتایا کہ عنقریب مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے رقیب کی حیثیت میں دنیا کے افق پر ایسی مشرقی طاقتیں اُبھرنے والی ہیں جن کی طاقت کا لوہا مغربی طاقتوں کو بھی ماننا پڑے گا۔ چنانچہ جلد ہی اس کے بعد جنگِ روس و جاپان میں جاپان نے فتح پائی اور وہ ایک مشرقی طاقت کے طور پر افق دنیا پر نمودار ہوا۔

پھر دوسری جنگ عظیم میں جب جاپان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو چین ایک مشرقی طاقت کی حیثیت سے افق دنیا پر اپنی پوری مشرقیت اور طاقت کے ساتھ نمودار ہوا اور انسانی تاریخ میں ان ہر دو طاقتوں کے عروج کے ساتھ ایک نیا موڑ آیا جن کے اثرات انسانی تاریخ میں اتنے وسیع اور اہم ہیں کہ کوئی شخص ان سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ جو کچھ ہوا الٰہی منشاء اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہوا۔

ہمارے زمانے کا دوسرا اہم واقعہ جس سے قریباً ساری دنیا کسی نہ کسی رنگ میں متاثر ہوئی ہے۔ زار روس اور شاہی نظام کی کامل تباہی اور بربادی اور کمیونزم کا برسر اقتدار آنا ہے۔ روسی انقلاب کا عظیم سانحہ جس نے دنیا کی تاریخ کا رخ ایک خاص سمت موڑ دیا ہے بھی آپ کی پیشگوئی کے عین مطابق منصفہ ظہور میں آیا۔ آپ نے ۱۹۰۵ء میں زار روس اور شاہی خاندان اور شہنشاہیت کی کامل تباہی اور زبوں حالی کی خبر دی تھی اور یہ حیرت انگیز اتفاق ہے کہ اسی سال اس پیشگوئی کے چند ماہ بعد ہی وہ سیاسی پارٹی معرض وجود میں آئی جو قریباً بارہ تیرہ سال بعد شاہی خاندان اور شاہی نظام حکومت کی تباہی کا باعث بنی اور اس کے بعد کمیونزم پہلے روس میں اور پھر دنیا کے دیگر مقامات میں برسر اقتدار آیا یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

زار روس کی تباہی اور کمیونزم کا غلبہ اور اقتدار تاریخ انسانیت کا نہایت دُکھ دہ المیہ اور اہم ترین واقعہ ہے جس کے پڑھنے سے گو دل میں درد تو پیدا ہوتا ہے لیکن اسے نظرانداز کرنا ممکن نہیں۔ دنیا کا کوئی ملک بھی بشمول آپ کے ملک کے اس کے اثر سے بچ نہیں سکا، لیکن ہمارے لیے ان تبدیلیوں پر حیران ہونے یا تشویش کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ان تغیرات کی سمت، رفتار اور شدّت کے بارے میں ہمیں مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے ہی خبریں دے دیں تھیں اور آئندہ اپنے وقت پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کس طرح یہ تغیرات خدائی ارادے کی تکمیل میں ممد ہوئے۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ مسیح موعود اور مہدی معہود کے زمانہ میں دو طاقتیں ایسی اُبھریں گی کہ دنیا ان میں بٹ جائے گی اور کوئی اور طاقت ان کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ پھر وہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ کر کے اپنی تباہی کا سامان پیدا کریں گی۔

بانی سلسلہ احمدیہ کی پانچ عالمگیر پیشگوئیاں

لیکن صرف اس ایک جنگ کے بارے میں ہی پیشگوئی نہیں تھی بلکہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے پانچ عالمگیر تباہیوں کی خبر دی ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ دنیا سخت گھبرا جائے گی۔ مسافروں کیلئے وہ وقت سخت تکلیف کا ہوگا۔ ندیاں خون سے سُرخ ہو جائیں گی۔ یہ آفت یکدم اور اچانک آئے گی اس صدمہ سے جوان بوڑھے ہو جائیں گے، پہاڑ اپنی جگہوں سے اُڑا دیئے جائیں گے، بہت سے لوگ اس تباہی کی ہولناکیوں سے دیوانے ہو جائیں گے، یہی زمانہ زار روس کی تباہی کا ہوگا۔ اس زمانے میں کمیونزم کا بیج دنیا میں بویا جائے گا۔ جنگی بیڑے تیار رکھے جائیں گے اور خطرناک سمندری لڑائیاں لڑی جائیں گی۔ حکومتوں کا تختہ اُلٹ دیا جائے گا، شہر قبرستان بن جائیں گے۔

اس تباہی کے بعد ایک اور عالمگیر تباہی آئے گی جو اس سے وسیع پیمانے پر ہوگی اور زیادہ خوفناک نتائج کی حامل ہوگی، وہ دنیا کا نقشہ ایک دفعہ پھر بدل دے گی اور قوموں کے مقدر کو نئی شکل دے دے گی۔ کمیونزم بہت زیادہ قوت حاصل کر لے گی اور اپنی مرضی منوانے کی طاقت اس میں پیدا ہو جائے گی اور وہ وسیع و عریض رقبہ پر چھا جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا مشرقی یورپ کے بہت سے حصے کمیونسٹ ہو گئے اور چین کے ستر کروڑ باشندے بھی اسی راستے پر چل پڑے۔ اور ایشیا اور افریقہ کی اُبھرتی ہوئی قوموں میں کمیونزم کا اثر و نفوذ بہت بڑھ گیا ہے۔ دنیا دو متحارب گروہوں میں منقسم ہو گئی ہے جن میں سے ہر ایک جدید ترین جنگی ہتھیاروں سے لیس اور اسبات کے لیے تیار ہے کہ انسانیت کو موت و تباہی کی بھڑکتی ہوئی جہنم میں دھکیل دے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تیسری جنگ کی بھی خبر دی ہے جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہوگی۔ دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے کہ ہر شخص دم بخود رہ جائے گا۔ آسمان سے موت اور تباہی کی بارش ہوگی اور خوفناک شعلے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ نئی تہذیب کا قصر عظیم زمین پر آ رہے گا۔ دونوں متحارب گروہ یعنی روس اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست ہر دو تباہ ہو جائیں گے ان کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی، اُن کی تہذیب و ثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ بچ رہنے والے حیرت اور استعجاب سے دم بخود اور ششدر رہ جائیں گے۔

روس کے باشندے نسبتاً جلد اس تباہی سے نجات پائیں گے اور بڑی وضاحت سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس ملک کی آبادی پھر جلد ہی بڑھ جائے گی اور وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کریں گے اور ان میں کثرت سے اسلام پھیلے گا اور وہ قوم جو زمین سے خدا کا نام اور آسمان سے اُس کا وجود مٹانے کی شیخیاں بگھار رہی ہے وہی قوم اپنی گمراہی کو جان لے گی اور حلقہ بگوش اسلام ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختگی سے قائم ہو جائے گی۔

شاید آپ اسے ایک افسانہ سمجھیں مگر وہ جو اس تیسری عالمگیر تباہی سے بچ نکلیں گے اور زندہ رہیں گے، وہ دیکھیں گے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں اور اس قادر و توانا کی باتیں ہمیشہ پوری ہی ہوتی ہیں۔ کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی۔

پس تیسری عالمگیر تباہی کی انتہاء اسلام کے عالمگیر غلبہ اور اقتدار کی ابتداء ہوگی اور اس کے

بعد بڑی سرعت کے ساتھ اسلام ساری دنیا میں پھیلنا شروع ہوگا اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کرلیں گے۔ اور یہ جان لیں گے کہ صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور یہ کہ انسان کی نجات صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیغام کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ پہلے جاپان اور چین کا پیشگوئی کے مطابق مشرقی طاقت کے رنگ میں افق پر اُبھرنا، روس کے شاہی خاندان اور شاہی نظام کی تباہی اس کی بجائے کمیونزم کا قیام اور سیاسی اقتدار اور پھر دنیا میں اس کا نفوذ بڑھنا، پہلی عالمگیر جنگ جس نے دنیا کا نقشہ بدل دیا اور پھر دوسری عالمگیر جنگ جس نے دوبارہ دنیا کا نقشہ بدل دیا ایسے اہم واقعات ہیں جو تاریخ انسانیت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ سب واقعات اسی طرح ظہور میں آئے جس طرح کہ ان کی پہلے سے خبر دی گئی تھی۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مقصد کو پورا کرکے ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو اپنے خدا کے حضور حاضر ہوگئے۔ ان تمام پیشگوئیوں کی اس سے قبل ہی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوچکی تھی۔ اس لئے یہ بات یقینی ہے کہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کے متعلق جو پیش خبریاں دی گئیں اور نبوت کی گئی ہے وہ بھی ضرور اپنے وقت پر پوری ہوں گی کیونکہ یہ پیش خبریاں ایک ہی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ اسلام کے غلبہ اور اسلامی صبح صادق کے طلوع کے آثار ظاہر ہورہے ہیں گو ابھی دھندلے ہیں، لیکن اب بھی ان کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اسلام کا سورج اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوگا اور دنیا کو منور کرے گا، لیکن پہلے اس سے کہ یہ واقع ہو ضروری ہے کہ دنیا ایک اور عالمگیر تباہی میں سے گزرے ایک ایسی خونی تباہی جو بنی نوع انسان کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گی۔ لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ یہ ایک انذاری پیشگوئی ہے اور انذاری پیشگوئیاں توبہ اور استغفار سے التواء میں ڈالی جاسکتی ہیں بلکہ ٹل بھی سکتی ہیں اگر انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے اور اپنے اطوار درست کرلے۔ وہ اب بھی خدائی غضب سے بچ سکتا ہے اگر وہ دولت اور طاقت اور عظمت کے جھوٹے خداؤں کی پرستش چھوڑ دے اور اپنے رب سے حقیقی تعلق قائم کرے، فسق وفجور سے باز آجائے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے لگے اور بنی نوع انسان کی سچی خیر خواہی اختیار کرلے مگر اس کا انحصار تو اُن قوموں پر ہے جو اس وقت طاقت اور دولت اور قومی عظمت کے نشہ میں مست ہیں کہ آیا وہ اس مستی کو چھوڑ کر روحانی لذّت اور سرور کے خواہاں ہیں یا نہیں؟ اگر دنیا نے دنیا کی مستیاں اور خرمستیاں نہ چھوڑیں تو پھر یہ انذاری پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی مصنوعی خدا دنیا کو موعود ہولناک تباہیوں سے بچا نہ سکے گا۔

پس اپنے پر اور اپنی نسلوں پر رحم کریں اور خدائے رحیم وکریم کی آواز کو سنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور صداقت کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کرے۔

اب میں مختصراً اس روحانی انقلاب کا ذکر کرتا ہوں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم روحانی فرزند کے ذریعہ دنیا میں رونما ہونا تھا۔ مگر یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ آپ کی بعثت کے زمانہ میں اسلام انتہائی کسمپرسی اور تنزل کی حالت میں تھا۔ علم مسلمان کے پاس نہ تھا۔ دولت سے وہ محروم تھے، صنعت و حرفت میں ان کا کوئی مقام نہ تھا تجارت ان کے ہاتھ سے نکل چکی تھی، سیاسی اقتدار وہ کھو چکے تھے اور حقیقی معنی میں تو دنیا کے کسی حصہ میں وہ صاحب اختیار حاکم نہ رہے تھے اخلاقی حالت بھی ابتر تھی اور شکست خوردہ ذہنیت ان میں پیدا ہوچکی تھی اور پھر ابھرنے اور زندہ قوموں کی صف میں کھڑے ہونے کی کوئی امنگ باقی نہ رہی تھی۔ اسلام کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ دنیا کی سب طاقتیں اسلام پر حملہ آور ہورہی تھیں اور اسلام کو سر چھپانے کے لیے کہیں جگہ نہ مل رہی تھی۔ عیسائیت سب میں پیش پیش تھی اور اسلام کی سب سے بڑے دشمن عیسائی مناد کثرت سے دنیا میں پھیل گئے تھے، عیسائی دنیا کی دولت اور سیاسی اقتدار ان مناد کی مدد کو ہر وقت تیار تھا اور ان کا پہلا اور بھرپور وار اسلام کے خلاف تھا۔ اسے اپنی فتح کا اتنا یقین تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دنیا میں اعلان کیا گیا کہ:

۱۔ براعظم افریقہ عیسائیت کی جیب میں ہے۔

۲۔ ہندوستان میں دیکھنے کو بھی مسلمان نہ ملے گا۔ اور

۳۔ وقت آگیا ہے کہ مکہ معظّمہ پر عیسائیت کا جھنڈا لہرائے گا۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی اپنی حالت یہ تھی کہ ابھی گنتی کے چند غریب مسلمان آپ کے گرد جمع ہوئے تھے۔ کوئی جتھہ کوئی دولت، کوئی سیاسی اقتدار آپ کے پاس نہ تھا مگر وہ جس کے قبضہ قدرت میں ہر شے ہے آپ کے ساتھ تھا۔ اور اسی خدا نے آپ سے یہ کہا کہ دنیا میں یہ منادی کرو کہ اسلام کی تازگی کے دن آگئے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب اسلام تمام ادیانِ عالم پر اپنے دلائل اور اپنی روحانی تاثیروں کی رو سے غالب آئے گا۔

آگے چلنے سے قبل ایک بات کی وضاحت کردوں کہ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے اور ہم تمام مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح ناصری علیہ السلام خدا کے ایک برگزیدہ نبی تھے اور ان کی والدہ بھی نیکی میں ایک پاک نمونہ تھیں۔ قرآن کریم نے ان دونوں کا ذکر عزت سے کیا ہے مریم علیہا السلام کو تو قرآن کریم نے پاکیزگی کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے اور قرآن کریم میں آپ کا ذکر انجیل کی نسبت زیادہ عزت کے ساتھ کیا گیا ہے لیکن قرآن کریم ان دونوں کو معبود ماننے کے کلیسیائی عقیدے کی سختی سے تردید فرماتا ہے۔ یہ بات اور عیسائی کلیسیا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت سے انکار دو ایسے امور ہیں جو اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اور اصولی اختلاف ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں ہر دم اسی فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہوجائے میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجب تنگی میں ہے اس سے بڑھ کر اور کون سا دلی درد کا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنالیا گیا اور ایک مُشتِ خاک کو ربّ العالمین سمجھا گیا، میں کبھی کا اس غم میں فنا ہوجاتا، اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ توحید کی فتح ہے غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنے خدائی کے وجود سے منقطع کیے جائیں گے، مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدائے قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کردوں۔ سو اب اس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھادے، سو اب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کرلیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہوجائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کردے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کردے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔“

(تبلیغ رسالت، جلد ششم صفحہ ۸۔۹)

ان زبردست پیشگوئیوں کے بعد تو دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ افریقہ کا وسیع براعظم عیسائیت کے جھنڈے تلے جمع ہونے کی بجائے اسلام کے خنک اور سرو ابخش سایہ تلے جمع ہورہا ہے۔ ہندوستان میں یہ حالت ہے کہ احمدی نوجوانوں سے بات کرتے ہوئے بھی بڑے بڑے پادری گھبراتے ہیں اور مکہ پر عیسائیت کا جھنڈا لہرانے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔ (انشاء اللہ)

غلبہ اسلام کے متعلق جو بشارتیں دی گئی تھیں اُن کے پورا ہونے کے آثار ظاہر ہورہے ہیں، مگر جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں ایک تیسری عالمگیر تباہی کی بھی خبر دی گئی ہے جس کے بعد اسلام پوری شان کے ساتھ دنیا پر غالب ہوگا۔ مگر یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ توبہ اور اسلام کی بتائی ہوئی راہیں اختیار کرنے سے یہ تباہی ٹل بھی سکتی ہے۔ اب یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ اپنے خدا کی معرفت حاصل کرکے اور اس کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرکے خود کو اور اپنی نسلوں کو اس تباہی سے بچا

لیں یا اس سے دوری کی راہیں اختیار کر کے خود کو اور اپنی نسلوں کو ہلاکت میں ڈالیں ڈرانے والے عظیم انسان نے خدا اور محمد ﷺ کے نام پر مندرجہ ذیل الفاظ میں آپ کو ڈرایا ہے اور اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ میری دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو اپنا فرض پورا کرنے کی توفیق دے۔ میں اپنی تقریر اس عظیم شخص کے اپنے الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔

''یادر ہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں اُن کا پتہ نہیں ملے گا تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں اگر میں نہ آیا ہوتا تو اِن بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل ۱۶) اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا مُنہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶۔۲۵۷)

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

احمدی اسلام کے حسین اخلاق پر قائم ہوں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیان فرماتے ہیں:

''پروگرام کا تیسرا حصہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ بحیثیت جماعت اسلام کے حسین اخلاق پر قائم ہو اور اصلاح یافتہ معاشرہ اپنے ماحول میں پیدا کرنے کی کوشش کر کے معاشرہ کی برائیوں سے خود کو محفوظ رکھنا اور معاشرہ کو برائیوں سے بچانا آپ کی ذمہ داری ہے اور آپ کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ جو کوئی بھی معاشرہ کو برائیوں سے بچانے کی کوشش میں ہو اس کو آپ کا پورا تعاون حاصل ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اخلاق کو کامل کرنے کے لئے بھی مبعوث ہوا ہوں۔ اس وقت چند موٹی باتیں میں آپ کو بتادوں:۔

1۔کوئی احمدی جھوٹ نہیں بولتا۔

2۔کسی احمدی کو گالی دینے کی عادت نہیں ہونی چاہئے۔ خصوصاً دیہاتی جماعتیں اس طرف متوجہ ہوں۔

3۔ ہر احمدی اپنی بات کا پکا ہو جو عہد کرے وہ پورا کرے جو بات کہے اس کے مطابق اس کا عمل ہو۔

4۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے جو رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں جماعت کے اندر یا باہر اس قسم کی رنجشیں نہ پیدا ہونے دیں۔

5۔کوئی احمدی اپنے احمدی بھائی سے نہ دوسرے بھائیوں سے لڑائی جھگڑا نہیں کرے گا۔

6۔اگر احمدیوں میں باہمی کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو جہاں تک قانون ملکی اجازت دیتا ہو اس اختلاف کو جماعتی مصالحت کے ذریعہ سے دور کیا جائے اور آپس کی رنجش ہرگز پیدا نہ ہونے دی جائے۔ 7۔کوشش کرو کہ پیار سے رہو۔ 8۔کوشش کرو کہ پیار کے ساتھ دنیا کے دل خدا اور محمد ﷺ کے لئے جیتو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا کے پیار کو حاصل کر لو گے اگر تم خدا کے پیار کو حاصل کر لو گے تو ہر دو جہان کی نعمتیں تمہیں مل جائیں گی۔ پھر کسی اور چیز کی تمہیں ضرورت نہیں رہے گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔'' (مشعل راہ جلد 2 صفحہ 558)

محبت کے تو گیت گاتا چلا جا

محبت ہو سب سے نہ نفرت کسی سے	سبق یہ جہاں کو سکھاتا چلا جا
سیاست نے بوئی ہے نفرت کی کھیتی	محبت کے پھل تو کھاتا چلا جا
تڑپتے ہیں مظلوم بسمل ضروری	تو زخموں پر مرہم لگاتا چلا جا
ہے ظلمت نے گھیرا ہے ہر سو اندھیرا	تو بن راہبر جگمگاتا چلا جا
بڑوں نے جہاں کو تباہ کر دیا	دعاوں سے مردے جلاتا چلا جا
ہے اللہ کی رحمت دعائیں ہے سنتا	تو یہ تیر ہردم چلاتا چلا جا
تیرا پیارا مولیٰ ہے ارفع و اعلیٰ	اُسے اپنا دکھڑا سناتا چلا جا
سُنے گا زمانہ یہ تیرا فسانہ	محبت کے تو گیت گاتا چلا جا
محبت خدا کی محبت کا پھل ہے	تروتازہ پھل روز کھاتا چلا جا
کٹھن ہے یہ منزل کہیں رُک نہ جانا	قدم اپنا آگے بڑھاتا چلا جا

مصائب ہوں طوفاں ہوں یا آندھیاں ہوں
تو اے احمدی مسکراتا چلا جا

(چودھری عنایت اللہ احمدی لندن) بحوالہ اخبار بدر ۲۷ ستمبر ۱۹۹۰ صفحہ ۱۸)

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ **''میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا ہے''**

(ملفوظات جلد سوئم صفحہ ۱۶)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری۔ صدر و ضلعی امیر جماعت احمدیہ گلبرگہ، کرناٹک

نسل پرستی امن عالم کے لیے سب سے بڑا خطرہ

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا ۲۴ فروری ۱۹۹۰ء کو کوئین ایلزبتھ سینٹر میں بیان فرمودہ خطاب کا اہم اقتباس

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ۲۴ فروری ۱۹۹۰ء کو لندن کے کوئین ایلزبتھ کانفرنس سینٹر میں ''اسلام اور عصر حاضر کے مسائل'' کے موضوع پر انگریزی زبان میں ایک خطاب فرمایا۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دوربین نگاہ نے 23 سال قبل مستقبل کے جن امکانات اور خدشات کی نشاندہی فرمائی تھی ان میں سے بہت سے خدشات آج کی دنیا میں عملی طور پر ظاہر ہو چکے ہیں۔نسل پرستی اور اس کی بدلتی ہوئی مختلف شکلوں کا آپ نے جو تجزیہ فرمایا تھا بعینہٖ آج کی دنیا کا نقشہ اس کے مطابق دکھائی دیتا ہے۔ذیل میں ہم اس اہم خطاب کے ایک حصہ کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نوع انسانی پر رحم فرمائے اور انہیں اسلام کے پر امن حصار میں آنے کی توفیق بخشے۔(ادارہ)

موجودہ دور میں نسل پرستی ایک ایسی لعنت ہے جو امن عالم کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

قرآن کریم نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ تمام بنی نوع انسان کو یہ حقیقت یاد دلاتا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ (النساء:۲)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

پس قرآن کریم یہ اعلان کرتا ہے کہ کسی شخص کو کسی دوسرے پر بحیثیت انسان کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ (الحجرات:۱۴)

ترجمہ: اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔یقیناً اللہ تعالیٰ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الحجرات: ۱۲)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بُری بات ہے۔اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

سطحی نظر سے دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے موجودہ معاشرہ رنگ و نسل کے امتیاز سے دور ہٹتا چلا جا رہا ہے اور نسل پرستی کے خلاف دنیا کا ضمیر بیدار ہو رہا ہے لیکن اگر اس مسئلے کا زیادہ قریب سے اور گہرائی میں جا کر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نسل پرستی کی لعنت آج بھی دنیا میں جگہ جگہ بدستور موجود ہے۔مشکل یہ ہے کہ نسل پرستی کی کوئی ایک جامع تعریف نہیں کی جا سکتی۔مختلف تناظر میں یہ تعریف مختلف دکھائی دینے لگتی ہے۔نسلی عصبیت، ذات پات، مذہبی برتری کا احساس، قبائلی تفاخر، فسطائیت، سامراجیت اور قوم پرستی میں حد فاصل کی تعیین مشکل ہے۔مغربی یورپ میں عیسائیوں نے ایک ہزار سال یہود کے ساتھ انتہائی ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک روا رکھا ہے۔ماضی کی یہ تکلیف دہ داستان بھول بھی جائیں تو نازیوں کا یہود کے ساتھ وہ بہیمانہ سلوک کیسے بھلایا جا سکتا ہے جو انہوں نے اس صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں کیا۔یہی وجہ ہے کہ نسل پرستی کا لفظ سنتے ہی بے اختیار ہمارا ذہن یہود پر توڑے جانے والے مظالم کی طویل تاریخ کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔لیکن یہود کے ساتھ ہونے والے مظالم نسلی عصبیت کی پوری تصویر پیش نہیں کرتے بلکہ اس تناظر میں کئی پہلو ہیں جو یکسر نظر سے اوجھل رہ جاتے ہیں۔ہمیں کبھی ان انتہا پرست یہود کا خیال تک نہیں آتا جو غیر یہودی اقوام کے ساتھ اسی قسم کی خوفناک عصبیت کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کا وہ خود نشانہ بنتے رہے ہیں اور یہ داستان یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔نسلی عصبیت کے کئی ایسے روپ بھی ہیں جو بظاہر دکھائی نہیں دیتے مگر درحقیقت موجود ہیں جن میں سے ایک قوم پرستی بھی ہے۔علاوہ ازیں مذہبی قبائلی اور علاقائی تعصبات وغیرہ کی بھی چند ایک ایسی مثالیں ہیں جن میں پس پردہ نسلی عصبیت مختلف ناموں سے کارفرما ہوتی ہے۔سفید فام لوگوں پر یہ الزام عائد کرنا ناانصافی ہوگی کہ صرف وہی کالے اور زرد لوگوں سے تعصب رکھتے ہیں۔خود سیاہ فام اور زرد اقوام بھی نسل پرستی کا کچھ کم مظاہرہ نہیں کرتیں اور پھر ایسی نسلی عصبیت بھی موجود ہے جس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جن کی جلد کا رنگ نہ تو سیاہ ہے اور نہ ہی بالکل زرد بلکہ دونوں کے بین بین ہے۔

نسل پرستی کی جڑ

نسل پرستی کے فساد کی جڑ دراصل طبقاتی تعصب ہی ہے۔اور غالباً یہی اس کی موزوں ترین تعریف بھی ہے۔جب بھی ایک طبقہ کے لوگ اپنے مفادات کی خاطر دوسرے طبقہ کے خلاف تعصب برتنے لگتے ہیں تو نسلی عصبیت کا ناگ اپنا زہریلا اور بھیانک سر اٹھاتا ہے۔پھر نفرتوں کی ایک ایسی آندھی چلتی ہے جو نیک و بد میں تمیز نہیں کیا کرتی۔اچھے برے چھوٹے بڑے سب اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں اور معاشرہ نفرتوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

چند صدیاں پہلے کرۂ ارض کا مغربی حصہ بڑی حد تک عیسائیت اور اسلام کے درمیان تقسیم تھا اور یہ دونوں مذاہب ایک دوسرے کے مقابل صف آرا تھے۔مذہبی تعصب کے اس دور میں یہود نے مسلمانوں کے خلاف جو کردار ادا کیا وہ عام طور پر لوگوں کے علم میں نہیں ہے۔تاہم اس حقیقت سے سب آگاہ ہیں کہ یہود مسیحی یورپ ہی کا حصہ تھے۔اور یورپ بحیرۂ روم کے گرد آباد مسلمان اقوام سے سخت متنفر تھا اور ان کے متعلق ہمیشہ ہی بداعتمادی کا شکار رہا۔اہل یورپ مغرب کی جانب مسلمانوں کی پیش قدمی سے خوفزدہ تھے۔عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین اس شدید مخالفت کے دور میں نسلی تعصب کا ایک ایسا عنصر بھی موجود تھا جس کی بنیاد رنگ کا اختلاف تھا۔مسلمانوں اور عیسائیوں کی یہ کشمکش زیادہ تر ترک عرب اتحاد اور مسیحی یورپ کے مابین ایک جنگ دکھائی دیتی ہے۔جبکہ انڈونیشیا، ملائیشیا، چین اور ہندوستان کے مسلمان اس جھگڑے سے بالکل لاتعلق اور الگ تھلگ رہے ہیں۔

اگرچہ بظاہر اس دور کی تاریخ ماضی کے دھندلکوں میں دفن ہو چکی ہے اور اس کی یادیں انسانی حافظہ سے محو ہو چکی ہیں لیکن میں اس دبی ہوئی آگ کو پھر سے سلگتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔انسانی مسائل ہمیشہ کے لیے کبھی ختم نہیں ہوتے۔یہ جھگڑے تاریخ کے اندھیروں میں کیسے ہی گم کیوں نہ

ہو چکے ہوں پھر بھی سر اٹھا سکتے ہیں۔ ماضی سے نکل کر زمانہ حال میں آجایئے۔ جب تک دنیا دو بڑی طاقتوں اوران کے اتحادیوں میں بٹی رہی مغرب کے مفاد کیلئے یہ ضروری تھا کہ اس قسم کے صدیوں پرانے مسائل کو از خود نہ چھیڑا جائے اور نہ ہی کسی کو انہیں چھیڑنے کی اجازت دی جائے لیکن جب سے مشرق ومغرب کے مابین تعلقات کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے دنیا پھر سے قرون وسطیٰ کے کسی جنگجو سردار کی چیرہ دستیوں کا شکار ہونے والی ہے۔

دنیاں کی موجودہ حالت

سوویت یونین اور مشرقی یورپ میں رونما ہونے والی عظیم الشان تبدیلیوں نے ایک ایسی فضا کو جنم دیا ہے جس سے عیسائیوں اور مسلمانوں کی پرانی مذہبی اور سیاسی رقابتوں کے پھر سے ابھرنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ دونوں طرف کے مفاد پرست اس آگ کو اور بھی ہوا دینے کا باعث بن سکتے ہیں۔ اور مجھے اندیشہ ہے بلکہ غالب گمان ہے کہ اسلام اور عیسائیت دونوں کے مذہبی راہنما اس صورت حال کو اور بھی زیادہ بگاڑ دیں گے اور یوں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین امن اور ہم آہنگی کے امکانات تاریک سے تاریک تر ہو جائیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا فائدہ یقیناً اسرائیل کو ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ اسرائیل ایسی صورتِ حال میں کوئی دلچسپی نہ لے اور اسے خاموش تماشائی بن کر دُور سے دیکھتا رہے۔

اب دنیا سیاسی اور معاشی بنیادوں پر بھی تقسیم ہو چکی ہے۔ یہ تقسیم شمال کے امیر ممالک اور جنوب کے غریب ممالک اور مشرق ومغرب کے درمیان ایک جدید قسم کے نسلی تعصب کو جنم دے رہی ہے۔ مشرق ومغرب کے درمیان حائل ان رقابتوں اور نفرتوں کے متعلق کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

East is East and West and never the twain shall meet.

یعنی مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ہے اور یہ دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہو سکیں گے۔

عالمی طاقتوں کی محاذ آرائی میں حالیہ کمی اور دوستانہ تعلقات کی بحالی سے اس بات کا امکان بھی ہے کہ مغرب کے عیسائی ممالک اور مشرق کے مسلمان ممالک کے درمیان پائے جانے والے قدیم مذہبی اور سیاسی اختلافات اور رقابتیں پھر سے زندہ ہو جائیں۔ بڑی طاقتوں کے مابین دوستانہ تعلقات کے استوار ہونے سے لازماً ایک نیا استعمار وجود میں آئے گا اور ایک وسیع البنیاد نسلی عصبیت سر اٹھائے گی جس کے باعث مشرق اور مغرب کے درمیان پائے جانے والے فاصلے اگر اور بھی بڑھ جائیں تو اس پر تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مذکورہ بالا تفصیل نسل پرستی کی مسلمہ تعریف سے تجاوز کرتی ہوئی دکھائی دے اور بعض لوگ یہ سمجھیں کہ میں نے نسلی عصبیت کی تعریف کو ضرورت سے زیادہ وسیع کر دیا ہے اور ایسے امور کو بھی بحث میں شامل کر لیا ہے جو بظاہر نسل پرستی سے تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن میں نسلی تعصب کے محرکات کے گہرے اور غیر جانبدارانہ مطالعہ اور مشاہدے کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی بھی غلط طرز عمل کو آپ نسلی عصبیت کہیں یا اسے کوئی اور شائستہ سا نام دے دیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر پس پردہ عوامل ایک سے ہوں تو پھر مرض بھی دراصل ایک ہی ہے خواہ اس کا نام کوئی سا کیوں نہ رکھ دیا جائے۔ نسلی عصبیت کو اگر وسیع تر معنوں میں دیکھا جائے تو اس سے مراد وہ گروہی تعصّبات ہوں گے جو ہمیشہ عدل وانصاف کے راستے میں حائل ہو جایا کرتے ہیں۔

امریکی اور روسی بلاکوں کے مابین محاذ آرائی میں اتنی تیزی سے جو حالیہ کمی آئی ہے وہ دنیا کو ایک بالکل نئے دور کی طرف لیکر جا رہی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس آنے والے دور میں ہر قسم کے اختلافات مٹ جائیں گے لیکن افہام وتفہیم کے نتیجے میں دنیا کا ایک نیا نقشہ ابھر کر سامنے آرہا ہے جوں جوں نظریاتی اختلافات کی شدت میں کمی آرہی ہے بین الاقوامی سطح پر پہلے سے موجود کچھ اور اختلافات اب ابھر کر سامنے آئیں گے اور ان میں لازماً شدت پیدا ہوگی۔ جب سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام کی رقابتیں عروج پر تھیں تو مشرق ومغرب کی روایتی تقسیم نسبتاً ثانوی حیثیت اختیار کر گئی تھی اور یہ جھگڑے پس منظر میں چلے گئے تھے۔ لیکن اب صورت حال بدل چکی ہے۔ اب مشرق اور مغرب کی وہی پرانی تقسیم ترقی یافتہ مغرب اور پسماندہ مشرق کے درمیان ایک بار پھر نمایاں ہو کر سامنے آئے گی۔

مشرقی یورپ کے آزاد ہونے والے ممالک اور خود روس رفتہ رفتہ سرمایہ دارانہ ممالک کے رنگ میں رنگین ہو جائیں گے اور بالآخر انہی کا حصہ بن کر تیسری دنیا کے ممالک کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو اس وقت سرمایہ دار ممالک کر رہے ہیں۔ اگرچہ بیرونی منڈیوں پر قابض ہونے اوران پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لئے نئی نئی رقابتیں معرض وجود میں آئیں گی لیکن بحیثیت مجموعی مغرب پہلے سے کہیں بڑھ کر ایک طاقتور سیاسی واقتصادی وحدت بن کر ابھرے گا اور مشرقی بلاک بھی بالآخر یورپ میں ہی مدغم ہو جائے گا اور یوں مشرق ومغرب کی روایتی تقسیم اور بھی واضح اور گہری ہو جائے گی۔ مزید یہ کہ ایک نئی طرز کے سوشلزم کی وجہ سے قومیں افراد اور طبقات کی جگہ لے لیں گی۔ طبقاتی تقسیم اور طبقاتی کشمکش اب ایک ملک کے امراء اور غرباء کے درمیان نہیں بلکہ امیر اور غریب قوموں کے مابین ہوگی۔ آئندہ کچھ عرصے تک اس تباہ کن تصادم کو دبایا تو جا سکتا ہے اور شائد اس کی شدت کو بھی کم کیا جا سکتا ہے لیکن اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ بالآخر ہو کر رہے گا۔ مجھے خطرہ ہے اور یہ خطرہ بلا سبب نہیں کہ ہم ایک بھیانک قسم کے عالمگیر نسلی عصبیت کے دور میں داخل ہو رہے ہیں اور اندیشہ ہے کہ نسل پرستی کے ان شعلوں کو صیہونیت کی سیاسی قیادت اور بھی بھڑکائے گی۔ حیفا یونیورسٹی کے بنجمن بیت ہولاہمی نے ایک کتاب لکھی ہے

"The Israeli Connection : Whom Israeal arms and why" by : Bengamin Beit Hailahmi. Published 1988 by I.B. Tauris and co. Ltd. London.

اگر مصنف کے خیالات کو سنجیدگی سے لیا جائے اور صیہونیوں کے سوچے سمجھے سیاسی فلسفہ کے متعلق اس کے پیش کردہ شواہد کو مستند سمجھا جائے تو امن عالم کے لیے یقیناً یہ کوئی اچھا شگون نہیں ہے۔ عالمی امور میں اسرائیل نے جو کردار ادا کیا ہے اور جو کردار ادا کرنے کا وہ بھی ارادہ رکھتا ہے اس کا کچھ نہ کچھ اندازہ درج ذیل اقتباسات سے ہوسکتا ہے۔

''اسرائیل ریاست کے بانی ڈیوڈ بن گورین (David Ben Gurion) نے جنوری ۱۹۵۷ء میں کہا کہ ہماری بقا اور حفاظت کے نقطہ نظر سے ہمارے لئے کسی بھی یورپین ملک کی دوستی سارے ایشیا سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے''۔ (صفحہ ۷۵)

''عربوں پر از سرنو برتری حاصل کرنے کا صیہونی منصوبہ اور سامراجیت کے زوال کو روکنے کا امریکی ہدف باہم یکجا اور ہم آہنگ ہو گئے ہیں۔'' (صفحہ ۲۰۵)

''آج دائیں بازو سے تعلق رکھنے والا شخص دل سے یہی چاہتا ہے کہ اسرائیل طاقتور ہوتا چلا جائے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسرائیل اوزی UZI جیسے مہلک ہتھیاروں سے لیس ہو کر تیسری دنیا کی ہر بنیاد پرست تحریک اور طاقت پر فتح پا کر سیاہ فام اور زرد فام باشندوں کو تہہ تیغ کرتا پھرے۔ یہی وجہ ہے کہ ارجنٹائن کے فوجی جرنیل اور پیراگوئے کے کرنل اور جنوبی افریقہ کے سفید فام بریگیڈیر اسرائیلیوں سے محبت کرتے ہیں۔'' (صفحہ ۲۱۸)

''امریکہ میں ۱۹۷۰ء سے ''تیسری دنیا مردہ باد'' کا جو نعرہ بلند ہونا شروع ہوا ہے وہ اسرائیلی عزائم ہی کی صدائے بازگشت ہے۔ اس تحریک کے علمبردار Daniel Moynihan اور Jean Kirk Patrick اسرائیل کو اپنا اعتمادی اور روحِ رواں سمجھتے ہیں۔'' (صفحہ ۲۲۲)

صیہونیت کے دائیں بازو کے دوسری جنگ عظیم سے قبل کے ایک لیڈر ولاڈیمیر جابوٹنسکی Vladimir Jabotinsky واشگاف الفاظ میں صیہونیت اور سامراجیت کے باہمی اتحاد کی باتیں کیا کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ:۔

''بحیرۂ روم اور اس کے اردگرد کا سارا علاقہ یورپین اقوام کے قبضے میں رہنا چاہئے۔ یہ ہمارا عزم صمیم ہے۔۔۔ مشرق ومغرب کے مابین ہر جھگڑے میں ہم ہمیشہ مغرب کا ساتھ دیں گے۔ کیونکہ منگولوں کے ہاتھوں خلافت بغداد کی تباہی کے بعد گزشتہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ سے

مشرق کی نسبت مغرب ہی بہتر تہذیب وتمدن اور ثقافت کا گہوارہ رہا ہے۔۔اور آج ہم اس تہذیب وتمدن کے سب سے اہم علمبردار ہیں۔ ہم قیامت تک عرب تحریک کی حمایت نہیں کر سکتے۔ یہ تحریک ایک اسرائیل دشمن تحریک ہے۔ اسے پہنچنے والی ہر زک اور ہر شکست ہمارے لئے دلی مسرت کا باعث ہے۔'(صفحہ ۲۲۷_Brenner 1984)

''تیسری دنیا کی آزادی کا تصور صیہونیت کی بنیادوں کے لئے ایک خطرہ ہے۔انسانی حقوق کے تصورات اسرائیل کے سیاسی نظام کیلئے بے حد خطرناک ہیں۔ فلسطینیوں کے ساتھ کی گئی ناانصافیاں اتنی واضح اور نمایاں ہیں کہ اس معاملہ کو سرعام زیر بحث نہیں لایا جاسکتا۔اسرائیل جو کچھ تیسری دنیا میں کر رہا ہے اس کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا کی توجہ فلسطینیوں کے حقوق کی طرف ہوجائے گی۔ جب انسانی حقوق اور عالمی انصاف کے معاملات زیر بحث آتے ہیں تو اسرائیلی ساری دنیا کو منافق قرار دینے اور برا بھلا کہنے میں ذرہ بھر تامل نہیں کرتے۔اس لحاظ سے ان میں اور جنوبی افریقہ کے سفید فام باشندوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔'' (صفحہ ۲۲۶۔۲۲۷)

''منیلا (فلپائن) سے ٹیگوسیگالپا Tegucigalpa (ہونڈوراس Honduras تک اور نمیبیا میں ونڈھوئیک Windhoek تک مسلسل جاری جنگ میں جو کہ درحقیقت ایک عالمی جنگ ہے اسرائیلی ایجنٹوں کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔آخر وہ کون سا دشمن ہے جس کے خلاف اسرائیل برسر پیکار ہے؟ یہ تیسری دنیا میں بسنے والی مخلوق ہے جنہیں ہرگز یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ ان کا برپا کردہ کوئی انقلاب کامیابی سے ہمکنار ہو۔''(صفحہ ۲۴۳)

''اسرائیل اپنے مستقبل کے سہانے خواب صرف اسی وقت تک دیکھ سکتا ہے جب تک عرب دنیا اور تیسری دنیا کے ممالک باہمی تفرقہ کا شکار ہیں اور کمزور ہیں۔اس صورت حال میں کوئی تبدیلی اسرائیل کیلئے کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔'' (صفحہ ۲۲۷)

''اسرائیل کی برآمدات میں صرف ٹیکنالوجی، اسلحہ اور تجربہ کار ماہرین ہی نہیں بلکہ ایک خاص قسم کی ذہنیت بھی شامل ہے۔کامیاب تسلط جمانے کیلئے دنیا کو کس نظر سے دیکھنا ضروری ہے اور ظالم کی منطق کیا ہوتی ہے، یہ سب چیزیں بھی اسرائیل دنیا میں برآمد کرتا ہے۔''(صفحہ ۲۴۸)

امید واثق ہے کہ بالآخر صیہونیت کے جنگی نعروں پر اسرائیلی قیادت کے سنجیدہ طبقے کی آواز غالب آجائے گی۔اسرائیلی مصنفین میں سے غالباً حرکابی Harkabi ہی ہے جسے سب سے زیادہ معقولیت پسند اور معتدل مزاج کہا جاسکتا ہے۔وہ صیہونی انتہا پسندوں کے جارحانہ طرز عمل کو صرف ناپسند ہی نہیں کرتا بلکہ اسے خود صیہونی مفادات کے حق میں خودکشی کے مترادف قرار دیتا ہے۔ اگرچہ دیگر یہودی مفکرین اور دانشور حرکابی کے نظریات سے پورے طور پر متفق نہیں ہیں لیکن بلاشبہ کسی مسئلہ کے متعلق حرکابی کا نقطہ نظر زیادہ عملی اور حقیقت پسندانہ ہوتا ہے۔خصوصاً اس نے امن کیلئے جو تجویز پیش کی ہے اس میں عربوں کے لئے امید کی ایک جھلک ضرور دکھائی دیتی ہے۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی بھی لحاظ سے اور کسی بھی سطح پر بنی نوع انسان کی تقسیم اور امتیازی سلوک سے کچھ لوگ وقتی فائدہ تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن بالآخر اس کے دوررس نتائج سب کیلئے لازماً برے ہی ہوا کرتے ہیں۔عصر حاضر کے اس تناظر میں اسلام ایک ایسا واضح اور امید افزا پیغام دیتا ہے جو موجودہ حالات میں بڑا مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے۔اسلام نسل پرستی اور طبقاتی منافرت کی پرزور مذمت کرتا ہے اور فساد کی کوئی بھی شکل کیوں نہ ہو اسے قابل مذمت قرار دیتا ہے۔

اس مضمون سے متعلق قرآن کریم کی بہت سی آیات میں سے چند ایک قبل ازیں پیش کی جاچکی ہیں۔ درج ذیل آیت کریمہ میں بانی اسلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کو خدا تعالیٰ کا نور کہا گیا ہے۔ایسا نور جو نہ صرف مشرق کیلئے ہے اور نہ ہی صرف مغرب کیلئے بلکہ مشرق و مغرب دونوں کی یکساں بھلائی کیلئے آسمان سے اُتارا گیا ہے۔

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّلَا غَرۡبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَیَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ○ (سورۃ النور آیت ۳۶)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ شیشے کے شمع دان میں ہو۔ وہ (چراغ) زیتون کے ایسے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہو جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی۔اس کا تیل ایسا ہے کہ قریب ہے کہ وہ ازخود بھڑک کر روشن ہوجائے خواہ اسے آگ کا شعلہ نہ بھی چھوا ہو۔ یہ نور علی نور ہے۔اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا دائمی علم رکھنے والا ہے۔ نیز قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین قرار دیا گیا ہے۔

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۸)

جس کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ ساری دنیا اور سب بنی نوع انسان کیلئے سراپا رحمت ہیں۔لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ قرون وسطیٰ کا مزاج رکھنے والے بہت سے مسلمان علماء جنہیں غلطی سے بنیاد پرست بھی کہا جاتا ہے، یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ غیر مسلموں کے خلاف مسلح جہاد میں مصروف رہیں یہاں تک کہ غیر مسلموں کا یا تو مکمل صفایا ہوجائے یا پھر وہ اسلام قبول کرلیں۔قرآن کریم جس اسلام کو پیش کرتا ہے اس کا جہاد کے اس بگڑے ہوئے تصور سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ باب اول میں اس مضمون سے متعلق قرآن مجید کی کئی آیات درج کی جاچکی ہیں۔اس لئے انہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ میں آخر میں اس بات کو پورے وثوق سے دہرا کر اس بحث کو ختم کرتا ہوں کہ حقیقت یہی ہے کہ اسلام وحدت انسانی کا زبردست علمبردار ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انسانی وحدت کے قیام اور امن عالم کو یقینی بنانے کیلئے پرامن اقدامات تجویز کرتا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سلسلہ میں جو اسوہ حسنہ تھا اسے جاننے کیلئے خطبہ حجۃ الوداع میں سے لئے گئے چند اقتباسات کافی ہیں۔آپؐ نے اپنے وصال سے قبل بنی نوع انسان کے اجتماع سے جو کہ آپؐ کی زندگی کا سب سے بڑا اجتماع تھا خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! میری بات کو غور سے سنو کیونکہ میں نہیں جانتا کہ آئندہ کبھی میں اس میدان میں تمہارے سامنے تقریر کرسکوں گا یا نہیں۔خدا تعالیٰ نے قیامت تک تمہاری جانوں اور مالوں کو ایک دوسرے کیلئے حرام قرار دے دیا ہے۔ ہر شخص کے لئے وراثت میں اس کا حصہ مقرر کردیا ہے۔کوئی ایسی وصیت قبول نہیں کی جائے گی جس میں ایک جائز وارث کے ساتھ ناانصافی کی گئی ہو۔بچہ اس کا ہوگا جس کے گھر میں وہ پیدا ہوا ہے۔ایک بدکار اگر بچے کی اُبُوّت کا دعوت کرے گا۔تو وہ اسلامی قانون کے تحت سزا کا مستوجب ہوگا۔ جو شخص اپنے باپ کے سوا خود کو کسی اور کی طرف منسوب کرتا ہے یا غلط بیانی سے کسی کو اپنا آقا قرار دیتا ہے اس پر خدا تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی لعنت ہوگی۔

اے لوگو! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں لیکن تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تم پر ہیں۔ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ پاکیزگی اور عفت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور ایسے کام نہ کریں جو خاوندوں کیلئے لوگوں میں بے عزتی کا موجب ہوں۔لیکن اگر وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرتیں جس سے خاوند کی عزت پر حرف آتا ہو تو پھر اپنی حیثیت کے مطابق ان کی خوراک، لباس اور رہائش وغیرہ کا انتظام کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ ہمیشہ اپنی بیویوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کی نگہداشت تمہارے سپرد کی ہے۔عورت کمزور ہے اور اپنے حقوق کی حفاظت نہیں کرسکتی۔شادی کے بعد خدا تعالیٰ نے ان کے حقوق کی ادائیگی تمہارے سپرد کی ہے۔تم انہیں خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق اپنے گھر لائے تھے۔ پس خدا نے جو امانت تمہارے سپرد کی ہے اس میں خیانت کے مرتکب نہ ہونا۔

اے لوگو! ابھی تک کچھ جنگی قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں۔ پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان کو ویسا ہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور ویسا ہی لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے کوئی ایسا قصور سرزد ہو جائے جسے تم معاف نہ کر سکو تو انہیں کسی اور کے سپرد کر دو۔ وہ بھی خدا تعالیٰ ہی کی مخلوق ہیں پس انہیں دکھ دینا یا تکلیف پہنچانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا ہے۔

اے لوگو! جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں اسے سنو اور یاد رکھو۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم سب برابر ہو۔ سب انسان خواہ وہ کسی قوم اور کسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں اور کیسا ہی منصب کیوں نہ رکھتے ہوں بحیثیت انسان برابر ہیں (یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملائیں اور فرمایا) جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی انگلیاں برابر ہیں اسی طرح بنی نوع انسان آپس میں برابر ہیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملائیں اور فرمایا) جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی انگلیاں برابر ہیں اسی طرح بنی نوع انسان آپس میں برابر ہیں۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے پر کسی قسم کی برتری کا دعویٰ کرے۔ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔

اے لوگو! تمہارا خدا ایک ہے اور تم ایک آدم کی اولاد ہو۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے۔ کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے۔ ہاں فضیلت صرف اس حد تک ہے جہاں تک کوئی خدا اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ جس طرح یہ مہینہ یہ دن اور یہ زمین مقدس ہے اسی طرح خدا تعالیٰ نے ہر انسان کی جان، مال اور عزت کو مقدس قرار دیا ہے۔ کسی شخص کے جان و مال اور عزت پر حملہ کرنا ایسا ہی غلط اور ناجائز ہے جیسے اس دن اور اس مہینے اور اس زمین کے تقدس کو پامال کرنا۔ یہ حکم صرف آج کیلئے نہیں ہے بلکہ دائمی ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم اسے یاد رکھو گے اور اس پر عمل پیرا ہو گے یہاں تک کہ تم اپنے پیدا کرنے والے خدا کے حضور حاضر ہو جاؤ۔ آج جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے اسے دنیا کے کناروں تک پہنچا دو۔ ہو سکتا ہے جو لوگ یہ باتیں نہیں سن رہے وہ ان باتوں سے ان لوگوں کی نسبت زیادہ فائدہ اٹھائیں جو سن رہے ہیں۔''

(صحاح ستہ طبریٰ ابن ہشام خمیس بیہقی)

اس عظیم الشان خطبہ کا یہ ایک نہایت فصیح و بلیغ اور پر شوکت اقتباس ہے۔ اس میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بات خاص طور پر ہمیں یاد دلائی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب ایک آدمی کی اولاد ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مختلف مذاہب کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اس عالمگیر وحدت انسانی کو پارہ پارہ کریں جو ایک آدم کی اولاد ہونے کے ناطے پیدا ہوتی ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل ۲ جون ۲۰۰۲)

ہر احمدی اپنے ملک کا وفادار ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ قرآن کریم اور سنت نبوی کے مطابق ایک واضح مسلک رکھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس ملک میں احمدی رہتا ہے جس ملک کا وہ نمک کھاتا ہے جس کی مٹی سے اس کا خمیر گوندھا گیا ہے وہ اس کا وفادار ہے اور وفادار رہے گا۔ اس اعتبار سے ہندوستان کا احمدی لازماً ہندوستان کا وفادار ہے اور ہمیشہ وفادار رہے گا۔ انگلستان میں رہنے والا احمدی لازماً انگلستان کا وفادار ہے اور ہمیشہ وفادار رہے گا۔ پاکستان میں بسنے والا احمدی لازماً پاکستان کا وفادار ہے اور ہمیشہ وفادار رہے گا۔ یہ ہے حقیقت حال۔ باقی سب جھوٹ ہے۔ اگر یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کے مفاد کے لئے دنیا کے ہر ملک میں بسنے والا احمدی اپنے اپنے ملک کا مفاد بیچ دے تو یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور اس طرح پاکستان کے سوا احمدیوں کو ساری دنیا میں غدار بنانے کے مترادف ہے اور الزام لگانے والے خود بھی یہ نہیں کرتے۔ کیا انگلستان میں بسنے والے مسلمان اور عرب میں بسنے والے مسلمان اور افریقہ میں بسنے والے مسلمان اور دیگر براعظموں میں بسنے والے مسلمان تمام کے تمام اپنے اپنے ملکوں کے غدار ہیں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لئے یہ ایک فرضی قصہ ہے ایک جذباتی روداد بنا کر پیش کی گئی ہے۔'' (زھق الباطل صفحہ 189)

بنی نوع انسان کی ہمدردی کے متعلق
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوہ حسنہ

ایک موقعہ پر (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے) فرمایا:

''میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔

اپنے تو درکنار، میں تو کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

ایک مرتبہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور میں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی 70 یا 75 برس کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا مگر اس نے اسے جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 82-83 مطبوعہ ربوہ)

صید و شکار غم ہے تو مسلم خستہ جان کیوں

کلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

صید و شِکار غم ہے تو مسلم خستہ جان کیوں
اُٹھ گئی سب جہاں سے تیرے لیے امان کیوں

بیٹھنے کا تو ذِکر کیا ، بھاگنے کو جگہ نہیں
ہو کے فراخ اس قدر تنگ ہوا جہان کیوں

منبع امن کو جو تو چھوڑ کے دُور چل دیا
تیرے لیے جہان میں امن ہو کیوں امان کیوں

ہو کے غلام تُو نے جب رسمِ وِداد قطع کی
اس کے غلام در جو ہیں تجھ پہ ہوں مہربان کیوں

(کلام محمود صفحہ ۱۶۸۔۱۶۹)

اخبار بدر کو قلمی و مالی تعاون دیکر عنداللہ ماجور ہوں
اخبار بدر خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کیلئے دیں

(مدیر)

یورپین پارلیمنٹ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا نہایت اہم تاریخی خطاب

یورپ کے رہنماؤں کو یہ جاننا چاہئے کہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس بات کا احساس کریں کہ بین المذاہب ہم آہنگی اور برداشت پیدا کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔

یہ اسلئے بھی ناگزیر ہے تاکہ ہر یورپین ملک کے درمیان اور خاص کر یورپین ممالک اور مسلم ممالک کے درمیان خیر خواہی کی فضا قائم ہو اور تاکہ دنیا کا امن تباہ نہ ہو۔

(یورپین پارلیمنٹ (برسلز۔ بیلجیم) میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا امن عالم کو درپیش مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے اسلامی تعلیم کی روشنی میں ان کے حل پر مشتمل نہایت اہم، تاریخی اور بصیرت افروز خطاب

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دورہ یورپ بتاریخ ۴؍دسمبر ۲۰۱۲ بروز منگل یورپین پارلیمنٹ کی تاریخ میں اپنا پہلا تاریخی خطاب فرمایا۔ حضور انور ایدہ اللہ کا یہ خطاب انگریزی زبان میں تھا۔ ذیل میں اس کا اردو میں مفہوم الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ (مدیر)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: آپ سب معزز مہمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور امن وسلامتی نصیب ہو۔ سب سے پہلے مَیں اس تقریب کا انتظام کرنے والوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے مجھے موقع فراہم کیا کہ مَیں یہاں یورپین پارلیمنٹ میں آپ سب سے مخاطب ہوسکوں۔ مَیں تمام وفود کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو مختلف ممالک کی نمائندگی کررہے ہیں اور اُن مہمانوں کا بھی جو بڑی تگ ودَو کرکے یہاں شریک ہوئے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: وہ لوگ جو احمدیہ مسلم جماعت سے اچھی طرح واقف ہیں، یا بعض ایسے بھی جو کم واقف ہیں اور ان کے انفرادی طور پر احمدیوں سے رابطے ہیں، وہ اس بات سے بکلّی واقف ہوں گے کہ بطور جماعت ہم مسلسل دنیا کی توجہ امن کے قیام اور تحفّظِ عامہ کی طرف دلاتے رہتے ہیں۔ اور یقیناً ہم اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اپنی بساط کے مطابق پوری کوششیں کرتے ہیں۔ احمدیہ مسلم جماعت کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے جب بھی کوئی موقع بنتا ہے مَیں ایسے معاملات پر باقاعدگی سے بات کرتا ہوں۔ میں ہمیشہ امن کے قیام اور باہمی محبت کی طرف توجہ دلاتا ہوں، یہ کوئی ایسی نئی تعلیم نہیں ہے جو کہ احمدیہ جماعت لے کر آئی ہے حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ امن اور باہمی موافقت کا قیام بانی جماعت احمدیہ کے آنے کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک مقصد تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ہر عمل ان تعلیمات کے مطابق ہے جو بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے 1400 سال بعد وہ اعلیٰ تعلیمات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے، بدقسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت ان تعلیمات کو بھول چکی تھی اور حقیقی اسلام کو ازسرِ نو زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مبعوث فرمایا، اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق تھا۔ مَیں آپ سب سے گزارش کرتا ہوں کہ جب میں دنیا میں امن اور ہم آہنگی کے قیام کے تعلق میں اسلامی تعلیمات پیش کروں گا تو اس بات کو اپنے ذہن میں رکھیں۔ میں یہ بھی بیان کردوں کہ امن وتحفظ کے اور بہت سے پہلو ہیں، جہاں ہر ایک پہلو اپنی جگہ انفرادی طور پر اہمیت کا حامل ہے وہاں یہ بھی نہایت اہم ہے کہ کس طرح ہر ایک پہلو دوسرے پہلو سے باہمی ربط رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر معاشرہ میں امن کے قیام کا سب سے بنیادی عنصر گھریلو سکون اور ہم آہنگی ہے۔ کسی بھی گھر کی صورتحال صرف گھر تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کا مقامی علاقہ پر گہرا اثر ہوتا ہے اور پھر اس علاقہ کا اثر وسیع تر علاقہ اور شہر کے امن پر پڑتا ہے۔ اگر گھر میں بے سکونی ہو تو اس کا اثر مقامی علاقہ پر ہوگا اور پھر اس مقامی علاقہ کا اثر قصبہ یا شہر پر ہوگا۔ اسی طرح ایک شہر کی امن کی صورتحال پورے ملک کی مجموعی صورتحال پر اثر انداز ہوگی اور پھر پورے ملک کی صورتحال ریجن یا تمام دنیا کے امن وسکون کو متاثر کرے گی۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ اگر آپ امن کے صرف ایک پہلو کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں تو آپ کو دیکھنا ہوگا کہ اس کا دائرہ محدود نہیں ہے بلکہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں بھی امن متاثر ہو وہاں دوبارہ سے امن بحال کرنے کے لئے ظاہری وجوہات اور درپردہ اصل وجوہات پر بنا کرکے مختلف حکمتِ عملیاں درکار ہوتی ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جب ہم اس بات کو ذہن میں رکھیں تو یہ واضح ہے کہ ان تمام مسائل پر تفصیلی بحث کرنا اُس سے بہت زیادہ وقت چاہتا ہے جتنا وقت اب میسر ہے۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ چند پہلوؤں پر اسلام کی حقیقی تعلیم کا احاطہ کرسکوں۔

دورِ حاضر میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے خلاف بہت سے اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں اور دنیا کی بدامنی اور فساد کا اکثر الزام مذہب کے سر تھوپا جاتا ہے۔ اسلام لفظ کا مطلب ہی امن اور سلامتی ہے لیکن اس حقیقت کے باوجود اس قسم کے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ اسلام ایسا مذہب ہے جو دنیا میں امن کے قیام کے لئے معین رہنمائی دیتا ہے اور اس مقصد کے قیام کے لئے مختلف اصول وضع کرتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: قبل اس کے کہ مَیں آپ کے سامنے اسلام کی امن پسند اور سچی تعلیمات کی ایک جھلک پیش کروں، مَیں اختصار کے ساتھ دنیا کی موجودہ صورتِ حال بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ان معاملات کو پہلے ہی سے بہت اچھی طرح جانتے ہوں گے لیکن مَیں اس کو اجاگر کرنا چاہتا ہوں تاکہ جب مَیں اسلام کی حقیقی تعلیمات پیش کروں تو اس وقت یہ صورتِ حال آپ کے سامنے ہو۔ ہم جانتے ہیں بلکہ سب اس بات کو مانتے ہیں کہ دنیا ایک گلوبل ویلیج بن چکی ہے۔ جیسا کہ جدید ذرائع آمد و رفت یا میڈیا، انٹرنیٹ اور متعدد دیگر ذرائع سے ہم سب باہم ملے ہوئے ہیں۔ یہ تمام عناصر ایسے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے دنیا بھر کی قومیں اس حد تک ایک دوسرے سے قریب آچکی ہیں جتنی پہلے کبھی بھی نہ تھیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف نسلوں، مذاہب اور قومیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد ایک ساتھ رہتے ہیں۔ یقیناً بہت سے ممالک میں ایک بڑی تعداد دوسرے ممالک سے آنے والے مہاجرین پر مشتمل ہے۔ یہ مہاجرین اس حد تک معاشرہ میں گھل مل گئے ہیں کہ اب حکومتوں کے لئے انہیں نکالنا بہت ہی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ تاہم اس امیگریشن کو روکنے کے لئے بہت سے اقدامات کئے جارہے ہیں اور قوانین سخت کئے جارہے ہیں لیکن پھر بھی بہت سے ایسے ذرائع ہیں جن سے ایک ملک کا شہری دوسرے ملک میں داخل ہوسکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: غیر قانونی تارکینِ وطن کے معاملہ کو ایک طرف چھوڑ بھی دیں تب بھی متعدد بین الاقوامی قوانین موجود ہیں جو ایسے افراد کو تحفظ فراہم کرتے ہیں جو کسی وجہ سے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوں۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کثیر تعداد میں مہاجرین کے باعث مختلف ممالک میں بے چینی اور اضطراب بڑھ رہا ہے۔ اس چیز کی ذمہ داری دونوں فریق، یعنی مہاجرین اور مقامی لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ ایک طرف تو بعض مہاجرین ایسے ہیں جو مقامی

آبادی میں گھلنا ملنا نہیں چاہتے اور اس وجہ سے وہ مقامی افراد کے جذبات کو انگیخت کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف بعض مقامی ایسے ہیں جو عدم برداشت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور آنے والوں کے لئے تنگ دلی ظاہر کرتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ نفرت بڑی خطرناک حد تک بڑھ جاتی ہے۔ خاص طور پر مغربی ممالک میں بعض مسلمانوں اور بالخصوص مہاجرین کے منفی رویہ کے ردِعمل کے طور پر مقامی لوگوں میں اس نفرت اور دشمنی کا اظہار اسلام کے خلاف ہوتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یہ ردِعمل اور نفرت کسی چھوٹے پیمانے پر نہیں بلکہ انتہائی وسیع پیمانے تک پھیل سکتی ہے اور پھیلتی بھی ہے۔ اسی وجہ سے مغربی رہنما باقاعدگی سے ان مسائل پر بات کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ جرمن چانسلر اسی وجہ سے یہ کہتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ مسلمان جرمنی کا حصہ ہیں اور وزیر اعظم برطانیہ مسلمانوں کو معاشرے میں گھلنے ملنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے سنائی دیتے ہیں اور بعض ممالک کے رہنما تو مسلمانوں کو دھمکیاں دینے کی حد تک بھی گئے ہیں۔ داخلی مسائل کی صورتحال اگر سنگین نہ بھی سہی مگر اس حد تک ضرور خراب ہو چکی ہے کہ یہ پریشانی کا باعث بن چکی ہے۔ یہ معاملات مزید سنگینی اختیار کر سکتے ہیں اور امن کی تباہی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے کہ ایسے حالات کا اثر صرف مغرب تک محدود نہ ہوگا بلکہ اس سے تمام دنیا اور خاص کر مسلمان ممالک متاثر ہوں گے۔ اس کی وجہ سے مغربی اور مشرقی دنیا کے باہمی تعلقات سخت طور پر متاثر ہوں گے۔ لہٰذا صورتحال کو بہتر کرنے کے لئے اور امن کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ تمام فریق باہم مل کر کوشش کریں۔ حکومتوں کو ایسی پالیسیاں ترتیب دینی چاہئیں جن سے باہمی احترام کو فروغ اور تحفظ ملے اور جن پالیسیوں سے دوسروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہو یا کسی طور پر نقصان پہنچتا ہو ایسی پالیسیاں یکسر ختم ہونی چاہئیں۔ جہاں تک مہاجرین کا تعلق ہے انہیں بخوشی نئے معاشرے میں ہم آہنگ ہونا چاہئے اور مقامی افراد کو چاہئے کہ وہ نئے آنے والوں کے لئے اپنے دل کھولیں اور برداشت اپنائیں۔ مزید یہ کہ مسلمانوں کے خلاف پابندیاں لگانے سے امن حاصل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ صرف یہ پابندیاں لوگوں کے ذہنوں اور تصورات کو تبدیل نہیں کر سکتیں۔ یہ صرف مسلمانوں سے متعلق نہیں ہے بلکہ جب کبھی بھی کسی شخص کو مذہبی یا اعتقادی طور پر زبردستی دبایا جاتا ہے تو اس کا منفی ردِعمل ظاہر ہوتا ہے جو کہ امن کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بعض ممالک میں بالخصوص مقامی افراد اور مسلمان مہاجرین کے مابین لڑائی جھگڑے بڑھ رہے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ دونوں اطراف عدم برداشت پائی جاتی ہے اور ایک دوسرے کو جاننے میں ایک قسم کی روک مانع ہے۔ یورپ کے رہنماؤں کو یہ جاننا چاہئے کہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس بات کا احساس کریں کہ بین المذاہب ہم آہنگی اور برداشت پیدا کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ یہ اس لئے بھی ناگزیر ہے تا کہ ہر یورپین ملک کے درمیان اور خاص کر یورپین ممالک اور مسلم ممالک کے درمیان خیر خواہی کی فضا قائم ہو اور تا کہ دنیا کا امن تباہ نہ ہو۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ اس قسم کی تفریق اور مسائل کی بنیاد صرف مذہب اور دینی اعتقادات پر نہیں اور یہ صرف مغربی اور مسلم ممالک کے درمیان اختلافات کا سوال نہیں ہے بلکہ درحقیقت اس بے چینی کا ایک اہم سبب عالمی معاشی بحران ہے۔ دراصل جب یہ موجودہ معاشی بحران یا credit crunch نہیں تھا تو کسی کو پرواہ بھی نہیں تھی کہ مسلم، غیر مسلم یا افریقن مہاجرین اس کثرت سے بڑھ رہے ہیں۔ لیکن اب صورتحال مختلف ہے اور اسی صورتحال نے اس تمام تناظر کو جنم دیا ہے۔ اس (معاشی بحران) نے یورپین ممالک کے باہمی تعلقات کو بھی متاثر کیا ہے اور یورپین ممالک اور قوموں کے مابین غصہ اور ناراضگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ مایوسی کی یہ حالت ہر طرف نظر آتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یورپین یونین کا قیام یورپین ممالک کی ایک بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ یہ تمام براعظم کو متحد کرنے کا ذریعہ ہے اور آپ سب کو اس اتحاد کو برقرار رکھنے کے لئے ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ عوام الناس کی پریشانیوں اور خوف کا ہر حال میں ازالہ ہونا چاہئے۔ ایک دوسرے کے معاشرے کا تحفظ کرنے کے لئے ہمیں ایک دوسرے کے جائز اور منصفانہ مطالبات بخوشی قبول کرنے چاہئیں اور ہر ملک کے لوگوں کے مطالبات یقیناً جائز اور منصفانہ ہی ہونے چاہئیں۔ یاد رکھیں کہ یورپ کی طاقت کا راز اس کے اسی طرح باہم ایک ہونے اور متحد رہنے میں ہے۔ ایسا اتحاد نہ صرف آپ کو یہاں یورپ میں فائدہ دے گا بلکہ عالمی سطح پر بھی اس براعظم کو اپنی مضبوطی اور اثر و رسوخ قائم رکھنے میں مدد ہو گا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: درحقیقت اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ تمام دنیا باہم ایک ہو جائے۔ کرنسی کے معاملہ پر ساری دنیا کو متحد ہونا چاہئے۔ فری بزنس اور ٹریڈ میں بھی تمام دنیا کو متحد ہونا چاہئے اور freedom of movement اور امیگریشن کے متعلق ٹھوس اور قابل عمل پالیسیاں بنانی چاہئیں تا کہ دنیا باہم متحد ہو جائے۔ درحقیقت ممالک کو ایک دوسرے سے تعاون کے مواقع تلاش کرنے چاہئیں تا کہ تفریق کو اتحاد میں بدلا جا سکے۔ اگر یہ اقدامات کئے جائیں گے تو جلد ہی موجودہ جھگڑے ختم ہو جائیں گے اور ان کی جگہ امن اور باہمی احترام کا بول بالا ہوگا بشرطیکہ حقیقی انصاف کا قیام ہو اور ہر ملک اپنی ذمہ داری کا احساس کرے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے، گو یہ اسلامی تعلیم ہے لیکن اسلامی ممالک آپس میں اتحاد قائم کرنے کے قابل نہیں ہو سکے۔ اگر یہ باہم تعاون کرنے اور اتحاد قائم کرنے کے قابل ہو جاتے تو مسلمان ممالک کو اپنی ضروریات اور مسائل کے حل کے لئے مسلسل مغربی امداد پر انحصار نہ کرنا پڑتا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ان الفاظ کے ساتھ میں اب دنیا میں دیرپا امن کے قیام کے لئے حقیقی اسلامی تعلیم پیش کرتا ہوں۔ سب سے پہلے تو اسلام کی سب سے بنیادی تعلیم یہ ہے کہ سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے ہر امن پسند محفوظ ہو۔ یہ مسلمان کی وہ تعریف ہے جو بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے۔ کیا اس بنیادی اور خوبصورت اصول کو سننے کے بعد بھی کوئی اعتراض اسلام پر اٹھ سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ وہ جو اپنی زبان اور ہاتھ سے ناانصافی اور نفرت کا پرچار کرتے ہیں، وہی قابلِ مواخذہ ہیں۔ چنانچہ مقامی سطح سے لے کر عالمی سطح تک اگر تمام فریق اس سنہرے اصول کی پابندی کرنے لگیں تو ہم دیکھیں گے کہ کبھی بھی مذہبی فساد پیدا نہ ہوگا اور کبھی بھی سیاسی مسائل پیدا نہ ہوں گے اور نہ ہی لالچ اور اقتدار کی ہوس کے باعث فساد پیدا ہوگا۔ اگر اسلام کے یہ سچے اصول اپنا لئے جائیں تو ممالک میں عوام الناس ایک دوسرے کے حقوق اور جذبات کا خیال رکھیں گے، حکومتیں تمام شہریوں کے تحفظ کے لئے اپنی ذمہ داری ادا کریں گی اور عالمی سطح پر ہر ایک قوم سچی ہمدردی اور محبت کے جذبہ کے تحت ایک دوسرے سے مل جل کر کام کرے گی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ایک اور کلیدی اصول جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے وہ یہ ہے کہ امن قائم کرنے کی کوشش میں یہ ضروری ہے کہ کوئی فریق کسی بھی طور پر فخر اور تکبر کے جذبات کا اظہار ہرگز نہ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر بڑے شاندار انداز میں کر کے بھی دکھا دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مشہور کلمات ادا کئے کہ کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے۔ نہ ہی یورپین قوم دیگر قوموں سے اعلیٰ یا افضل ہے اور نہ ہی افریقن، ایشین اور دنیا کے کسی بھی علاقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ کسی دوسرے سے افضل ہیں۔ قومیتوں، رنگوں اور نسلوں کا اختلاف صرف اور صرف شناخت اور پہچان کے لئے ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

نے فرمایا: سچ تو یہ ہے کہ جدید دنیا میں ہم سب ایک دوسرے پر منحصر ہیں۔ یہاں تک کہ آج کی عالمی طاقتیں یورپ اور امریکہ وغیرہ کسی طور بھی دوسروں سے منقطع ہو کر گزارہ نہیں کر سکتیں۔ افریقن ممالک بھی کسی طور دیگر ممالک سے الگ ہو کر اپنے وجود کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ترقی حاصل کرنے کی امید نہیں کر سکتے اور یہی حال ایشین ممالک اور دنیا کے کسی بھی حصہ سے تعلق رکھنے والوں کا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ اپنی معیشت کو بہتر بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو لازمی طور پر عالمی تجارت میں حصہ لینا ہوگا۔ اس بات کی واضح مثال کہ کس طرح دنیا باہم ایک دوسرے سے منسلک ہے، یہ ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے یورپین معاشی بحران یا عالمی معاشی بحران نے دنیا کے کم و بیش ہر ملک کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ مزید یہ کہ ممالک کا سائنس کے میدان میں ترقی کرنا یا دیگر شعبوں میں مہارت حاصل کرنا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ باہمی تعاون کریں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ہمیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ دنیا کے رہنے والے چاہے وہ افریقہ، یورپ، ایشیا یا کسی بھی علاقہ سے تعلق رکھتے ہوں، ان سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلیٰ ذہنی استعدادیں عطا کی گئی ہیں۔ اگر تمام لوگ بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بہترین انداز میں بروئے کار لائیں تو یہ دنیا پُرامن جنت بن سکتی ہے۔ تاہم اگر ترقی یافتہ قومیں دیگر کم ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ممالک کا استحصال کریں اور ان قوموں کے زرخیز ذہنوں کو ترقی کے مواقع فراہم نہ کریں تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ اضطراب پھیلے گا اور بے چینی عالمی امن اور تحفظ پر غالب آجائے گی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: امن کو فروغ دینے کے لئے اسلام کا ایک اور سنہرا اصول یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق تلف کئے جا رہے ہوں تو ہم اس بات کو ہرگز برداشت نہ کریں۔ جس طرح ہم اپنی حق تلفی ہوتی نہیں دیکھ سکتے اسی طرح ہمیں دوسروں کے لئے بھی اس چیز کو قبول نہیں کرنا چاہئے۔ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ جہاں سزا دینی پڑے وہاں یہ خیال رکھا جائے کہ یہ سزا اصل قصور سے ضرور مناسبت رکھتی ہو تاہم اگر معاف کرنے سے اصلاح ہوتی ہو تو معاف کرنے کو ترجیح دینی چاہئے اور اصل اور بنیادی مقصد اصلاح، مفاہمت اور دیرپا امن کا قیام ہونا چاہئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: تاہم درحقیقت جو آج کل ہو رہا ہے، اگر کوئی شخص بدی یا ناانصافی کرتا ہے تو متاثرہ شخص اس سے ایسا انتقام لینے کا خواہشمند ہوتا ہے جو بالکل بھی اصل قصور سے مناسبت نہیں رکھتا اور اصل ناانصافی سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ بعینہٖ وہی صورتِ حال ہے جو ہم آج فلسطین اور اسرائیل کے مابین بڑھتے ہوئے تنازعہ میں دیکھ رہے ہیں۔ شام، لیبیا اور مصر میں حالات کی کشیدگی پر اہم طاقتوں نے بڑا کھل کر غم وغصہ اور تشویش کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ درحقیقت ان ممالک کے داخلی مسائل تھے، لیکن فلسطینیوں کے معاملہ پر ایسا لگتا نہیں کہ یہ طاقتیں کوئی تشویش رکھتی ہیں یا اس جتنی تشویش رکھتی ہیں۔ اس قسم کے دوغلے معیار مسلمان ممالک کے لوگوں کے دلوں میں دنیا کی اہم طاقتوں کے خلاف رنجشیں اور کینہ کو بڑھا رہے ہیں۔ یہ غصہ اور دشمنی انتہائی خطرناک ہے اور کسی بھی وقت کسی ہولناک منظر کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ ترقی پذیر ممالک میں کیا کیا نقصان ہو جائے گا؟ کیا وہ زندہ بھی رہ پائیں گے؟ ترقی یافتہ ممالک کتنے متاثر ہوں گے؟ یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا اور کوئی شخص بھی اس بات کا جواب نہیں دے سکتا۔ جو بات ہمیں معلوم ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کا امن بہر حال تباہ ہو جائے گا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یہ بات بھی واضح رہے کہ مَیں کسی ایک ملک کے حق میں بات نہیں کر رہا۔ جو مَیں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہر قسم کا ظلم وستم، جہاں کہیں بھی ہو، قطع نظر اس کے کہ اس ظلم کا ارتکاب فلسطینیوں کی طرف سے ہو یا اسرائیلیوں کی طرف سے یا دنیا کے کسی بھی ملک کی جانب سے، ہر حال میں اس کا خاتمہ ہونا چاہئے اور اسے بند ہونا چاہئے۔ مظالم کو بند ہونا چاہئے کیونکہ اگر انہیں پھیلنے دیا جائے تو نفرت کے شعلے لازماً تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور پھر یہ نفرت اس حد تک بڑھ جائے گی کہ دنیا حالیہ معاشی بحران سے پیدا ہونے والے مسائل کو بھی بھول جائے گی اور اس کی جگہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہولناک صورتِ حال کا سامنا ہوگا۔ اس قدر جانیں ضائع ہوں گی کہ ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ پس یہ یورپین ممالک، جو دوسری جنگ عظیم میں بڑے نقصان دیکھ چکے ہیں، ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماضی کے تجربہ سے سبق حاصل کریں اور دنیا کو تباہی سے بچائیں۔ ایسا کرنے کے لئے انہیں انصاف کے تقاضے پورے کرنا ہوں گے اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہوگا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اسلام اس بات پر بہت زور دیتا ہے کہ ہمیشہ کھرا اور منصفانہ عمل رکھا جائے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ ترجیح دیتے ہوئے کسی بھی فریق کا ناجائز ساتھ نہ دیا جائے۔ ہونا یہ چاہئے کہ برا عمل کرنے والے کو معلوم ہو کہ اگر وہ کسی ملک سے ناانصافی کا سلوک کرنے کی کوشش کرے گا تو قطع نظر اس کے کہ اس کا کیا مقام اور کیا رتبہ ہے، عالمی برادری اُسے ایسا ہرگز نہ کرنے دے گی۔ اگر اقوام متحدہ کے ممبر ممالک، وہ ممالک جو یورپین یونین سے مستفید ہوتے ہیں اور وہ ممالک جو بڑی طاقتوں کے زیر اثر ہیں اور غیر ترقی یافتہ ممالک بھی، اس اصول کو اختیار کرلیں تو صرف اسی صورت میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: مزید یہ کہ اگر صرف وہ ممالک جو اقوامِ متحدہ میں ویٹو پاور رکھتے ہیں اس بات کو سمجھ جائیں کہ ان سے بھی ان کے اعمال کی جواب طلبی کی جائے گی تو حقیقی طور پر انصاف قائم ہو سکتا ہے۔ درحقیقت میں اس سے ایک قدم اور آگے جاؤں گا کہ ویٹو پاور کا اختیار کسی بھی صورت امن قائم نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے مطابق واضح طور پر تمام ممالک برابر اور ایک سطح پر نہیں ہیں۔ یہ بات مَیں نے سال کے آغاز میں امریکہ کے اہم رہنماؤں اور پالیسی میکرز سے Capitol Hill میں خطاب کرتے ہوئے بھی کہی تھی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر ہم اقوام متحدہ کی ووٹنگ کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ ویٹو پاور کا استعمال صرف ان کے حق میں نہیں ہوا جن پر ظلم کیا گیا اور جو سیدھی راہ پر گامزن تھے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مواقع پر ویٹو پاور کا غلط استعمال بھی کیا گیا اور ظلم ختم کرنے کی بجائے ظالم کی مدد کی گئی۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو ڈھکی چھپی ہو یا جس کا کسی کو علم نہ ہو بلکہ بہت سے مبصرین اس بارے میں کھل کر اظہارِ خیال کرتے ہیں اور لکھتے رہتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اسلام کی ایک اور خوبصورت تعلیم یہ ہے کہ معاشرہ میں امن کا قیام اس بات کا متقاضی ہے کہ اپنے غصہ کو ایمانداری اور انصاف کے اصولوں پر حاوی کرنے کی بجائے، ضبط کیا جائے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ حقیقی مسلمان ہمیشہ اس اصول پر کاربند رہے اور جنہوں نے اس اصول کی پابندی نہیں کی ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اس کے باوجود بدقسمتی سے آج ایسی صورتحال نہیں ہے۔ ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ فوجیں اور سپاہی جو امن کے قیام کے لئے بھجوائے جاتے ہیں وہ ایسے کام کرتے ہیں کہ جو ان کے مقاصد سے سراسر مختلف ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض ممالک میں باہر سے آئے ہوئے فوجیوں نے مخالفین کی لاشوں سے انتہائی توہین آمیز سلوک کیا۔ تو کیا اس طریق سے امن قائم ہو سکتا ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ایسے سلوک کا ردّعمل پھر متاثرہ ملک تک محدود نہیں رہتا بلکہ تمام دنیا میں اس کا اظہار ہوتا ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ اگر مسلمانوں سے برا سلوک کیا گیا ہو تو مسلمان انتہا پسند اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور دنیا کا امن برباد ہو جاتا ہے۔ اسلام تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ امن صرف اس صورت میں قائم ہو سکتا ہے کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی اس طریق پر مدد کی جائے کہ جس میں کسی فریق کی طرفداری نہ ہو، کوئی مذموم مقصد نہ ہو اور ہر قسم

کی دشمنی سے پاک ہو۔امن تب قائم ہوتا ہے جب تمام فریقوں کو یکساں مواقع فراہم کئے جائیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: چونکہ وقت محدود ہے اس لئے میں صرف ایک اَور بات بیان کروں گا کہ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ دوسروں کی دولت اور ذرائع پر حاسدانہ نظر نہ رکھی جائے۔ہمیں دوسروں کی اَملاک کی حرص نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ بھی امن کی تباہی کا باعث ہے۔اگر امیر ممالک اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کم ترقی یافتہ ممالک کے ذرائع پر نظر رکھیں گے اوران کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو طبعاً بے چینی بڑھے گی۔ جہاں مناسب ہو، وہاں امیر ممالک اپنی خدمات کے صلہ میں کچھ حصہ لے سکتے ہیں جبکہ باقی ذرائع کا اکثر حصہ ان ممالک کی ترقی اور مقامی لوگوں کا معیارِ زندگی بڑھانے کے لئے استعمال ہونا چاہئے۔ انہیں ترقی کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہئے اوران کے پاس اختیار ہونا چاہئے کہ وہ بھی کوشش کر کے دیگر ترقی یافتہ ممالک کے لوگوں کے معیار تک پہنچ سکیں کیونکہ اسی صورت امن قائم ہو سکتا ہے۔ اگر ایسے ملکوں کے رہنما ایماندار نہیں ہیں تو مغربی ممالک یا ترقی یافتہ ممالک کو ازخود ایسے ملکوں کو امداد فراہم کر کے ان کی ترقی کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اَور بھی بہت سی باتیں ہیں جو کہی جا سکتی ہیں لیکن وقت کی کمی کے باعث میں جو بیان کر چکا ہوں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ یقیناً جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ اسلام کی حقیقی تعلیم کی عکاسی کرتا ہے۔ یہاں آپ کے ذہنوں میں ایک سوال اٹھ سکتا ہے اس لئے میں پہلے ہی اس کا جواب دے دوں، وہ یہ کہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہی اسلام کی سچی تعلیمات ہیں تو ہم مسلمان دنیا کے عمل میں فرق اور تضاد کیوں دیکھتے ہیں۔اس کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں جب میں نے ایک مصلح کے آنے کی ضرورت بیان کی تھی، جو کہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ احمدیہ مسلم جماعت کے بانی ہیں۔ ہم احمدیہ مسلم جماعت سے تعلق رکھنے والی اس سچی تعلیم کو جس قدر ممکن ہو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔میں آپ سب سے بھی یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنے دائرہ کار میں ان معاملات پر آگاہی پیدا کرنے کیلئے کوشش کریں تا کہ دنیا کے تمام علاقوں میں دیر پا امن کا قیام ہو۔اگر ہم اس مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو دنیا کا کوئی بھی حصہ جنگ کی ہولناکیوں اور تباہ کن اثرات سے محفوظ نہ رہے گا۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے لوگوں کو توفیق دے کہ وہ دنیا کو تباہی سے بچانے کے لئے اپنے ذاتی مفادات اور خواہشات سے باہر نکلیں۔ یہ مغرب کی ترقی یافتہ قومیں ہیں جو آج کی دنیا میں زیادہ اقتدار اور طاقت رکھتی ہیں، اس لئے باقی قوموں کی نسبت یہ آپ کی زیادہ ذمہ داری ہے کہ ہنگامی بنیادوں پر ان انتہائی اہم امور کی طرف توجہ دیں۔

(الفضل انٹرنیشنل ۴ تا ۱۰ جنوری ۲۰۱۳ صفحہ ۱۱)

❀❀❀

❀❀❀❀❀❀

دنیا میں امن پیدا کرواور اقوام میں صلح کی کوشش کرو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''یادرکھو کہ تمہیں اس غرض سے بنایا گیا ہے کہ تم دنیا میں امن پیدا کرو۔اس وقت ہم دنیا میں ہر طرف لڑائی دیکھتے ہیں اور فساد بر پا پاتے ہیں۔ممکن ہے کہ اس لڑائی میں صلح کا انعام اوراس فساد کے فرو کرنے کی عزت ہماری اس نسل کو ملے یا ہماری آئندہ نسل کو مگر یہ ضرور ہے کہ ملے گی مسیح موعود ہی کی جماعت کو۔پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے لوگ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے اس الہام کو مدنظر رکھتے ہوئے اس حقیقت اوراس نکتہ پر غور کریں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت میں افراد کو جمع کیا گیا اور آپ نے ان کے سامنے صلح پر زور دیا اوراس طرح صلح کرانے کی بنیاد رکھی۔**اب اس جماعت کا جسے اس مامور کے ہاتھ پر جمع کیا گیا ہے یہ کام ہے کہ اقوام میں صلح کرائے**۔اور ممکن ہے یہ کام تمہاری اس موجودہ نسل سے ہی لیا جائے۔

پس میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ آپس میں نہ لڑو۔میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے خلاف زبان درازی نہ کرے۔میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ بڑے چھوٹوں پر شفقت کریں اور چھوٹے بڑوں کا ادب کریں۔میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے نہ لڑے۔میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ بھائی بہن سے اور بہن بھائی سے نہ لڑے۔اور میں تمہیں یہ بھی نہیں کہتا کہ اپنے بچوں سے پیار اور شفقت کا سلوک کرو۔بلکہ میں تمہیں وہ کہتا ہوں جس کا حضرت مسیح ناصری نے ارادہ ظاہر کیا تھا کہ ''تم اپنے دشمنوں کے لئے مہربان اور دنیا کے لئے امن قائم کرنے والے بنو۔'' مگر اس پر عمل نہ کرا سکے۔اوران کی جماعت اس کی مصداق نہ بنی۔حضرت مسیح ناصری نے خیال کیا تھا کہ شاید وہی ''امن کا شہزادہ'' کے خطاب کے مخاطب اوراس بشارت کے مستحق ہیں۔اس لئے انہوں نے اپنے ماننے والوں کو یہ کہا مگر ان کی قوم تو جنگ کی بانی ہوئی۔درحقیقت یہ ان کے لئے بشارت نہ تھی بلکہ ان کے عظیم الشان مثیل کے لئے تھی جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھی مظہر تھا۔پس خدا نے مسیح موعود کی جماعت کے لئے چاہا کہ وہ دشمنوں میں صلح کا موجب ہو خواہ دشمنوں کی کتنی ہی زیادہ اوراس جماعت کی کتنی ہی قلیل تعداد ہو۔یہ زمانہ اپنے فسادات کی کثرت کے لحاظ سے پہلے زمانوں سے بڑھا ہوا ہے۔قوم پر قوم نے چڑھائی کی ہوئی ہے ملک پر ملک چڑھائی کر رہا ہے۔ ہر ایک مذہب والا چاہتا ہے کہ دوسرے مذہب والے کو فنا کر دے۔............پس مذہبی دنیا میں اگر مذہب کا مرکز اور مذہب کے لئے جان توڑ کوشش کرنے والی اور مذہب کے لئے تکالیف برداشت کرنے والی کوئی جماعت ہے تو وہ صرف ہماری ہی جماعت ہے اگر مذہبی دنیا میں کوئی تغیر ہو سکتا ہے اور صلح عظیم کسی جماعت کے ذریعہ ظہور میں آ سکتی ہے تو وہ ہماری ہی جماعت ہے کیونکہ باقی جس قدر جماعتیں ہیں وہ صلح کے سرچشمہ سے جو خدا تعالیٰ ہے دور ہیں۔وہ فرزند کیسے جمع ہو سکتے ہیں جو باپ سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ماں باپ کا ہی تعلق ہے جو بیٹوں کو جمع کر سکتا ہے۔دیکھو جب حضرت موسیٰ ہارون سے خفا ہوئے اوران کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا تو ہارون نے کیا کہا۔یہی کہ اے میری ماں کے بیٹے میری داڑھی نہ پکڑ۔اگر جڑ کو نہ پکڑا جائے تو شاخ کیسے ہاتھ آئے۔پس جنہوں نے روحانی باپ خدا کو چھوڑ دیا۔وہ کیسے صلح دنیا میں پھیلا سکتے ہیں۔دنیا میں محبت خدا ہی کے رشتہ سے ہو سکتی ہے۔جب خدا کو درمیان سے ہٹا لیا جائے تو محبت پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہ جاتا۔اسی تعلق کو پیدا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو مبعوث کیا اوراس کو صلح کے شہزادے کا خطاب دیا۔مسیح موعود میں یہ بات بیج کے طور پر تھی جو اب تم میں پھیلے گی اور تمہارے ہی ذریعہ صلح پھیل سکتی تھی۔تمہیں اس کے مطابق اپنی زندگی بنانا چاہئے۔اگر تم ابھی سے اس کے لئے تیاری نہ کرو گے۔تو جب کام کرنے کی ضرورت پیش آئے گی تم ناقابل ثابت ہو گے اور کچھ نہ کر سکو گے۔اور اگر آج سے مشق کرو گے تو وقت پر کام کر سکو گے۔پس جب تم اس نکتہ کے ماتحت غور کرو گے تمہاری امنگیں بدل جائیں گی۔خیالات بدل جائیں گے۔علوم بدل جائیں گے۔چاہئے کہ تم کوشش کرو کہ تم اس نام کے مظہر بنو جس کا مسیح موعود سے وعدہ کیا گیا ہے۔**پس میری یہ نصیحت ہے کہ تم ایک مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہو جو یہ ہے کہ تم دنیا کے فساد کو دور کرو اور دنیا میں صلح کراؤ تا کہ دنیا کو پتہ لگ جائے کہ مسیح موعود محض بھائی کو بھائی بنانے نہیں بلکہ دشمن کو بھائی بنانے آیا تھا۔''**

(خطبات محمود جلد 8 صفحہ 226 تا 230)

امن کا بنیادی اصول

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں۔اور خدا نے کروڑ ہا دلوں میں ان کی عظمت بٹھا دی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کر دی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔اس اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آ گئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے''۔

(تحفۂ قیصریہ۔روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 259)

خدا ہمیشہ اپنی مخلوق کی بہتری اور بھلائی کی خواہش رکھتا ہے۔اس لئے اس کا قانون کلیۃً انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔

جس دن دنیا کے افراد اس اہم ترین نکتہ کو سمجھ گئے اسی دن دنیا میں حقیقی اور دائمی امن کی بنیاد رکھ دی جائے گی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا واشنگٹن ڈی سی، Capitol Hill امریکہ میں ۲۷ جون ۲۰۱۲ کا بصیرت افروز خطاب

تشہد تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضور انور نے فرمایا:
تمام معزز مہمانان کرام ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی نازل ہو اور آپ سب خدا تعالیٰ کی نعمتوں کے وارث بنیں)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔خطاب سے قبل مَیں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ سب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ مَیں نے بیان کرنا ہے آپ سب اس کیلئے وقت نکال کر تشریف لائے۔

مجھے ایک ایسے موضوع پر اظہار خیال کرنے کو کہا گیا ہے کہ جو بہت وسیع اور کثیر الجہت ہے۔اس کے بہت سے پہلو ہیں لہٰذا میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ اس قلیل وقت میں ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈال سکوں۔ یہ موضوع دنیا میں امن کے قیام سے متعلق ہے۔ یقیناً یہ دور حاضر کا سب سے ضروری اور اہم ترین مسئلہ ہے۔ تاہم چونکہ وقت محدود ہے، اس لئے مَیں اختصار کے ساتھ، ممالک کے مابین عدل ومساوات پر مبنی تعلقات کے ذریعے قیام امن کا اسلامی نظریہ پیش کروں گا۔

❁......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: **دراصل امن اور انصاف لازم وملزوم ہیں۔یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک کے بغیر دوسرا مقصد حاصل ہو جائے۔**اور یقیناً یہ ایک ایسا اصول ہے جسے تمام شعور رکھنے والے اور عقلمند بخوبی جانتے ہیں۔

اگر ان لوگوں کو الگ چھوڑ دیا جائے جن کا مقصد ہی فتنہ کھڑا کرنا ہے۔تو کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں ہوگا جو یہ کہہ سکتا ہو کہ کسی ایسے معاشرہ میں، ملک میں، حتیٰ کہ ساری دنیا میں جہاں انصاف اور کھرے معاملات کا بول بالا ہو وہاں فساد یا امن کا فقدان ہوسکتا ہے۔

اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بہت سے علاقوں میں فساد اور بدامنی غالب ہے اور ایسے فساد اندرونی طور پر ملکی سطح پر بھی اور بیرونی طور پر ممالک کے مابین تعلقات میں بھی نظر آرہے ہیں۔**حکومتیں اپنی پالیسیز کے انصاف پر مبنی ہونے کی دعویدار ہیں اور قیام امن کو اپنی اولین ترجیح قرار دیتی ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمیں اس قسم کے تنازعات اور فساد نظر آتے ہیں۔**

پھر عمومی طور پر اس بات میں بھی شک نہیں کہ دنیا میں بے چینی اور اضطراب بڑھ رہا ہے اور اسی طرح بدامنی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔**یہ چیز ثابت کرتی ہے کہ ضرور کہیں نہ کہیں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کئے جارہے۔**لہٰذا جہاں کہیں بھی اور جب کبھی بھی ناانصافی کی گئی ہے، اسے ختم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔اس ضمن میں بطور عالمگیر سربراہ احمدیہ مسلم جماعت، میں انصاف پر مبنی امن کے قیام اور اس کی ضرورت پر کچھ خیالات کا اظہار کروں گا۔

❁......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: **احمدیہ مسلم جماعت خالصتاً ایک مذہبی جماعت ہے۔** یہ ہمارا کامل ایمان ہے کہ وہ مسیح اور مصلح جس نے اس زمانہ میں دنیا کو اسلام کی حقیقی تعلیمات کی طرف ہدایت دینے کے لئے آنا تھا، وہ یقیناً آچکا ہے۔ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہماری جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) وہی مسیح اور مصلح ہیں۔ پس ہم ان کو مان چکے ہیں اور ان کی تعلیمات کے تحت ہم قرآن کریم میں بیان کردہ اسلام کی اصل اور حقیقی تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور اس کا پرچار کرتے ہیں۔**اس لئے جو کچھ بھی میں قیام امن کے لئے اور بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے بیان کروں گا۔اس کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہوگی۔**

❁......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آپ سب امن کے حصول کے لئے اکثر اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور یقیناً اس مقصد کے لئے کافی کوشش بھی کرتے ہیں۔آپ کے ذہین اور تخلیقی ذہن قیام امن کے لئے آپ کو مختلف تجاویز، منصوبے اور انداز فکر فراہم کرتے ہیں۔اس لئے یہ موضوع مجھ سے اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ میں کوئی دنیاوی یا سیاسی نقطہ نظر بیان کروں، بلکہ میری تمام تر توجہ اس بات پر مرکوز رہے گی کہ مذہب کے تحت کس طرح امن حاصل کیا جاسکتا ہے۔اور اس مقصد کے لئے، جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے، میں قرآن کریم میں بیان کردہ چند انتہائی اہم ہدایات بیان کروں گا۔

❁......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ انسانی علم اور عقل کامل نہیں بلکہ محدود ہے۔اس لئے جب فیصلے کئے جارہے ہوتے ہیں یا سوچ بچار کیا جارہا ہوتا ہے تو بعض ایسے عوامل انسانی دماغ میں آجاتے ہیں جو انسان کی قوت فیصلہ پر پردہ ڈال دیتے ہیں اور انسان اپنے حقوق منوانے کی ڈگر پر چل پڑتا ہے۔ بالآخر کوئی ایسا فیصلہ ہوتا ہے یا کوئی ایسا نتیجہ نکلتا ہے جو کہ انصاف سے عاری ہوتا ہے۔جبکہ الٰہی قانون کامل ہوتا ہے اور ناانصافی اور ذاتی مفادات سے مبرا ہوتا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ **خدا ہمیشہ اپنی مخلوق کی بہتری اور بھلائی کی خواہش رکھتا ہے۔اس لئے اس کا قانون کلیۃً انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ جس دن دنیا کے افراد اس اہم ترین نکتہ کو سمجھ گئے اسی دن دنیا میں حقیقی اور دائمی امن کی بنیاد رکھ دی جائے گی۔** نہیں تو ہم یہی دیکھتے رہیں گے کہ دنیا میں امن قائم کرنے کی لامتناہی کوششوں کے باوجود ابھی تک کوئی قابل قدر نتیجہ حاصل نہیں کر سکے۔

❁......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پہلی عالمی جنگ کے بعد بعض ممالک کے سربراہان نے چاہا کہ وہ مستقبل میں تمام ممالک کے مابین اچھے اور پُرامن تعلقات قائم کریں۔ چنانچہ امن قائم کرنے کی اس کوشش میں انہوں نے 'لیگ آف نیشنز' کی بنیاد رکھی۔اس ادارے کا اہم ترین مقصد دنیا میں امن کا قیام اور آئندہ جنگوں کو روکنا تھا۔ بدقسمتی سے 'لیگ' نے جو قوانین بنائے اور جو ریزولیوشنز پاس کیے ان میں بعض سقم اور خامیاں تھیں اور اسی وجہ سے وہ مکمل طور پر تمام قوموں اور تمام ملکوں کے حقوق کا تحفظ نہ کر سکی۔نتیجتاً ممالک میں بے اعتمادی پیدا ہوگئی اور اس طرح ان ناانصافیوں کی بدولت دیرپا امن قائم نہ رہ سکا۔'لیگ' کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں اور یہ دوسری عالمی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔اس جنگ کے نتیجہ میں جو عظیم تباہی و بربادی ہوئی اسے ہم سب بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔یعنی تمام دنیا میں لگ بھگ 75ملین افراد اپنی جان گنوا بیٹھے، ان میں سے بیشتر معصوم سویلین افراد تھے۔

❁......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: دنیا کی آنکھیں کھولنے کے لئے یہ جنگ کافی ہونی چاہئے تھی۔اسے مزید انصاف پر مبنی پُر حکمت پالیسیاں بنانے کا ذریعہ بننا چاہئے تھا، ایسی پالیسیز جو ہر فریق کے جائز حقوق کی ضامن ہوتیں اور دنیا میں قیام امن کا ذریعہ بنتیں۔اس وقت کی حکومتوں نے دنیا میں امن قائم کرنے کی کسی حد تک کوشش کی اور اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی گئی۔تاہم جلد ہی یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ وہ نیک اور اہم ترین مقصد حاصل نہیں ہوسکا جس پر اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔درحقیقت آج بھی بعض حکومتیں کھلے عام ایسے بیانات دیتی رہتی ہیں جس سے اس کی مکمل ناکامی ثابت ہوتی ہے۔

❁......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: **اسلام انصاف پر قائم کئے جانے والے بین الاقوامی تعلقات اور دنیا میں امن کے قیام کے لئے کیا کہتا ہے؟**

سورۃ الحجرات آیت نمبر 14 میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یہ تقسیم ہرگز کسی قسم کی برتری کا حق نہیں دیتی۔**چنانچہ قرآن کریم اس بات کو واضح کرتا ہے کہ تمام لوگ پیدائشی طور پر برابر**

ہیں۔ مزید یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری خطاب فرمایا، اس میں تمام مسلمانوں کو یہ تاکید کی کہ وہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ کسی عرب کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عرب پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی درس دیا کہ کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ چنانچہ یہ اسلام کی واضح تعلیم ہے کہ تمام قومیتیں اور نسلیں برابر ہیں۔ **اسلامی تعلیم میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ تمام لوگوں کو بغیر کسی تفریق اور تعصب کے مساوی حقوق فراہم کئے جائیں۔**

✿......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: **یہ وہ کلیدی اور سنہرا اصول ہے جو قیام امن کے لئے مختلف گروہوں اور قوموں کے درمیان ہم آہنگی کی بنیاد رکھتا ہے۔** اس کے برخلاف آج ہم دیکھتے ہیں کہ طاقتور اور کمزور قومیں باہم جدا اور منقسم ہیں۔

مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ **اقوام متحدہ میں بعض ممالک کے مابین تفریق کی گئی ہے اور سیکیورٹی کونسل میں کچھ مستقل رکن ممالک ہیں اور کچھ غیر مستقل رکن ممالک ہیں۔ یہ تقسیم اندرونی طور پر بے چینی اور ذہنی اضطراب کا باعث بنی ہے اور ہم آئے دن ایسی خبریں سنتے رہتے ہیں کہ بعض ممالک اس ناانصافی پر سراپا احتجاج ہیں۔**

✿......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: **اسلام ہمیں ہر معاملہ میں غیر مشروط عدل اور برابری کی تعلیم دیتا ہے۔** اس حوالہ سے قرآن کریم نے ہماری فیصلہ کن رہنمائی کی ہے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 3 میں ذکر ہے کہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ بھی جو نفرت اور دشمنی میں حد سے بڑھ گئے ہیں انصاف کا سلوک برتا جائے۔ اور قرآن کریم یہ بھی ہمیں سکھلاتا ہے کہ جب بھی کوئی آپ کو نیکی اور بھلائی کی طرف بلائے تو اسے قبول کرو۔ اور اگر کوئی آپ کو بدی اور غیر منصفانہ طریق کی طرف لے جائے تو اس کو رد کردو۔

یہاں پر فطرتاً **ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں عدل کا پیمانہ کیا ہے؟**

سورۃ النساء کی آیت 136 میں ذکر ہے کہ اگر آپ کو اپنے خلاف یا اپنے والدین کے خلاف یا اپنے پیاروں کے خلاف گواہی دینی پڑے تو ضرور دو تاکہ سچائی اور عدل کو قائم رکھا جاسکے۔

✿......طاقتور اور دولتمند ممالک کو اپنے حقوق محفوظ کرنے کی کوشش میں غریب اور کمزور ممالک کے حقوق غصب نہیں کرنے چاہئیں اور نہ ہی غریب اقوام کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کرنا چاہئے۔

✿......**دوسری طرف غریب اور کمزور اقوام کو بھی چاہئے کہ وہ طاقتور اور امیر قوموں کو نقصان پہنچانے کے مواقع تلاش نہ کریں۔** بلکہ دونوں اطراف کو انصاف پر مبنی اصولوں پر پوری طرح عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔ درحقیقت مختلف ممالک کے مابین پُرامن تعلقات کے قیام کے لئے یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

✿......قرآن کریم میں سورۃ الحجر کی آیت نمبر 89 میں بھی اقوام کے مابین قیام امن کے لئے انصاف کی ضرورت کا ذکر ملتا ہے۔ **چنانچہ قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ کسی بھی قوم کو دوسروں کے اموال اور وسائل پر حاسدانہ نظر نہیں رکھنی چاہئے۔ پس کسی بھی ملک کو کسی دوسرے ملک کی مدد اور تعاون کرنے کا جھوٹا بہانہ بنا کر اس ملک کے وسائل پر غیر منصفانہ طور پر قبضہ نہیں کرنا چاہئے۔** پس غریب ممالک کو تکنیکی مہارت اور دیگر امداد کی فراہمی کو بنیاد بنا کر ان کے ساتھ غیر منصفانہ تجارتی معاہدے کرتے ہوئے ان سے فوائد حاصل نہیں کرنے چاہئیں۔

✿......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اسی طرح تکنیکی مہارت اور دیگر امداد کی فراہمی کو بنیاد بنا کر ترقی پذیر ممالک کے قدرتی وسائل اور اثاثوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ **بلکہ نسبتاً کم خواندہ قوموں اور حکومتوں کو یہ سکھانا چاہئے کہ وہ اپنے قدرتی وسائل کو کس طرح بہتر طور پر استعمال کریں۔** اقوام اور حکومتوں کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ ترقی پذیر اقوام کی خدمت کرنے اور ان کی مدد کرنے کی کوشش کریں۔ **تاہم یہ خدمت قومی یا سیاسی فوائد حاصل کرنے کی نظر سے نہ ہو اور نہ ہی ذاتی مفادات حاصل کرنے کا ذریعہ ہو۔**

✿......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ہم جانتے ہیں کہ اقوام متحدہ نے گزشتہ چھ سات دہائیوں میں غریب ممالک کی مدد کے لئے بہت سے پروگرامز اور اداروں کا قیام کیا۔ اور اپنی اس کوشش کے ساتھ انہوں نے ترقی پذیر ممالک میں موجود قدرتی وسائل کی تلاش بھی جاری رکھی۔ لیکن ان کوششوں کے باوجود ترقی پذیر ممالک میں کوئی ایک ملک بھی ترقی یافتہ نہ بن سکا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: **ترقی پذیر ممالک کی حکومتوں کی طرف سے وسیع پیمانہ پر ہونے والی کرپشن بھی اس کی ایک وجہ ہے۔ اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک اپنے مفادات کی خاطر ایسی حکومتوں کے ساتھ چلتے جا رہے ہیں۔ تجارتی و کاروباری معاہدات بھی اسی طرح ہو رہے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں معاشرہ کے غریب اور محروم طبقہ میں مایوسی اور بے چینی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور پھر یہی مایوسی اور بے چینی ایسے ممالک میں بغاوت اور اندرونی فسادات کو جنم دیتی ہے۔**

ترقی پذیر ممالک کی غریب عوام مایوسی اور بے چینی میں اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ نہ صرف وہ اپنے لیڈرز بلکہ مغربی طاقتوں کے خلاف بھی کھڑے ہو گئے ہیں۔ اور ایسے لوگ شدت پسند گروہوں کے ہاتھوں چڑھے ہیں جنہوں نے ان کی اس مایوسی سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ اور پھر ایسے لوگوں کو اپنے گروہوں میں شامل کرنے اور ان کے ذریعہ اپنے نفرت آمیز نظریات کو پروان چڑھانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اور اس کا بالآخر نتیجہ یہی نکلا ہے کہ اب دنیا کا امن تباہ ہو چکا ہے۔

✿......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: **اسلام ہماری توجہ قیام امن کے ذرائع کی طرف مبذول کرواتا ہے۔ اسلام مکمل انصاف کا تقاضا کرتا ہے۔ اسلام ہمیشہ سچی گواہی دینے کا تقاضا کرتا ہے۔ نیز اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہماری حاسدانہ نظریں دوسروں کے اموال پر نہ پڑیں۔ اور اسلام اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ ترقی یافتہ اقوام اپنے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ترقی پذیر اور غریب اقوام کی بے غرض ہو کر خدمت کریں۔ اگر ان تمام عناصر کو بروئے کار لایا جائے تو حقیقی امن کا قیام ہوگا۔**

✿......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یاد رکھیں! **ناانصافی ہمیشہ بدامنی کا باعث بنتی ہے۔ پس اگر کوئی ملک تمام حدیں عبور کر کے غیر منصفانہ طور پر دوسرے ممالک کے وسائل پر قبضہ کرتا ہے تو پھر دوسرے ممالک کو اس ظلم کو روکنے کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں۔ تاہم ایسے اقدامات ہمیشہ انصاف کے ساتھ اٹھائے جائیں۔**

اس قسم کے عملی اقدام کرنے کے متعلق قرآن کریم کی سورۃ الحجرات کی آیت 10 میں ذکر ہے کہ جہاں دو قوموں کے مابین کوئی تنازعہ ہو اور اس سے جنگ چھڑنے کا خدشہ ہو تو دوسری حکومتوں کو چاہئے کہ وہ ان کو صلح اور حکمت سے کام لینے کا مشورہ دیں تا ان کے درمیان کوئی معاہدہ طے پاسکے اور اس معاہدہ کے نتیجہ میں مفاہمت پیدا ہو جائے۔ لیکن اگر دونوں میں سے کوئی ایک ملک معاہدہ کی پاسداری نہیں کرتا اور جنگ شروع کرنا چاہتا ہے تو پھر دوسرے ممالک کو ایسے ملک کے خلاف اتحاد بنا کر لڑنا چاہئے تا کہ ظالم کو روکا جا سکے۔ اور پھر جب ظالم قوم کو شکست ہو جائے اور وہ باہمی مذاکرات پر راضی ہو جائے تو پھر تمام ممالک کسی ایسے معاہدہ پر پہنچیں جس سے دیرپا امن اور مفاہمت قائم ہو۔ اس معاہدہ میں سخت اور غیر منصفانہ شرائط نہ رکھی جائیں جن کے ذریعہ سے کسی ایک قوم کے ہاتھ بندھ جائیں۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے مستقبل میں ایک بے چینی پیدا ہوگی جو کہ بڑھتی چلی جائے گی اور ایسی بے چینی کا نتیجہ مزید فساد ہو گا۔ اس لئے ایسے حالات میں جو حکومت فریقین کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کرے اسے چاہئے کہ وہ خالص اور غیر جانبدار ہو کر ایسا کرے۔ اگر فریقین میں سے کوئی ایک فریق بھی ثالثی کرنے والے ملک کے خلاف ہو تب بھی اس کی طرف سے غیر جانبدارانہ رویہ قائم رہنا چاہئے۔ نیز ایسے حالات میں ثالث کی طرف سے کسی قسم کے غصہ کا اظہار نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی بیجا طور پر اس کا بدلہ لینا چاہئے۔ ہر فریق کو اس کا جائز حق ملنا چاہئے۔

✿......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پس انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایسے ممالک جو معاہدات کرواتے ہیں وہ ذاتی مفادات کی طرف نہ دیکھیں اور کسی بھی ملک سے بے جا طور پر فائدہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ غیر منصفانہ طریق پر دخل اندازی نہ کریں اور نہ ہی کسی ایک فریق پر ناحق دباؤ ڈالیں۔ کسی بھی ملک میں موجود قدرتی وسائل کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اور ایسے ممالک پر غیر ضروری اور ناحق پابندیاں نہ لگائی جائیں۔ کیونکہ نہ تو یہ انصاف کا طریق ہے اور نہ ہی اس سے ممالک کے درمیان تعلقات میں بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔

✿......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: وقت کی پابندی کے باعث میں نے یہ باتیں اختصار کے ساتھ بیان کی ہیں۔ مختصراً یہ کہ **اگر آپ دنیا میں امن قائم کرنے کے خواہاں ہیں تو ایک بڑے مقصد کی خاطر ہمیں اپنے ذاتی و قومی مفادات کو ایک طرف رکھتے ہوئے انصاف پر مبنی تعلقات قائم کرنے ہوں گے۔** ورنہ جیسا کہ آپ سب کے علم میں ہے بہت سے ممالک کے مابین اتحاد اور بلاک بننے کی وجہ سے بعید نہیں ہے کہ دنیا میں فساد زیادہ سے زیادہ ہوتا جائے جو کہ کسی بڑی تباہی کی طرف لے جائے۔ اور اس قسم کی تباہی اور جنگ کے اثرات کئی نسلوں تک چلیں گے۔

✿......حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: **ریاستہائے متحدہ امریکہ کو دنیا کے طاقتور ترین ملک ہونے کے اعتبار سے حقیقی انصاف اور نیک نیتی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔ اگر آپ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو دنیا آپ کی عظیم کوششوں کو ہمیشہ تحسین کے ساتھ یاد رکھے گی۔** میری دعا ہے کہ یہ امید کی کرن حقیقت بن جائے۔ آپ سب کا بہت شکریہ۔ بعد ازاں حضور انور نے دعا کروائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ خطاب گیارہ بجکر دس منٹ تک جاری رہا۔

(بدر ۸/۱۵ نومبر ۲۰۱۲)

کوئی مذہب بھی امن کی بربادی کی تعلیم نہیں دیتا خواہ وہ اسلام ہو یا عیسائیت یا ہندو مذہب یا کوئی بھی اور مذہب

اسلام اپنے پیروکار سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ دوسروں کا خیر خواہ ہو اور امن کو قائم کرے۔ مگر بدقسمتی سے بعض نام نہاد مسلمانوں نے اور غیروں نے بھی اسلام کے اس خوبصورت تصور کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔ میڈیا اور بعض نام نہاد تعلیم یافتہ لوگ سراسر ناجائز طور پر غلط تصور جہاد کو قرآن کی طرف منسوب کر کے اس کا پراپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ امن کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ منفی تشریحات پیش کرنے کے بجائے کسی معاملہ کی اصل تصویر کو دیکھا جائے۔

غریب ممالک کی غربت کو دور کرنے کے لئے زبانی ہمدردی کافی نہیں بلکہ تمام ترقی یافتہ ممالک اور تیل کی دولت اور دیگر ذرائع سے مالا مال ممالک کو مل کر عملی طور پر منظم کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

مختلف قوموں اور مذہبوں کے افراد میں امن کے قیام کے لئے یہ بہت اہم اصول ہے کہ دوسروں کے جذبات کا خیال رکھا جائے اور کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جو دلوں میں نفرت پیدا کرے

ملکی قوانین کی پابندی اور وطن سے وفاداری ایک مسلمان کے لئے اتنی ہی ضروری ہیں جتنا شریعت کی پابندی کرنا۔

البتہ معاشرتی حقوق کے قیام کے دوران کسی شخص کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہیں کی جانی چاہئے۔

برطانیہ اور یورپ کے عوام نے ایک لمبے تجربے سے گزرنے کے بعد مذہبی آزادی اور انصاف کی عظیم روایات کو قائم کیا ہے اگر آپ اپنے ملک کی بقا چاہتے ہیں اور امن کے خواہاں ہیں تو مذہبی آزادی اور انصاف کی ان عظیم روایات کو ہمیشہ قائم رکھیں اور ایک محدود اقلیت کو اس بات کی اجازت نہ دیں کہ وہ آپ کو انصاف کی راہ سے ہٹا دے۔

اس دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو امن کے پیغام کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ کے بعد خلفائے احمدیہ کا سلسلہ جاری ہے اور امن کا یہ پیغام ساری دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے اور اللہ کے فضل سے اس میں کامیابی بھی ہو رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ پیغام پھیلتا چلا جائے گا اور دنیا اپنے خالق کی طرف رجوع کرے گی اور امن اور محبت کا نمونہ ہو گی۔

جماعت احمدیہ یوکے کے زیر اہتمام بیت الفتوح (لندن) میں منعقدہ خلافت جوبلی امن کانفرنس میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ولولہ انگیز و بصیرت افروز خطاب

جماعت احمدیہ یوکے کے زیر اہتمام بیت الفتوح لندن میں 29/مارچ 2008ء کو صد سالہ خلافت جوبلی پروگراموں کے تحت ایک شاندار امن کانفرنس (Peace Conference) کا انعقاد کیا گیا۔ اس میں کم و بیش ایک ہزار افراد شامل ہوئے۔ ان میں غیر از جماعت اور غیر مسلم مہمانوں کی تعداد ساڑھے پانچ صد سے زائد تھی جن میں ممبران پارلیمنٹ، میئرز، کونسلرز، ٹی وی اور میڈیا کے نمائندگان، ڈاکٹرز اور مختلف سیاسی و سماجی شخصیات شامل تھیں۔ اس پروگرام میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا امن کے موضوع پر خطاب قارئین کیلئے پیش خدمت ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ کا خطاب

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ پھر ہم اس حال میں ایک دوسرے کے خیالات کو سننے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ حضور نے ان تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا جو باہمی محبت و اخوت کے جذبات کے اظہار کے لئے ہماری دعوت پر یہاں تشریف لائے تا کہ سوسائٹی میں امن کے بہترین طریق پر قیام کے لئے اپنے احساسات و جذبات کو بیان کر سکیں۔

حضور نے فرمایا کہ آج کے دور میں جبکہ بعض طاقتیں امن کی بربادی کے لئے تلی ہوئی ہیں اور غیر ضروری طور پر بلا جواز ایک دوسرے کے خلاف منفی خیالات کو ہوا دی جاتی ہے اور نفرت کی دیواریں بلند کی جاتی ہیں، امن کے قیام کے لئے کوشش کرنا اور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کوئی مذہب بھی امن کی بربادی کی تعلیم نہیں دیتا خواہ وہ اسلام ہو یا عیسائیت یا ہندو مذہب یا کوئی بھی اور مذہب۔ ہر شخص طبعی طور پر امن کو پسند کرتا ہے اور فساد سے نفرت کرتا ہے۔ ہر سعید فطرت انسان اچھے کاموں کو پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دنیا میں امن قائم ہو۔ حضور نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ آپ میں سے بعض اپنے اپنے دائرہ میں امن کے قیام کے لئے پہلے سے ہی فعال ہوں اس لئے ہم سب کا یہاں اکٹھا ہونا اسی انسانی کوشش کی زنجیر کا ایک تسلسل ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ گزشتہ چند سال سے امن سے محبت اور اس کے قیام کے لئے اس امن کانفرنس کا انعقاد احمدیہ مسلم جماعت کے پروگراموں کا ایک مستقل حصہ بن چکا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ آج مَیں اپنے مذہب اور عقیدے کے حوالے سے اس بارہ میں کچھ امور آپ کے سامنے رکھوں گا۔ کیونکہ آج کے دور میں مذہب کو بالعموم اور خصوصیت سے اسلام کو لوگوں میں تفریق پیدا کرنے کا الزام دیا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنے ہر پیروکار سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ دوسروں کا خیر خواہ ہو اور امن کو قائم کرے۔ مگر بدقسمتی سے بعض نام نہاد مسلمانوں نے اور غیروں نے بھی اسلام کے اس خوبصورت تصور کو بگاڑنے اور اس کی حسین تصویر کو خراب کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ آج صرف احمدیہ جماعت ہے جو دونوں گروہوں کو یہ بتا رہی ہے کہ نہ تو بعض نام نہاد

مسلمان علماء اسلام کی خوبصورت تعلیم کو سمجھ سکے ہیں اور نہ ہی غیر مسلموں نے سچائی کو معلوم کرنے میں انصاف سے کام لیا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ 1897ء میں احمدیہ مسلم جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ایک کتاب کی صورت میں ملکہ وکٹوریہ کو ان کی ڈائمنڈ جوبلی پر ایک پیغام بھیجا جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ مَیں مانتا ہوں کہ بعض نادان مسلمانوں کا رویہ درست نہیں ہے اور ان میں بعض احمقانہ عادتیں داخل ہو چکی ہیں جیسے بعض ظالم طبع مسلمان معصوموں کا خون بہانے کو جہاد قرار دیتے ہیں۔ ایک منصف حاکم کے خلاف بغاوت کا نام جہاد رکھنا ہرگز درست نہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ہی بانی جماعت احمدیہ نے اس زمانہ کے غیر مسلموں اور پادریوں کا بھی ذکر فرمایا جنہوں نے اسلام کے تصور جہاد کی غلط تشریحات پیش کیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل کے زمانے میں بھی میڈیا اور بعض نام نہاد تعلیم یافتہ لوگ سراسر ناجائز طور پر غلط تصور جہاد کو قرآن کی طرف منسوب کر کے اس کا پراپیگنڈہ کر رہے ہیں جس کے نتیجہ میں بعض نادان مسلمان اس تاثر کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جبکہ ان کے اپنے علماء بھی ایک خاص قسم کے جہاد پر زور دے رہے ہیں اور غیر مسلم بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ قرآن اس جہاد کا حکم دیتا ہے اور وہ ہر معاملہ میں سختی اور تشدد پر مبنی ہے تو شاید یہی اصل تصور جہاد ہے۔ چنانچہ وہ اسلام اور قرآن کریم کی سچی تعلیم کے حقیقت پسندانہ مطالعہ کی بجائے جبر و تشدد اور قتل و غارت کی طرف مائل ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ شاید آپ کو یاد ہو کہ کچھ عرصہ قبل ڈنمارک میں ایک اخبار نے آنحضرت ﷺ کے کارٹون دوبارہ شائع کئے اور کوشش کی کہ حضور اکرمؐ کی منفی اور سراسر غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش کرے۔ حضور نے فرمایا کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی یہ حرکت باہمی تعلقات کو بہتر بنائے گی یا مزید خراب کرے گی؟ کیا ہالینڈ کے ایک ممبر پارلیمنٹ کی طرف سے قرآن کریم کے متعلق ایک فلم کا بنانا مسلمانوں میں اشتعال پیدا نہیں کرے گا؟۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مسلمان کسی بھی نبی کی توہین نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تمام انبیاء پر ایمان لاتا ہے۔ خصوصیت سے ایک احمدی مسلمان، عام مسلمان سے زیادہ پختہ ایمان سب نبیوں پر رکھتا ہے۔ کیونکہ ہم آنحضرت ﷺ اور آپؐ سے پہلے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ بانیٔ جماعت احمدیہ کو بھی مسیح موعود اور خدا کا مامور و مرسل مانتے ہیں جن کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ تمام مذاہب کے لوگوں کو اکٹھا کریں اور دنیا میں امن کا قیام ہو۔ حضور نے فرمایا کہ جماعت کی سو سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہم امن کے علمبردار اور امن کو قائم کرنے والے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ جہاد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد اس لئے یہاں بیان کیا ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم نے آج کے تبدیل شدہ معروضی حالات میں اپنے مؤقف کو تبدیل کیا ہے بلکہ پہلے دن سے ہی جماعت کی یہی تعلیم ہے اور یہ تعلیم قرآن مجید کی روشنی میں اور اس کے عین مطابق ہے۔

حضور انور نے ڈچ ممبر پارلیمنٹ Wilder کے حوالہ سے بتایا کہ اس نے قرآن کریم کی ایک آیت پر اعتراض کیا ہے جس میں ذکر ہے کہ جب تم دشمن پر جنگ میں قابو پالو تو انہیں مضبوطی سے باندھ کر رکھو۔ پھر انہیں بطور احسان چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لو یہاں تک کہ جنگ اپنے اوزار رکھ دے۔ حضور نے اس آیت کے حوالہ سے بتایا کہ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو کیا جنگ کے دوران لوگ مارے نہیں جاتے اور قیدی نہیں بنائے جاتے؟ کیا مسٹر وِلڈر جنگ عظیم اوّل اور دوم میں ہلاک ہونے والوں سے بے خبر ہیں؟ کیا یہ صرف مسلمان ہی ہیں جو عراق اور افغانستان اور فلسطین میں قتل کر رہے ہیں؟۔

حضور نے فرمایا کہ قرآن کریم حالات کے مطابق تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم ایک جنگ میں برسرپیکار ہو اور جنگ دفاع کے طور پر ہو تو پھر بزدل نہ بنو بلکہ بہادروں کی طرح لڑو اور جب تک خونریز جنگ نہ ہو کسی کو قیدی نہ بنایا جائے۔ اور پھر قیدیوں سے اعلیٰ معیار کا اخلاقی سلوک کرو۔ یعنی یا تو ان کو بطور احسان آزاد کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔ حضور نے فرمایا کہ قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے قیدی بنا کر رکھنے کی تعلیم نہیں دی۔

حضور نے فرمایا کہ بانیٔ جماعت احمدیہ نے فرمایا ہے کہ غیر ضروری تنقید اور دوسروں کی غلطیوں کی تلاش میں لگے رہنا امن کے قیام میں مدد نہیں ہوگا۔ اگر کوئی حکم غیر واضح ہے تو اس مذہب کے پیروکاروں سے معلوم کرو۔ چونکہ ہر کوئی تعلیم سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتا جیسا کہ مَیں نے کہا کہ عام لوگوں کی اکثریت گمراہ مُلّاؤں کے پیچھے چلتی ہے اور اس طرح اسلام کی بدنامی کا موجب ہے۔ اگر مسٹر ولڈر کو علم نہیں تو اسے چاہئے تھا کہ پوری طرح تحقیق کرتا کیونکہ اسلام کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ ہر جنگ میں قیدیوں سے نہایت اعلیٰ درجہ کا سلوک کیا۔ مثلاً بدر کی جنگ میں قیدیوں کو اس شرط پر آزاد کیا گیا کہ وہ غیر پڑھے لکھے مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔

حضور نے فرمایا کہ امن کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ منفی تشریحات پیش کرنے کی بجائے کسی معاملہ کی اصل تصویر کو دیکھا جائے۔ احمدیہ مسلم جماعت نے مسٹر وِلڈر کو یہ تمام باتیں بڑی وضاحت سے سمجھائیں لیکن اس کے باوجود اس نے مسلمانوں کے جذبات کا خیال نہیں رکھا اور اسلام کو بدنام کرنے کی اشتعال انگیز حرکت کی جرأت کی۔ حضور نے فرمایا کہ اُسے قرآن کریم کی یہ تعلیم کیوں نظر نہیں آئی کہ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ:41) یعنی بدی کا بدلہ اسی قدر ہے جتنا کسی نے بدی کی لیکن جس نے معاف کیا اور اس کے نتیجہ میں اس نے اصلاح کی تو اس کا بدلہ خدا کے پاس ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اسلام کے نزدیک اصلاح کی بہت اہمیت ہے۔ اگر معاف کرنے سے اصلاح ہوتی ہے تو معاف کرنا چاہئے لیکن عادی مجرم جو باز نہیں آتا، جو سوسائٹی کے امن کو برباد کرنے پر تُلا ہوا ہے اس کو اصلاح کی خاطر سزا دو لیکن انتقام کی خاطر نہیں۔ ذاتی دشمنی، عداوت، بغض اور انتقام پسندی کا سزا دینے میں کوئی دخل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جو سوسائٹی کے امن کو برباد کرتی ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خدا کی خاطر انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ ہمیشہ انصاف سے کام لو کیونکہ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ حضور نے فرمایا کہ تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام خدا کے خوف سے کرنا اور اس کی محبت کو دل میں بسانا۔ اللہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے اسی محبت کی وجہ سے خدا اپنے پیغمبر اور رسول اس دنیا میں بھیجتا ہے تا کہ لوگ شیطان کے پنجے سے نجات پائیں اور اچھے کام کریں اور ایک دوسرے سے اخلاص اور محبت سے پیش آئیں اور امن کو فروغ دیں۔

حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ کبھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ حضور نے فرمایا کہ کیا یہ انصاف ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کو جنہیں ہر مسلمان اپنی جان سے عزیز رکھتا ہے ایک دہشت گرد کے طور پر پیش کیا جائے؟ اور کیا یہ انصاف ہے کہ قرآن کریم جو محبت اور انصاف کی تعلیم دیتا ہے اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ اسے پھاڑ کر سمندر میں پھینک دینا چاہئے؟۔

حضور نے فرمایا کہ ایک شریف النفس ڈینش نے آنحضرت ﷺ کے متعلق توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے معاملہ پر کہا تھا کہ ان کارٹونوں کی اشاعت ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنے پڑوسی کے متعلق جھوٹی باتیں لکھ کر اپنے دروازے پر لٹکائے تا کہ پڑوسی ہر روز اسے پڑھے اور پھر اس کے ساتھ وہ یہ دعویٰ بھی کرے کہ وہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ آپ یقینا مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ امن کو حاصل کریں اور اسے فروغ دیں۔ حضور نے سوسائٹی میں امن اور اخوت کا ماحول پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم کی بعض تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ معاشرے میں کمزوروں کے حقوق کا خاص طور پر خیال رکھو چنانچہ فرمایا کہ امراء کے اموال میں سوال کرنے والوں اور محروموں کا بھی حق ہے۔ حضور نے فرمایا کہ آج ہم دنیا کے غریب ممالک میں غربت کی انتہا کو دیکھتے ہیں اس کو دُور کرنے کے لئے صرف زبانی ہمدردی کافی نہیں بلکہ عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ کوئی شخص شدید خواہش کے باوجود تن تنہا اس غربت کو ختم نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ سب مل کر اس سلسلہ میں کام کریں۔ بعض

این جی اوز کام کر رہی ہیں لیکن تمام ترقی یافتہ ممالک اور تیل کی دولت اور دیگر مختلف ذرائع سے مالا مال ممالک کو حکومتی سطح پر بھی اس بارہ میں منظم کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اگر ان غریب ممالک کو اسلحہ سپلائی کرنے کی بجائے ان کی خوراک کی ضروریات کو پورا کرنے کی طرف توجہ دیں اور بہت سی خوراک جو ترقی یافتہ ممالک میں ان کی اپنی ضرورت سے زائد ہے ان غریب ممالک کو دے دی جائے تو بھوک کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ ان ممالک کی تعلیمی اور طبی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے دور افتادہ جگہوں پر ان سہولتوں کو مہیا کرنے اور اسی طرح ان کے لئے ترقی کے مواقع مہیا کرنے کی ضرورت ہے ورنہ بے چینی پھیلے گی۔ حضور نے فرمایا کہ بدقسمتی سے جب بعض ممالک ان غریب ملکوں کی امداد کرنے کے لئے آتے ہیں تو ان کی امداد کا ستّر فیصد سے زائد حصہ ان کے اپنے کارکنوں کی تنخواہوں اور دوسری سہولیات کی فراہمی پر خرچ ہو جاتا ہے اور جب بالآخر ایک غریب آدمی تک یہ امداد پہنچتی ہے تو وہ اس کے لئے بہت ناکافی ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض حکومتوں نے افریقہ میں واٹر پمپ لگائے لیکن جب کچھ عرصہ بعد وہ پمپ کام نہیں کرتے تو ان کی مرمت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ جب ہمارے ہیومینٹی فرسٹ کے کارکنوں اور احمدی انجینئرز نے اس کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ بیرونی ممالک نے یہ پمپ لگائے تھے لیکن مقامی حکومتیں ان کی مرمت نہیں کروا سکیں کیونکہ اخراجات بہت زیادہ تھے۔ اخراجات اس لئے زیادہ تھے کہ کام کرنے والے ذاتی اخراجات کے لئے بھاری رقمیں لیتے تھے۔ تاہم ہیومینٹی فرسٹ نے اور ہمارے انجینئرز نے بہت معمولی قیمت پر انہیں ٹھیک کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ غریب لوگوں کی خواہشات زیادہ نہیں ہوتیں۔ اگر ان کی بنیادی ضروریات پوری ہو جائیں تو یہ چیزیں معاشرہ میں امن کے قیام کا موجب ہوتی ہیں۔

حضور نے قرآن کریم کی آیت کے حوالہ سے فرمایا کہ مسلمانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ تم بہترین جماعت ہو جو تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے اس لئے تم اپنے مفاد کے لئے ہی کام نہ کرو بلکہ دوسروں کو بھی اچھے کام کرنے کی تحریک کرو اور غلط کاموں سے رکنے کی تلقین کرو۔ حضور نے فرمایا کہ اگر اسلام پر اعتراض کرنے والے انصاف سے کام لیتے تو جو مسلمان بدیوں میں بڑھ گئے ہیں اور انصاف سے کام نہیں لیتے انہیں توجہ دلاتے کہ تمہارے اعمال تمہاری مذہبی کتاب کی تعلیم کے برعکس ہیں۔ لیکن ان کا بانیٔ اسلام اور قرآن مجید کے خلاف ایسی حرکتیں کرنا صاف طور پر بتاتا ہے کہ وہ معاشرتی اصلاح اور امن کے خواہاں نہیں ہیں بلکہ نفرت کا انتشار چاہتے ہیں۔

حضور نے قرآن مجید کی آیات کے حوالے سے بین الاقوامی تعلقات میں امن کے فروغ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایک دوسرے سے تمسخر کرنے سے منع فرماتا ہے۔ مختلف قوموں اور مذہبوں کے افراد میں امن کے قیام کے لئے یہ بہت اہم اصول ہے کہ کوئی ایسی بات نہ کہو جو دوسروں کے دل میں نفرت پیدا کرے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ دوسروں کے جذبات و احساسات کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے حضور نے بتایا کہ ایک دفعہ ایک یہودی نے آنحضرت ﷺ کے پاس یہ شکایت کی کہ حضرت ابوبکر نے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ حضرت ابوبکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت پیارے اور گہرے دوست تھے اور ان کے لئے حضورؐ کے دل میں خاص قدر تھی لیکن جب یہودی کی شکایت آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ ابوبکر نے اسے کیسے تکلیف پہنچائی ہے تو اس نے کہا کہ ابوبکر نے کہا تھا کہ مَیں محمد ﷺ کے ربّ کی قسم کھاتا ہوں جنہیں خدا نے موسیٰ ؑ پر فضیلت دی ہے۔ حضور اکرم نے حضرت ابوبکر کو بلایا اور ان سے اس بارہ میں دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہودی نے پہلے یہ کہا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ربّ کی قسم کھاتا ہے جنہیں خدا نے تمام دنیا پر فضیلت دی ہے۔ اس پر مَیں نے کہا تھا کہ محمدؐ رسول اللہ کو اللہ نے سب پر فضیلت بخشی ہے۔ حضور اکرمؐ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ انہیں ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا اور یہ کہ انہیں دوسروں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ باوجود اس کے کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین کا لقب عطا فرمایا ہے کیونکہ آپؐ شریعت لانے والے آخری رسول تھے اور قرآن کریم کی صورت میں شریعت مکمل کر دی گئی ہے اور یہ بات ہر مسلمان کے عقیدہ کا حصہ ہے۔ مگر اس یہودی کے جذبات کے خیال سے آپؐ نے حضرت ابوبکر کو فرمایا کہ اس طرح نہ کہا جائے۔ یاد رہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب آنحضرت ﷺ مدینہ کے حاکم تھے اور آپ کو مکمل اختیارات حاصل تھے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر ہم سوسائٹی میں امن کے قیام کے خواہاں ہیں تو یہ وہ معیار ہے جس کے مطابق ہمیں دوسروں کے احساسات کا خیال رکھنا چاہئے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے باوجود اسلام اور آنحضرت ﷺ کو نہایت ناروا اعتراضات کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ جب ایسے لوگوں کے جارحانہ اور اشتعال انگیز رویّہ پر مسلمان خصوصیت سے مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمان ردّعمل دکھاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ان میں تحمل اور برداشت نہیں ہے اور یہ مغربی معاشرہ میں ہم آہنگ ہونا نہیں چاہتے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ چونکہ ان کی تعلیم مذہب کو ملک پر مقدم رکھتی ہے اس لئے یہ وطن کے ساتھ وفادار نہیں ہو سکتے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر آپ عیسائیت کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو عیسائیت بھی ایسے ہی دور سے گزری ہے جب کہا جاتا تھا کہ عیسائی اپنے مذہب کے ساتھ وفادار ہیں لیکن اپنے وطن سے نہیں۔ حضور نے فرمایا لیکن مَیں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام کسی کے وطن سے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے۔

حضور نے فرمایا اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ایک سچے مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے وطن سے محبت کرے۔ مذہب ایک ذاتی معاملہ ہے۔ قرآن مجید اس بات کو وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ جب تک اس اصول کو پیشِ نظر رکھا جائے گا امن قائم رہے گا۔

حضور نے فرمایا کہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ملکی قوانین کی پابندی اور وطن سے وفاداری ایک مسلمان کے لئے اتنی ہی ضروری ہیں جتنا شریعت کی پابندی کرنا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام ملکی قانون سازوں کو نصیحت کرتا ہے کہ مذہب میں کوئی جبر نہیں ہے اس لئے معاشرتی حقوق کے قیام کے دوران کسی شخص کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہیں کی جانی چاہئے۔ کوئی ایسا قانون جو کسی شخص کے کسی مذہب کو اپنی مرضی سے اختیار کرنے یا عبادت کے طریق اپنانے میں دخل اندازی کرتا ہے اسے آج کی ترقی یافتہ دنیا میں کہیں بھی قبول نہیں کیا جاتا۔

حضور نے فرمایا کہ مذہب کہتا ہے کہ سچ بولو۔ خصوصیت سے اسلام اس تعلیم پر بہت زور دیتا ہے۔ پھر اسلام کہتا ہے کہ دوسروں کے حقوق غصب نہ کرو، چوری نہ کرو، کسی کو بلاوجہ قتل نہ کرو اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔ اسلام ان باتوں پر خاص طور پر زور دیتا ہے۔ حضور نے فرمایا کیا یہ تعلیمات ملکی قوانین سے متصادم ہیں؟ میرا نہیں خیال کہ آپ اس سوال کا جواب اثبات میں دے سکتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اس پہلو سے مَیں برطانوی حکومت اور اس کے عوام کا اور اکثر مغربی ممالک کی حکومتوں اور ان کے عوام کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور ہر احمدی مسلمان بھی ان کا مشکور ہے کہ وہ بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ ڈنمارک اور ہالینڈ وغیرہ میں جو غیر اخلاقی حرکتیں ہوئی ہیں بہت سے عام لوگوں نے اور گورنمنٹ کے محکموں کے افسران نے ان کے خلاف اپنی آواز بلند کی ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں کے جذبات کا خیال رکھا جانا چاہئے۔ حضور نے ایسے لوگوں کے اس اقدام کو قابلِ تعریف قرار دیا۔ حضور نے فرمایا کہ اگر معاشرتی حقوق کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے مسلمان احتجاج کرتے ہیں تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے تاہم ایک مسلمان جو کسی بھی ملک میں رہتا ہے اس کا یہ حق نہیں ہے کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے اور ایسی حرکتیں کرے جن سے اس کی اس ملک سے وفاداری پر کسی قسم کا حرف آتا ہو۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ وقت مجھے اجازت نہیں دیتا کہ مَیں تفصیل سے اس موضوع پر بات کروں۔ بہرحال نہ تو قرآن کریم اور نہ ہی آنحضرت ﷺ کا عمل کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ جس ملک میں رہتا ہے اس کے خلاف بغاوت

کرے۔ اگر کسی کے ذاتی معاملات میں کوئی مسئلہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے حقوق وفرائض کی ادائیگی میں کوئی مشکلات ہیں یا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوئی روکیں کھڑی کی جاتی ہیں تو ایسے مسلمان کو اس جگہ سے ہجرت کرلینی چاہئے۔ حضور نے فرمایا کہ آج پاکستان میں احمدیوں کو ان کے مذہبی آزادی کے حقوق سے قانونی طور پر محروم کیا گیا ہے لیکن احمدیوں کا اس پر ردّعمل یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بغاوت نہیں کی۔ وہ یا تو تکلیفوں کو برداشت کرتے ہیں اور اگر نہیں کر سکتے تو وہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہم آپ کے مشکور ہیں کہ آپ نے ایسے ہجرت کرنے والے احمدیوں کو اپنے ہاں قبول کیا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ برطانیہ اور یورپ کے عوام نے ایک لمبے تجربے سے گزرنے کے بعد مذہبی آزادی کی عظیم روایات کو قائم کیا ہے اب ان عظیم روایات کو کبھی مرنے نہ دینا۔ حضورانور نے فرمایا کہ بانیٔ جماعت احمدیہ نے ملکہ وکٹوریہ برطانیہ کو مذہبی آزادی اور انصاف پسندی پر مبارک باد دی تھی۔ اگر آپ اپنے ملک کی بقا چاہتے ہیں اور امن کے خواہاں ہیں تو مذہبی آزادی اور انصاف کی اس روایت کو ہمیشہ قائم رکھیں اور ایک محدود اقلیت کی غلط حرکتوں کو اس بات کی اجازت نہ دیں کہ وہ آپ کو انصاف کی راہ سے ہٹا دے۔ حضور نے فرمایا کہ جیسا کہ مَیں نے ابتدا میں کہا تھا کہ امن ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھ کر ہی قائم کیا جاسکتا ہے اس لئے بانیان مذاہب اور انبیاء سے استہزاء اور ان کی تعلیم اور صحف سے تمسخر نہ تو روزمرہ کی معروف اخلاقی قدروں کے مطابق ہے اور نہ ہی یہ خدا تعالیٰ کو پسند ہے کیونکہ تمام انبیاء خدا کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں اور سبھی امن کی تعلیم لے کر آئے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو اس بات کی توفیق دے کہ وہ اس بنیادی اصول کو سمجھ سکیں۔

حضور نے فرمایا جس طرح ترقی یافتہ ممالک میں عوام الناس کے بنیادی حقوق کو ادا کیا جاتا ہے اسی طرح بین الاقوامی سطح پر بھی ان کو پوری طرح ادا کیا جانا چاہئے تا کہ محبت اور اخلاص اور امن کا ماحول دنیا پر غالب آجائے۔ حضور نے فرمایا کہ یادرکھیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی قوم کو جو طاقت عطا ہوتی ہے اگر اس کا صحیح استعمال نہ کیا جائے تو صورت حال تبدیل بھی ہوسکتی ہے۔ یہ خدائی قانون ہے اور سپر پاورز کو ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

حضور نے فرمایا کہ اس دَور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو امن کے پیغام کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ آنحضرت ﷺ کے مخلص خادم تھے اور ہمارا اعتقاد ہے کہ آپ مسیح ومہدی تھے۔ آپ نے قرآن مجید کی حقیقی تعلیمات کی روشنی میں ان فرائض کی نشاندہی فرمائی جو بندوں کے ذمہ خدا کے ہیں۔ اور اسی طرح لوگوں کے ایک دوسرے پر حقوق کی بھی نشان دہی فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ اگر انسانیت اس حقیقت کو سمجھ لیتی ہے تو دنیا ایک جنت بن سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ وہ پیغام ہے جو احمدیہ جماعت ساری دنیا میں پھیلا رہی ہے اور اللہ کے فضل سے اس میں کامیاب ہو رہی ہے کیونکہ آپ کے بعد خلفائے احمدیہ کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر احمدی خلافت کے ساتھ اخلاص اور محبت اور وفا کا تعلق رکھتا ہے۔ اس تعلق کا نتیجہ ہے کہ تمام احمدی ساری دنیا میں اسلام کی حقیقی تعلیمات کا نمونہ ہیں۔ باوجودیکہ ان کو اپنے وطن سے محبت ہے دنیا کے 190 ممالک کے احمدی بانیٔ اسلام سے بھی کامل محبت، اخلاص اور وفا کا تعلق رکھتے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جو احمدیہ مسلم جماعت نے ہر احمدی میں پیدا کی ہے اور احمدیہ خلافت گزشتہ سوسال سے اس پر قائم ہے۔ یہ وہ پیغام ہے جو ہم اپنی استعداد کے مطابق ہر ایک کو پہنچانا چاہتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ پیغام پھیلتا چلا جائے گا اور دنیا اپنے خالق کی طرف رجوع کرے گی اور امن اور محبت کا نمونہ بنے گی۔

آخر پر حضور نے ایک دفعہ پھر ان سب مہمانوں کا شکریہ ادا کیا جو مختلف مذاہب اور فرقوں سے تعلق رکھنے والے ہیں اور اس اہم کام میں ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں کیونکہ انسانیت کی بقا کے لئے آج یہ بہت ہی اہم کام ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 25/اپریل 2008ء)

❁❁❁

قیام امن کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سنہری اقوال

❁ ’’جو بھی مذہب، عیسائی، ہندو، یہودی، بدھ امن وسلامتی کے بارہ میں کام کرتا ہے ہم اس کے ساتھ ہیں۔‘‘ (الفضل انٹرنیشنل ۷ نومبر ۲۰۰۸ صفحہ ۱۱)

❁ ’’پیدا کرنے والے کا حق بھی ادا کریں اور اس کی مخلوق کا حق بھی ادا کریں اور یہی وہ چیز ہے جس سے دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے۔‘‘

❁ ’’اس دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو مسیح ومہدی بنا کر بھیجا تا کہ اسلام کی اصل اور حقیقی تعلیمات پر عمل ہو۔ اس طرح ہم معاشرہ میں، دنیا میں امن، محبت اور بھائی چارہ کا ماحول قائم کر سکتے ہیں۔‘‘

❁ ’’امن کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانیں اور اس کا حق ادا کریں اور پھر اس کی مخلوق کا حق ادا کریں۔ اگر یہ دونوں حقوق ادا ہوں تو پھر دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے۔‘‘

❁ ’’ہم امن کے قیام کے لئے لوگوں کو خدا کے قریب لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کتاب جو آنحضرت ﷺ پر اتاری گئی وہ اصل حالت میں موجود ہے اور خدا نے اپنی طرف سے مسیح موعود کی صورت میں وہ امام بھیجا ہے جس نے اسلام کی یہ تعلیمات اصل صورت میں ہمارے سامنے پیش کی ہیں۔‘‘ (الفضل انٹرنیشنل ۱۸ جولائی ۲۰۰۸)

❁ ’’جو مسلمان اسلام کے نام پر دہشتگردی جیسی غلط حرکتیں کرتے ہیں وہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کی حرکتوں کا الزام اسلام کو نہیں دیا جاسکتا۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل ۱۸ جولائی ۲۰۰۸)

❁ ’’مختلف تنظیموں اور گروپس کی طرف سے کئے جانے والے خودکش حملے اور بم دھماکے سب ناجائز ہیں اور اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔‘‘ (الفضل انٹرنیشنل ۱۵ اگست ۲۰۰۸ صفحہ ۱۲)

❁ سیدنا حضور انور نے مسجد خدیجہ برلن جرمنی کے افتتاح کے موقع پر ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۸ء میں فرمایا ’’دنیا اسلام کو صرف شدت پسند مذہب کے طور پر جانتی ہے کہ یہ دہشت گردی کا مذہب ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام جبر کے ذریعہ پھیلایا گیا۔ یہ بات اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کا عمل آپ لوگوں نے یہ دیکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ لوگ یہ کہیں کہ احمدیت اسلام کو امن اور بھائی چارہ کا مذہب صرف دنیا والوں کی مخالفت سے ڈر کر کہہ رہی ہے۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو اسلام احمدیت پیش کر رہی ہے وہی حقیقی اسلام ہے۔ یہ اسلام طاقت اور تلوار کا محتاج نہیں ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 05/دسمبر 2008ء)

❁ ’’جب اسلام کی حسین اور خوبصورت تعلیم کو غلط طریقے سے پیش کیا جاتا ہے تو دنیا محسوس کرتی ہے کہ کوئی ایسا ہو جو اسلام کا حسین چہرہ دکھائے اور اسلام کی حسین تعلیم کو پیش کرے۔ آج جماعت احمدیہ کے بانی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی خوبصورت اور حسین تعلیم پیش کی ہے جو محبت، بھائی چارے اور امن کے پیغام پر مشتمل ہے۔ یہی پیغام آج جماعت احمدیہ ساری دنیا میں پہنچا رہی ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل ۲ جون ۲۰۰۶)

سچی حب الوطنی ایمان کا حصہ ہے اور خدا اور اسلام سے محبت اپنے اندر اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان اپنے ملک سے بھی محبت کرے۔

وطن سے محبت اور وفاداری پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا بصیرت افروز خطاب

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ جرمنی ۲۰۱۲ میں ۳۰ مئی بروز بدھ شہر Koblenz میں وہاں کے ملٹری ہیڈکوارٹر (Military Head Quarters) کی طرف سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اعزاز میں ایک تقریب (Reception) کا اہتمام کیا گیا تھا۔ آرمی کے اس ہیڈکوارٹر میں انرلیڈرشپ (Inner Leadership) کا بھی سنٹر ہے اور پالیسی میکرز سنٹر فار آرمڈ فورسز بھی ہے۔ اس موقع پر سیدنا حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے ”وطن نے محبت اور وفاداری“ کے اہم موضوع پر اسلامی نقطہ نگاہ سے خطاب فرمایا۔ مضمون کی اہمیت کے پیش نظر یہ خطاب قارئین کے استفادہ کیلئے اخبار الفضل انٹرنیشنل ۱۰/اگست ۲۰۱۲ کے شکریہ کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنا خطاب ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے ساتھ شروع فرمایا۔ بعد ازاں حضور انور نے مہمانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ پر اللہ کی سلامتی اور فضل نازل ہو۔ سب سے پہلے تو مَیں اس موقع پر آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے ہیڈکوارٹرز میں مدعو کیا اور مجھے کچھ کہنے کا موقع فراہم کیا۔

احمدیہ مسلم جماعت کے سربراہ کے طور پر میں چاہوں گا کہ میں اسلامی تعلیمات کے بارے آپ سے کچھ کہوں۔ تاہم یہ اس قدر وسیع موضوع ہے کہ ایک مختصر سے وقت کی نشست میں اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ میں اسلامی تعلیمات کے کسی ایک پہلو تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھوں اور اسی پر آپ سے کچھ کہوں۔ جب میں اس غور وفکر میں تھا کہ وہ کونسا پہلو ہو جس پر آج بات کی جائے تو اسی اثنا میں مجھے ہماری جرمنی کی جماعت کے امیر عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب کی درخواست پہنچی کہ میں 'اسلام میں اپنے وطن سے محبت اور وفاداری' کے عنوان پر خطاب کروں۔ ان کی اس تجویز نے میرے لئے فیصلہ کرنا آسان کر دیا۔ پس آج میں اسی تناظر میں اسلام کی تعلیمات کا مختصراً ذکر کروں گا۔

”اپنے وطن سے وفاداری اور محبت“ ایسے الفاظ کہنا اور سننا بہت آسان لگتا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ چند الفاظ اپنے اندر معانی کی انتہائی وسعت اور گہرائی لئے ہوئے ہیں۔ یہ الفاظ اصل میں کیا معنی رکھتے ہیں اور کن چیزوں کا تقاضا کرتے ہیں اس امر کا حقیقی ادراک حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ بہرحال اس مختصر سے وقت میں، مَیں کوشش کروں گا کہ اپنے وطن سے محبت اور وفاداری کے اسلامی تصور پر کچھ بات کروں۔

سب سے پہلے تو **یہ اسلام کا بنیادی اور اہم اصول ہے کہ ایک شخص کے قول اور فعل میں کسی بھی پہلو سے دوہرا پن یا منافقت نہیں ہونی چاہئے۔ حقیقی وفاداری ایک ایسا تعلق چاہتی ہے جو موافقت اور ہم آہنگی پر مبنی ہے۔** اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک انسان ظاہر میں جس بات کا اظہار کرے باطن میں بھی وہی چیز اس کے دل میں ہو۔ جب بات قومیت کی ہو تو یہ اصول اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔ **کسی بھی ملک کے باسی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا اپنے ملک کے ساتھ حقیقی وفاداری اور اخلاص کا تعلق ہو۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ اس ملک کا پیدائشی باشندہ ہے یا اس نے وہ شہریت بعد میں امیگریشن یا کسی اور وجہ سے حاصل کی ہے۔**

وفاداری ایک بہت بڑی خوبی ہے اور خدا کے انبیاء وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کا سب سے اعلیٰ اظہار کرتے ہیں اور اس کے انتہائی بلند معیار باندھتے ہیں۔ ان کا اپنے خدا سے تعلق اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ ان کی توجہ کا محور اس کے احکام ہوتے ہیں اور وہ اسی کوشش میں ہوتے ہیں کہ کس طرح ان پر مکمل طور پر عمل کیا جا سکے۔ اس بات سے ان کے اپنے خدا سے تعلق کا اور کامل وفاداری کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی وفا کے اسی معیار کو ہمیں اپنے لئے بطور نمونہ سامنے رکھنا چاہئے۔

تاہم اس بارے میں مزید آگے جانے سے پہلے اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ وفاداری سے اصل میں مراد کیا ہے؟ **اسلام کی تعلیم کے مطابق وفاداری کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان ہر سطح پر اپنے عہد و پیمان کو کامل طور پر پورا کرے خواہ کیسی ہی مشکل صورتحال کیوں نہ ہو۔** یہ وفاداری کا وہ معیار ہے جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے عہدو پیمان کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کیونکہ وہ اپنے تمام عہدوں کے بارے میں جوابدہ ہوں گے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے تمام عہدوں کا ایفاء کریں۔ اُن عہدوں کو بھی جو انہوں نے خدا سے کئے ہیں اور اسی طرح دوسرے اہم معاملات میں کئے گئے عہدوں کو بھی وہ پورا کریں۔

یہاں پر **ایک سوال اٹھ سکتا ہے کہ مسلمان تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا اور اس کا دین ہی ان کے لئے سب سے مقدم چیز ہے تو پھر اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا سے وفاداری کا عہد ان کی سب سے پہلی ترجیح ہوگی اور وہ خدا سے باندھے گئے وعدے کو ہی ہر لحاظ سے فوقیت دیں گے۔** لہٰذا یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان کی اپنے ملک سے وفاداری اور اس کا اولوالامر کی اطاعت کا عہد اس کے لئے ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ملک کے ساتھ وابستگی کا عہد ضرورت پڑنے پر توڑ سکتا ہے۔

اس کا جواب دینے کے لئے مَیں آپ کو پہلے یہ بتانا چاہوں گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے کہ ملک سے محبت ایمان کا جزو ہے۔ **یعنی سچی حب الوطنی ایمان کا حصہ ہے اور خدا اور اسلام سے محبت اپنے اندر اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان اپنے ملک سے بھی محبت کرے۔** چنانچہ یہ بات بہت بدیہی ہے کہ خدا سے محبت اور اپنے وطن سے محبت کرنے کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ وطن سے محبت کو تو ایمان کا حصہ قرار دے دیا گیا ہے۔ یہ بہت واضح امر ہے کہ ایک مسلمان کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے وطن سے وفاداری کا اعلیٰ معیار قائم کرنے کی کوشش کرے کیونکہ یہ اس کا اپنے خدا تک پہنچنے کا اور اس کے نزدیک ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ بات ناممکن ہے کہ ایک مسلمان کی اپنے خدا سے محبت اس کے اپنے وطن سے محبت اور اخلاص رکھنے میں کسی قسم کی روک پیدا کرتی ہو۔

افسوس کہ بعض ممالک میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں مذہبی حقوق پر قدغنیں لگائی جاتی ہیں یا انہیں مکمل طور پر سلب کیا جاتا ہے۔ تو اس صورتحال میں ایک مختلف سوال پیدا ہوتا ہے کہ **وہ لوگ جو اپنی حکومتوں کے ہاتھوں ظلم کا نشانہ بنتے ہیں وہ کس طرح اپنے ملک کے ساتھ محبت اور وفاداری کا تعلق استوار کر سکتے ہیں؟** بات کو مزید واضح کرنے کے لئے میں بتاتا چلوں کہ پاکستان میں بعینہٖ یہی حالات ہیں جہاں حکومت نے ہماری جماعت کے خلاف قانون سازی کی ہوئی ہے اور پھر ان احمدیہ مخالف قوانین کا نفاذ بھی جاری ہے۔ لہٰذا پاکستان میں تمام احمدی مسلمان قانوناً غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں اور وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے۔ پاکستان میں احمدی، مسلمانوں کی طرح عبادت نہیں کر سکتے یا کوئی اور ذریعہ یا عمل اختیار نہیں کر سکتے جس سے یہ عیاں ہو کہ وہ مسلمان ہیں۔ یعنی خود ریاست نے ہمارے افراد جماعت کو ان کے بنیادی مذہبی حقوق سے محروم کیا ہوا ہے۔ ان حقائق کو ذہن میں رکھتے ہوئے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کس طرح احمدی ملک کے قانون پر عمل کر سکتے ہیں اور ملک کے ساتھ وفاداری نبھا سکتے ہیں؟

یہاں میں اس امر کی وضاحت کر دوں کہ جب ایسے انتہائی حالات پیدا ہوتے ہیں تو پھر ملک کا قانون اور اس سے وفاداری کا تعلق

دو علیحدہ چیزیں بن جاتی ہیں۔ ہم احمدی اس بات کو مانتے ہیں کہ مذہب کسی فرد کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے اور دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہئے۔ پس جب قانون اس بنیادی حق میں دخل اندازی کرنے لگے تو یقینا یہ انتہائی ظلم اور بربریت ہے۔ ریاست کی طرف سے کیا جانے والا یہ ظلم جو ہر زمانے میں ہی ہوتا رہا ہے، اس کی اکثریت نے ہمیشہ ہی مذمت کی ہے۔ اگر ہم یورپ کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس براعظم میں بھی مذہب کے نام پر ظلم کو روا رکھا گیا جس کے نتیجہ میں ہزارہا لوگوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک ہجرتیں کرنی پڑیں۔ تمام سلیم الفطرت مؤرخین، حکومتوں اور لوگوں نے ایسے عمل کو ظلم اور بربریت ہی قرار دیا۔ ایسے حالات میں **اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب ظلم اپنی تمام حدود کو توڑ دے اور برداشت کی حد ختم ہونے لگے تو ایسے میں انسان کو وہ شہر، وہ ملک چھوڑ کر ایسی جگہ چلا جانا چاہئے جہاں وہ اپنے مذہب پر آزادی کے ساتھ عمل کر سکتا ہو۔ مگر اس تعلیم کے ساتھ ہی اسلام یہ بھی بتلاتا ہے کہ خواہ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے یا پھر ملک کے خلاف کسی خفیہ سازش کا حصہ بنے۔** یہ اسلام کی بڑی واضح اور دوٹوک تعلیم ہے۔

انتہائی ظلم وستم کے باوجود لاکھوں احمدی پاکستان میں رہ رہے ہیں اور ایک مسلسل ناروا امتیازی سلوک اور ایسی بربریت کے ساتھ جو تمام شعبہ ہائے زندگی میں ان کے ساتھ جاری ہے، احمدی اپنے ملک کے ساتھ مکمل وفاداری اور اخلاص کا رشتہ جوڑے ہوئے ہیں۔ جس شعبہ میں بھی وہ ہوں اور جہاں بھی وہ ہوں وہ اپنے ملک کی ترقی اور کامیابی کے لئے مسلسل مصروف کار ہیں۔

کئی دہائیوں سے مخالفین احمدیت یہ الزام لگا رہے ہیں کہ احمدی اپنے ملک سے وفادار نہیں۔ مگر وہ ان الزامات کو کبھی ثابت نہیں کر سکے اور نہ ہی ان کا کوئی ثبوت دے سکے ہیں۔ اس کے برخلاف حقیقت یہ ہے کہ جب بھی پاکستان کے لئے، ملک کے لئے قربانی دینے کا موقع آیا تو احمدی مسلمان ہمیشہ اگلی صفوں پر کھڑے ہوئے اور وہ اپنے ملک کے لئے ہر قربانی کے لئے ہمیشہ مستعد ہوتے ہیں۔

باوجودیکہ وہ خود قانون کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، یہ احمدی مسلمان ہی ہیں جو سب سے بڑھ کر ملک کے قانون کی پاسداری کرتے ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے کہ وہ حقیقی مسلمان ہیں اور حقیقی اسلام پر عمل کرتے ہیں۔

وفاداری کے ضمن میں قرآن مجید کی ایک اور تعلیم یہ بھی ہے کہ لوگوں کو ایسی تمام چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئے جو غیر شریفانہ اور ناپسندیدہ ہوں اور اپنے اندر سرکشی کا کوئی انداز رکھتی ہوں۔

اسلام کی تعلیمات کا خوبصورت اور امتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ یہ صرف انتہائی حالتوں تک ہماری توجہ مبذول نہیں کرواتا بلکہ یہ ان معمولی چیزوں میں بھی ہمیں خبردار کرتا ہے جو آگے چل کر انسانیت کے لئے تباہی کا زینہ بنتی ہیں۔ پس اگر اسلام کی تعلیمات پر صحیح طور پر عمل کیا جائے تو تمام معاملات کو بے قابو ہونے سے پہلے شروع میں ہی حل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک ایسا ایشو جو ملک کو انتہائی نقصان پہنچا سکتا ہے وہ افراد میں پیسے کی ہوس ہے۔ اکثر لوگ مادی خواہشات میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ یہ خواہشات بے قابو ہو جاتی ہیں اور لوگوں کو خیانت کی طرف لے جاتی ہیں۔ آخر کار ان کا نتیجہ اپنے ہی ملک کے خلاف بغاوت کی صورت میں نکلتا ہے۔

میں اس کی مزید وضاحت کردوں۔ عربی لفظ ''بَغیٌ'' ایسے لوگوں کے لئے استعمال ہوا ہے جو اپنے ہی ملک کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو غلط کام کرتے ہیں یا دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جو دھوکہ دہی میں ملوث ہوں اور چیزوں کو غیر قانونی اور غلط ذرائع سے حاصل کریں۔ یہ ان لوگوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو تمام حدوں کو توڑ دیں اور فساد اور نقصان کریں۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایسے لوگ جو اس طرح کے اعمال کریں ان کے بارے میں یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ اخلاص کے ساتھ معاملات کریں گے کیونکہ اخلاص اور وفاداری اعلیٰ درجہ کی اخلاقی اقدار ہیں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار اخلاص کے بغیر کچھ نہیں اور اسی طرح اخلاص اعلیٰ اخلاقی اقدار کے بغیر کچھ نہیں۔ یہ بات بجا ہے کہ مختلف لوگوں کے نزدیک اعلیٰ اخلاقی اقدار کا تصور مختلف ہوگا۔ مذہب اسلام کا دارومدار حصول رضائے الٰہی پر ہے اور وہ اپنے پیروکاروں کو یہی تعلیم دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ ایسے اعمال بجالائیں جو اس کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں۔ مختصراً یہ کہ **اسلامی تعلیمات کے مطابق خدا نے ہر قسم کی سرکشی اور بغاوت سے منع کیا ہے خواہ وہ ملک کے خلاف ہو یا حکومت کے خلاف ہو۔** ایسا اس لئے ہے کہ بغاوت یا ریاست کے خلاف کام کرنا ملک کے امن اور استحکام کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ جہاں بھی اندرونی بغاوت اور اختلاف پیدا ہوتے ہیں وہاں بیرونی اختلافات کو بھی ہوا ملتی ہے اور بیرونی عناصر کو حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھائیں۔ پس اپنے ملک سے بے وفائی کے نتائج انتہائی خطرناک اور بھیانک نکل سکتے ہیں۔ اس لئے ہر وہ چیز جو ملک کو نقصان پہنچائے وہ ''بغی'' کے اس مفہوم میں شامل ہے جو میں نے بیان کئے ہیں۔ ان چیزوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے وطن سے وفاداری ایک شخص سے برداشت مانگتی ہے اور تقاضا کرتی ہے کہ وہ اخلاقیات کا مظاہرہ کرے اور ملک کے قوانین کی پاسداری کرے۔

عام تناظر میں اگر بات کی جائے تو آجکل نئے دَور میں اکثر حکومتیں جمہوری طریق پر قائم ہیں۔ لہٰذا اگر کسی فرد یا گروہ کو حکومت کی تبدیلی مقصود ہے تو انہیں اپنے مؤقف کا اظہار بیلٹ باکس (Ballot Box) کے ذریعے کرنا چاہئے اور ووٹ بھی ذاتیات کی وجہ سے یا ذاتی اغراض کی وجہ سے نہیں ڈالنا چاہئے بلکہ **اسلام تو یہ سکھاتا ہے کہ ووٹ وطن کی محبت اور اخلاص کی وجہ سے ڈالا جائے۔ ایک شخص کو ووٹ اپنے ملک کی بہتری کو مدنظر رکھ کر ڈالنا چاہئے نہ کہ اپنی ترجیحات کو بنیاد بنا کر ووٹ ڈالا جائے یا ایسے فرد یا پارٹی کو ووٹ ڈالا جائے جن سے ذاتی منفعت وابستہ ہو۔ بلکہ ایک شخص کو ووٹ ڈالنے کا فیصلہ انتہائی مناسب طور پر کرنا چاہئے جہاں وہ یہ دیکھے کہ کونسا امیدوار یا پارٹی ملک کی مجموعی ترقی کے لئے بہتر ہوگی۔** حکومت ایک اہم ذمہ داری ہے اور اسے اسی پارٹی کو سونپنا چاہئے جس کے متعلق ووٹ ڈالنے والا دیانتداری سے سمجھتا ہے کہ وہ اس کی صحیح معنوں میں اہل ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ نمبر 4 آیت نمبر 59 میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ امانت اُن کو دو جو اس کے اہل ہیں اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہو تو انصاف اور دیانتداری کے ساتھ کیا جائے۔ ملک سے اخلاص اس بات کا متقاضی ہے کہ حکومت ان لوگوں کو دی جائے جو اس کو چلانے کے اہل ہیں تاکہ قوم ترقی کر سکے اور اقوام عالم میں نمایاں ہو سکے۔

دنیا میں اکثر جگہوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ حکومتی پالیسیوں کے خلاف ہڑتالوں میں شامل ہوتے ہیں بلکہ تیسری دنیا میں ہڑتال کرنے والے توڑ پھوڑ پر اتر آتے ہیں اور ریاستی اور پرائیویٹ انفرادی املاک کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ **گو کہ ایسا کرنے والے یہ سب کچھ محبت کے نام پر کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا وطن سے محبت اور وفاداری سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جہاں ہڑتال بظاہر پُر امن طریق پر ہو اور کسی قسم کا غیر قانونی حربہ نہ بھی استعمال ہوا ہو پھر بھی اس کے اثرات بہت منفی ہوتے ہیں۔ کیونکہ پُر امن ہڑتال بھی اکثر ملک کی معیشت کو کروڑوں کا نقصان پہنچاتی ہے۔** اس قسم کے رجحان کو کسی بھی طرح وطن کے ساتھ اخلاص کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

بانی جماعت احمدیہ کا بتلایا ہوا یہ زرّیں اصول ہے کہ ہر حال میں ہمیں اللہ، اس کے رسول اور حاکم وقت کی اطاعت کرنی ہوگی۔ بلکہ مجھے کہنا چاہئے کہ یہ وہی تعلیم ہے جو قرآن نے ہمیں دی ہے۔ **جہاں ملک میں قانونی طور پر ہڑتال اور احتجاج کی اجازت ہو بھی تب بھی یہ صرف اسی حد تک ہونے چاہئیں جہاں تک یہ ملک اور اس کی معیشت کے لئے نقصان دہ اور ضرر رساں نہ ہوں۔**

ایک اور سوال جو اکثر اٹھتا ہے کہ کیا مسلمان کسی مغربی ملک کی فوج میں شامل ہو سکتے ہیں اور کیا وہ کسی ایسی فوجی مہم کا حصہ بن سکتے ہیں جو کسی اسلامی ملک کے خلاف ہو؟

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کسی شخص کو ظلم اور تعدی میں ساتھ نہیں دینا چاہئے اور یہ بنیادی حکم ہر مسلمان کے ذہن میں واضح ہونا چاہئے۔ جہاں ایک مسلم ملک پر حملہ کیا جائے کہ اس نے خود ظلم اور ناانصافی کی راہ پر چلتے ہوئے زیادتی کی طرف پہلے قدم بڑھایا ہے تو ان حالات

میں قرآن مسلم حکومتوں کو پابند کرتا ہے کہ وہ ظالم کا ہاتھ روکیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ظلم کو روکیں اور امن قائم کریں اور ان حالات میں ظلم کو بند کروانے کے لئے کوئی قدم اٹھانا جائز ہے۔ مگر جب وہ قوم جو زیادتی کر رہی تھی وہ اپنی اصلاح کرلے اور امن اختیار کرلے تو پھر اس ملک اور اس کے باسیوں کا مختلف حیلے بہانوں سے استحصال نہیں کرنا چاہئے بلکہ انہیں ان کی قومی آزادی دے دینی چاہئے تا کہ فوج اور قوم مل کر امن کو قائم رکھیں نہ کہ کسی کے مذموم مقاصد کی تکمیل کی جائے۔ اسی طرح **اسلام تمام ممالک کو خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ظلم اور زیادتی کو روکنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس طرح اگر ضرورت ہو تو غیر مسلم ممالک ان حقیقی اغراض کے لئے مسلم ملک پر حملہ کر سکتے ہیں اور اسی طرح مسلم اور غیر مسلم ممالک کی افواج ان دوسرے غیر مسلم ممالک کی افواج کے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں تا کہ اس ملک کو ظلم سے باز رکھا جائے۔** جہاں پر ایسے حالات ہوں تو مسلمان فوجیوں کو خواہ وہ کسی بھی مغربی فوج کا حصہ ہوں، انہیں احکام ماننے چاہئیں اور اگر جنگ میں لڑنا پڑے تو لڑنا چاہئے تا کہ امن قائم کیا جا سکے۔

تاہم اگر فوج کسی دوسرے ملک پر ناانصافی کرتے ہوئے حملے کا فیصلہ کرتی ہے اور خود ظالم کا کردار ادا کرتی ہے تو مسلمان کو یہ حق ہے کہ وہ فوج چھوڑ دے کیونکہ ورنہ وہ ظالم کا آلۂ کار بنے گا۔ اس فیصلہ کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوگا کہ وہ اپنے ملک سے وفادار نہیں رہا بلکہ ان حالات میں اپنے ملک سے وفاداری اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ ایسا قدم اٹھائے اور اپنی حکومت کو یہ مشورہ دے کہ وہ ان پستیوں میں نہ گرے جس میں دوسری وہ قومیں گری پڑی ہیں جو ظلم کی راہ کو اپناتی ہیں۔ اگر فوج میں شمولیت لازمی ہو اور اسے چھوڑا نہ جا سکے مگر اس کا ضمیر مطمئن نہ ہو تو اس مسلمان کو ملک چھوڑ دینا چاہئے مگر وہ ملک کے قانون کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا۔ اسے ملک چھوڑ دینا چاہئے **کیونکہ ایک مسلمان کو یہ اجازت نہیں کہ وہ ایک ملک میں شہری بن کر بھی رہے اور ساتھ اس ملک کے خلاف کام بھی کرے یا مخالفوں کے ساتھ مل جائے۔**

پس یہ اسلامی تعلیم کے چند پہلو ہیں جو تمام سچے مسلمانوں کی ان کے وطن سے حقیقی وفاداری اور محبت کے تقاضوں کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اس مختصر سے وقت میں مَیں اس موضوع کو محض چُھو ہی پایا ہوں۔

مَیں کہنا چاہوں گا کہ آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا ایک گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ انسان باہم بہت جڑ گئے ہیں۔ تمام قوموں، ادیان اور تہذیبوں کے لوگ ہر ملک میں ملتے ہیں۔ پس **تمام قوموں کے سربراہان کو چاہئے کہ وہ سب لوگوں کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھیں۔ تمام لیڈروں اور ان کی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ ایسے قوانین بنانے کی کوشش کریں جو سچائی اور انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنے والے ہوں بجائے اس کے کہ ایسے قوانین وضع کئے جائیں جو لوگوں میں بے چینی اور اضطراب پیدا کرنے کا باعث بنیں اور ایسا کرنے کا بہترین طریق یہی ہے کہ دنیا اپنے خالق کو پہچانے۔** ہر قسم کی وفاداری خدا سے وفاداری سے مربوط ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنی آنکھوں سے تمام قوموں کے لوگوں کو اعلیٰ معیار کی وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ امن اور استحکام کی نئی شاہراہیں تمام دنیا میں کھل جائیں گی۔

تقریر ختم کرنے سے پہلے مَیں ایک مرتبہ پھر اس موقع کو آپ سب کے شکریہ کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی اور میری باتیں سنیں۔ خدا آپ سب پر فضل نازل کرے۔ خدا جرمنی پر فضل نازل کرے۔ آپ کا بہت شکریہ۔''

❀❀❀

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب "WORLD CRISES AND THE PATH WAY TO PEACE" کا تعارف

مذکورہ عنوان پر کتاب دراصل سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اُن خطابات پر مشتمل ہے جو حضور ایدہ اللہ نے عالمی امن سے متعلق عالمی ایوانوں میں عالمی لیڈران کے نام ارشاد فرمائے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر دنیا نے اس طرف دھیان نہ دیا تو تیسری عالمی جنگ چھڑ جانے کا امکان ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں حضور اقدس ایدہ اللہ کے وہ خطوط بھی درج ہیں جو حضور انور نے عالمی لیڈروں کے نام ارسال فرمائے۔ تمام مبلغین و معلمین اس کتاب کا تعارف خود بھی حاصل کریں اور دانشوروں میں بھی یہ کتاب تقسیم کریں۔ اس کتاب کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے۔

(1) سب سے پہلے حضور انور کا وہ خطاب ہے جو حضور نے برٹش پارلیمنٹ کے ہاؤس آف کامنز میں 22/ اکتوبر 2008ء کو ارشاد فرمایا تھا۔

(2) دوسرا خطاب حضور ایدہ اللہ نے 2012ء میں جرمنی میں ملٹری ہیڈ کوارٹر میں ارشاد فرمایا

(3) تیسرا خطاب حضور نے لندن میں نویں پیس سمپوزیم میں ارشاد فرمایا۔

(4) چوتھا خطاب واشنگٹن امریکہ کے کیپٹل ہل میں 2012ء میں ارشاد فرمایا۔ اس موقع پر امریکن کانگریس کا ایک ریزولیشن بھی پاس ہوا جو اس کتاب کے صفحہ 79 پر موجود ہے۔

(5) پانچواں خطاب حضور انور نے دسمبر 2012ء میں برسلز بیلجیئم میں یورپین پارلیمنٹ کے اراکین اور دیگر دانشوروں کے سامنے پیش فرمایا جس میں 30 ممالک کے اراکین شامل تھے۔

(6) اسی طرح اس کتاب میں حضور انور کا ایک خطاب وہ ہے جو حضور نے ہمبرگ جرمنی کی مسجد بیت الرشید میں ارشاد فرمایا تھا۔

علاوہ اس کے اس کتاب میں حضور انور کے اُن خطوط کا بھی ذکر ہے جو حضور اقدس نے عیسائیوں کے مذہبی راہنما پوپ بنڈکٹ کے علاوہ دیگر عالمی سیاسی لیڈروں کو ارسال فرمایا جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) پرائم منسٹر اسرائیل مسٹر بینجامن نتن یاہو
(2) صدر اسلامی جمہوریہ ایران محمد احمدی نژاد
(3) صدر یونائیٹیڈ سٹیٹ آف امریکہ مسٹر براک اوبامہ
(4) کینیڈا کے پرائم منسٹر مسٹر سٹیفن ہارپر
(5) سعودی عرب کے بادشاہ مسٹر عبداللہ بن عبدالعزیز السعود
(6) چائنا کے پرائم منسٹر مسٹر این جیاباؤ
(7) برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر ڈیوڈ کیمرون
(8) جرمنی کی چانسلر محترم اینجلا مارکل
(9) پریذیڈنٹ آف فرینچ ریپبلک
(10) ملکہ برطانیہ ایلزبتھ II
(11) ایران کے مذہبی راہنما مسٹر آیت اللہ خمینی

اسرائیل اور کینیڈا کے وزراء اعظم اور ایران و امریکہ کے صدران کے نام
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطوط

ہم احمدیوں کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے اور دنیا سے ہر قسم کے ظلم و زیادتی کو مٹا کر امن و انصاف کے قیام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اور آپؐ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں آپ علیہ السلام کے ذریعہ اس عظیم الشان جہاد کا آغاز ہوا اور آپؑ کے بعد آپؑ کے مقدس خلفاء اسی جہاد کا علم بلند کئے ہوئے ہیں۔

امن عالم کی موجودہ بگڑتی ہوئی صورتحال جس میں ایک مہیب عالمی جنگ کے خطرات نوع انسانی کے سر پر منڈلا رہے ہیں، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ دنیا کے اہم رہنماؤں کو خصوصیت کے ساتھ جنگ سے گریز اور ڈائیلاگ کے ذریعہ امن و انصاف کے قیام کے لئے کوششوں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضور انور ایدہ اللہ نے اسرائیل اور کینیڈا کے وزراء اعظم اور ایران اور امریکہ کے صدران کو خطوط تحریر فرمائے۔ خطوط کے اصل انگریزی متن کیلئے ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) کا اپریل 2012ء کا شمارہ ملاحظہ فرمائیں۔ ذیل میں ان خطوط کا اُردو میں مفہوم ہدیہ قارئین ہے۔

(مدیر)

اسرائیل کے وزیر اعظم کے نام خط

16 گریسن ہال روڈ۔
ساؤتھ فیلڈ، لندن
SW18 5QL یوکے
26 رفروری 2012ء

عزت مآب مسٹر بنیامین نیتن یاہو۔
وزیر اعظم اسرائیل یروشلم

محترم وزیر اعظم صاحب!

مَیں نے حال ہی میں اسرائیل کے صدر عزت مآب شمعون پیریز کی طرف ایک خط لکھا تھا جس میں دنیا میں تازہ رونما ہونے والے خطرناک حالات کا تذکرہ تھا۔ دنیا میں تیزی سے تبدیل ہوتے ہوئے منظر نامے کی اساس پر میں نے ضروری خیال کیا ہے کہ آپ تک بھی اپنا پیغام پہنچاؤں کیونکہ آپ اپنے ملک کی حکومت کے سربراہ ہیں۔

> مَیں آپ سے اس مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام کے خلیفہ کی حیثیت سے مخاطب ہوں جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے طور پر بھیجے گئے ہیں۔
> عالمی لیڈروں کو دنیا کو جنگ کے دہانے پر پہنچانے اور دوسروں پر بزور بازو حکومت کرنے اور کمزوروں کو دبانے کا تأثر ختم کرنا چاہئے۔ اور اس کی بجائے امن و انصاف کے قیام اور اس کی ترویج کی انتہائی کوششوں میں مصروف ہونا چاہئے۔

آپ کی قوم کی تاریخ انبیاء اور وحی الٰہی سے گُندھی ہوئی ہے۔ بلاشبہ انبیاء بنی اسرائیل آپ کی قوم کے مستقبل کے متعلق نہایت واشگاف الفاظ میں پیشگوئیاں کر چکے ہیں۔ اور انبیاء کی تعلیمات سے منافی افعال کرنے اور پیشگوئیوں کی بے قدری کرنے کی وجہ سے بنی اسرائیل تکالیف اور مصیبتیں بھی جھیل چکے ہیں۔ اگر آپ کی قوم کے سربراہان انبیاء کے مکمل اطاعت گزار رہتے تو وہ ضرور بے شمار مصائب اور تکالیف سے محفوظ رکھے جاتے۔ اس بنا پر آپ کی ذمہ داری دوسروں سے کئی لحاظ سے زیادہ بنتی ہے کہ آپ پیشگوئیوں پر کان دھریں اور انبیاء کے احکامات کی تعمیل کریں۔

مَیں آپ سے مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام کے خلیفہ کی حیثیت سے مخاطب ہوں جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے طور پر بھیجے گئے ہیں۔ اور نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مشابہت پر ''رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِیۡن'' بنا کر مبعوث کیا گیا تھا۔ (عہد نامہ قدیم۔ استثناء کی کتاب باب 18 آیت 18) اس لئے میرا فرض بنتا ہے کہ آپ کو خدا کا پیغام پہنچاؤں۔ مجھے امید ہے کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی آواز پر کان دھرتے ہیں اور درست راستہ پانے میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں، وہ راستہ جو آسمانوں اور زمین کے مالک، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہدایت کے عین مطابق ہے۔

آج کل ہم خبروں میں سن رہے ہیں کہ آپ ایران پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں یعنی ''عالمی جنگ'' کے مہیب سائے منڈلا رہے ہیں۔ پچھلی عالمی جنگ میں جہاں لاکھوں لاکھ دوسرے لوگ لقمہ اجل بنے وہاں ہزاروں یہودی بھی کام آئے۔ اپنے ملک کے وزیر اعظم ہونے کے ناطے آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنی قوم کی جانوں کی حفاظت کریں۔ عالمی منظر نامہ صاف بتا رہا ہے کہ اب اگلی عالمی جنگ محض دو ملکوں کی لڑائی نہیں ہوگی بلکہ ملکوں کے بلاک بن کر سامنے آئیں گے۔ عالمی جنگ چھڑنے کا خطرہ نہایت سنجیدگی سے سامنے آرہا ہے جس سے مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی جانوں کا ضیاع خارج از امکان نہیں ہے۔ خدانخواستہ اگر ایسی جنگ بھڑکی تو یہ انسانی جانوں کے تلف ہونے کا سلسلہ در سلسلہ نظارہ ہوگا۔ اور اپاہج یا معذوری کے ساتھ پیدا ہونے والی آئندہ نسلیں بھی اس جنگ کا خمیازہ بھگتیں گی کیونکہ یہ سب کو نظر آرہا ہے کہ اگلی جنگ میں ایٹمی ہتھیاروں کا بھی استعمال ہوگا۔

پس میری آپ سے درخواست ہے کہ دنیا کو جنگ کے دہانے پر پہنچانے کی بجائے اپنی انتہائی ممکن کوشش کریں کہ انسانیت عالمی تباہی سے محفوظ رہے۔ باہمی نزاعوں کو طاقت کے استعمال سے حل کرنے کی بجائے ڈائیلاگ کا راستہ اپنائیں تا کہ ہم اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو تابناک مستقبل مہیا کر سکیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم انہیں جسمانی معذوری اور خرابیاں ہی ''تحفے'' میں دینے والے بن جائیں۔

مَیں اپنی معروضات کی وضاحت میں آپ کی اپنی تعلیمات سے درج ذیل حوالے پیش کروں گا۔

پہلا اقتباس زبور سے ہے:

''بدکرداروں کے باعث پریشان نہ ہو اور خطا کاروں پر رشک نہ کر۔ کیونکہ وہ گھاس کی مانند جلد مرجھا جائیں گے، اور ہرے پودوں کی طرح جلد پژمردہ ہو جائیں گے۔ خداوند پر بھروسہ رکھ اور نیکی کر؛ ملک میں آباد رہ اور محفوظ چراگاہ کا لطف اٹھا۔ خداوند میں مسرور رہ اور وہ تیری دلی مرادیں پوری کرے گا۔ اپنی راہ خداوند کے سپرد کر؛ اس پر اعتقاد رکھ اور وہی سب کچھ کرے گا۔ وہ تیری راستبازی کو سحر کی طرح اور تیرے حق وانصاف کو دوپہر کی دھوپ کی مانند روشن کرے گا۔ خداوند کے سامنے چپ چاپ کھڑا رہ اور صبر سے اس کی آس رکھ؛ جب لوگ اپنی روشوں میں کامیاب ہوں، اور اپنے برے منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچائیں تب تو پریشان نہ ہو۔ قہر سے باز آ اور غضب کو چھوڑ دے۔ بے زار نہ ہو ورنہ تجھ سے بدی سرزد ہوگی۔ بدکردار کاٹ ڈالے جائیں گے لیکن جن کا توکل خداوند پر ہے وہ زمین کے وارث ہوں گے۔ کچھ ہی دیر باقی ہے، پھر شریر باقی نہیں رہیں گے؛ تم انہیں تلاش کرو گے تو بھی انہیں نہ پاؤ گے۔ لیکن حلیم ملک کے وارث ہوں گے اور خوب اطمینان سے رہیں گے۔''

(زبور باب 37 آیت 1 تا 11)

اسی طرح تورات میں لکھا ہے:

''تم اپنی تھیلی میں ایک ہی طرح کے ایسے دو باٹ نہ رکھنا کہ ایک بھاری اور دوسرا ہلکا ہو۔ تم اپنے گھر میں ایک ہی طرح کے دو پیمانے نہ رکھنا کہ ایک کم ماپ کا ہو اور دوسرا زیادہ کا۔ تمہارے اوزان اور پیمانے صحیح اور درست ہوں تا کہ اس ملک میں جسے خداوند تمہارا خدا تمہیں دے رہا ہے، تمہاری عمر دراز ہو۔ کیونکہ ایسے لوگ جو دھوکے سے کام لیتے

ہیں خداوند تمہارے خدا کی نظر میں مکروہ ہیں۔‘‘

(استثناء باب 25 آیت 13 تا 16)

پس عالمی لیڈروں کو اور بطور خاص آپ کو دوسروں پر بزور بازو حکومت کرنے اور کمزوروں کو دبانے کا تاثر ختم کرنا چاہئے اور اس کے بالمقابل امن وانصاف کے قیام اور ترویج کی کوششوں میں مصروف ہوجانا چاہئے۔ ایسا کرنے سے آپ خود ہی امن میں آجائیں گے، آپ کو ہی استحکام نصیب ہوگا اور دنیا میں امن بھی قائم ہوجائے گا۔

میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور عالمی لیڈروں کو میرا پیغام سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آپ اپنی حیثیت اور مقام کو سمجھیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔

آپ کا خیرخواہ

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

امام جماعت احمدیہ عالمگیر

✿✿✿

صدر اسلامی جمہوریہ ایران کے نام خط

16 گریسن ہال روڈ۔
ساؤتھ فیلڈ، لندن
SW18 5QL یوکے
7/ مارچ 2012ء

عزت مآب صدر صاحب
اسلامی جمہوریہ ایران
محمود احمدی نژاد۔ تہران

محترم صدر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امن عالم کو درپیش حالیہ شدید خطرات نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں آپ کی طرف یہ خط لکھوں۔ آپ ایران کی حکومت کے سربراہ ہونے کے ناطے ایسے فیصلوں کا اختیار رکھتے ہیں جو نہ صرف آپ کی قوم کے مستقبل پر اثر انداز ہونے والے ہیں بلکہ وہ فیصلے پوری دنیا کے لئے اہمیت کے حامل ہیں۔ آج ہم ہر طرف بے چینی اور اضطراب مشاہدہ کر رہے ہیں یعنی دنیا کے کچھ خطوں میں تو چھوٹے پیمانے پر جنگیں شروع ہوچکی ہیں جبکہ بعض علاقوں میں عالمی طاقتیں بظاہر ایسی کوششوں میں مصروف ہیں کہ کسی طرح امن قائم ہوجائے۔ آج دنیا کا ہر ملک یا تو کسی دوسرے ملک کی دشمنی پر کمربستہ ہے یا کسی دوسرے ملک کا مددگار بنا ہوا ہے لیکن انصاف کے بنیادی تقاضوں کو پورا کرنے کی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں ہے۔ عالمی حالات دیکھتے ہوئے نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ’’تیسری عالمی جنگ‘‘ کا ڈول ڈالا جارہا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ دنیا کے کئی چھوٹے بڑے ممالک ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ہیں اور ساتھ ہی ساتھ انہوں نے غیروں کے لئے بغض وکینہ اور دشمنیاں بھی پال رکھی ہیں جو روز افزوں ہیں۔ اس مشکل صورت حال میں ہمیں ’’تیسری عالمی جنگ‘‘ کے بادل منڈلاتے صاف نظر آرہے ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ایٹمی ہتھیاروں کی یہ فراوانی صاف بتا رہی ہے کہ ’’تیسری عالمی جنگ‘‘ ’’ایک ’’ایٹمی جنگ‘‘ ہوگی۔ جس کی وجہ سے وسیع پیمانے پر انتہائی تباہی کے علاوہ، ایسی جنگوں کا تلخ نتیجہ آئندہ نسلوں کے اپاہج یا بدہیئت پیدا ہونے جیسی صورتوں میں سامنے آئے گا۔

میرا ایمان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، جو امن عالم کو قائم کرنے کے لئے اور رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن بن کر مبعوث ہوئے تھے، کے امتی ہونے کے ناطے ہمیں کبھی بھی برداشت نہیں ہوگا اور نہ ہم برداشت کرسکتے ہیں کہ دنیا میں ایسی تباہی واقع ہو۔ لہٰذا میری ایران سے درخواست ہے کہ وہ اپنی عالمی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے ’’تیسری عالمی جنگ‘‘ کے امکانات کو کم کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ اس حقیقت میں ذرہ بھر بھی شائبہ نہیں ہے کہ عالمی طاقتوں نے دوہرے معیار اپنا رکھے ہیں۔ یقیناً یہ ان طاقتوں کی بے انصافی ہی ہے جس نے ساری دنیا میں بے چینی اور بدامنی پھیلا رکھی ہے۔ تاہم اس حقیقت سے بھی فرار ممکن نہیں ہے کہ بعض مسلمان گروہ اسلامی تعلیم سے منافی اور ناواجب افعال کے مرتکب ہورہے ہیں۔ بڑی عالمی طاقتوں نے مسلمان ممالک کی اس خامی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس صورت حال کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنالیا ہے اور غریب مسلم ممالک سے فوائد حاصل کئے جارہے ہیں۔ اس بنا پر میں آپ سے ایک بار پھر درخواست کروں گا کہ اپنی تمام تر توجہ اور طاقت اس مقصد کے لئے وقف کردیں کہ دنیا سے ’’تیسری عالمی جنگ‘‘ کا خطرہ ٹل جائے۔ قرآن کریم مسلمانوں کو تعلیم دیتا ہے کہ کسی بھی ملک کی دشمنی تمہیں انصاف کی راہوں سے روکنے والی نہ ہو۔ سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو۔ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔‘‘

(سورۃ المائدہ۔ آیت:3)

اسی طرح قرآن کریم میں ہمیں مسلمانوں کے لئے درج ذیل حکم ملتا ہے:

’’اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

(سورۃ المائدہ۔ آیت:9)

اسی لئے آپ کو دوسری قوم کی محض دشمنی اور نفرت کی بنا پر مخالفت نہیں کرنی چاہئے۔ میں مانتا ہوں کہ اسرائیل اپنی حدود سے تجاوز کرتا ہے اور اس کی نگاہیں ایران پر ہیں۔ درحقیقت کوئی بھی ملک اگر آپ پر جارحانہ حملہ کرتا ہے تو آپ کو دفاع کا مکمل حق حاصل ہے۔ تاہم جس حد تک ممکن ہو تصفیہ طلب امور کے لئے بین الاقوامی تعلقات کے انصرام اور مذاکرات کی راہ اپنانی چاہئے۔ میری آپ سے عاجزانہ استدعا ہے کہ اختلافی امور کے حل کے لئے طاقت کے استعمال کی بجائے ڈائیلاگ کا راستہ اختیار کریں۔ میری اس درخواست کی بنیاد اس امر پر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی انتخاب کردہ اس ہستی کا پیروکار ہوں جو اس زمانہ میں حضرت نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی غلام کے طور پر مامور ہوا ہے اور وہ مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کا دعویدار ہے۔ آپ علیہ السلام کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسانیت کو خالق حقیقی کے قریب لایا جائے اور آپ کے آقا ومطاع رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر لوگوں میں عدل وانصاف کو قائم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ مسلم اُمّہ کو یہ حسین تعلیم سمجھنے کی توفیق نصیب کرے۔

والسلام

آپ کا خیرخواہ

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

امام جماعت احمدیہ مسلم عالمگیر

✿✿✿

خلاصہ خط بنام وزیر اعظم کینیڈا

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلیفۃ المسیح الخامس، امام جماعت احمدیہ عالمگیر نے اپنے 8/ مارچ 2012ء کے خط میں مسٹر سٹیفن ہارپر وزیر اعظم کینیڈا کو بھی اسی طرز پر ممکنہ ’’تیسری عالمی جنگ‘‘ اور اس کے نتیجہ میں سر اٹھانے والے مصائب وتباہیوں پر خبردار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اقوام عالم کے باہمی جھگڑوں اور چھوٹی بڑی عالمی طاقتوں کی طرف سے روا رکھے جانے والے ناانصافی کے سلوک نے پہلے ہی عالمگیر تباہی کی بنیاد رکھ چھوڑی ہے۔ آپ نے وزیر اعظم کینیڈا سے استدعا کی کہ وہ دنیا میں امن کے قیام کے لئے اپنی کوششیں صَرف کریں لیکن ایسا کرتے ہوئے صرف پُرامن ذرائع کو بروئے کار لایا جائے اور طاقت کے استعمال سے گریز کیا جائے۔

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریر فرمایا:

’’دنیا میں بہت زیادہ لوگ کینیڈا کو انتہائی انصاف پسند ملکوں میں سے ایک گردانتے ہیں۔ آپ کی قوم عام طور پر دوسرے ملکوں کے اندرونی مسائل میں دخل اندازی نہیں کرتی ہے۔ مزید برآں ہماری جماعت، جماعت احمدیہ عالمگیر کے کینیڈا کی قوم سے خاص دوستانہ مراسم ہیں۔ اس بنا پر میں آپ سے پرزور استدعا کروں گا کہ اپنی تمام تر کوششیں صَرف کرکے دنیا کی چھوٹی بڑی طاقتوں کو ’’تیسری عالمی جنگ‘‘ میں کودنے سے بچائیں‘‘۔

❀❀❀

امریکہ کے صدر کے نام خط

16 گریسن ہال روڈ۔
ساؤتھ فیلڈ، لندن
SW18 5QL یوکے

صدر باراک اوباما
صدر ریاست ہائے متحدہ امریکہ
وہائٹ ہاؤس
1600 پنسلوینیا ایونیو،
این ڈبلیو واشنگٹن ڈی سی
8/مارچ 2012ء

محترم صدر صاحب!

دنیا میں امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال کو دیکھتے ہوئے مَیں نے یہ ضروری محسوس کیا کہ آپ کی طرف یہ خط روانہ کروں کیونکہ آپ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر کے منصب پر فائز ہیں اور یہ ایسا ملک ہے جو سُپر پاور ہے۔ اسی بنا پر آپ کو ایسے فیصلوں کا اختیار حاصل ہے جن کے اثرات نہ صرف آپ کی قوم کے مستقبل پر بلکہ عالمی سطح پر ظاہر ہوتے ہیں۔

آج دنیا میں غیر معمولی بے چینی اور اضطراب پھیلا ہوا ہے۔ بعض مخصوص خطوں میں چھوٹے پیمانے پر جنگیں لڑی جارہی ہیں اور بدقسمتی سے عالمی طاقتیں ان شورش زدہ علاقوں میں قیام امن کے لئے اس حد تک موثر کردار ادا کرنے سے قاصر نظر آتی ہیں جس کی ان سے توقع کی جاتی ہے۔

ہمیں نظر آرہا ہے کہ آج دنیا کا تقریباً ہر ملک یا تو کسی دوسرے ملک کی حمایت میں مصروف عمل ہے یا پھر غیروں کی دشمنی پر کمربستہ ہے اور سب نے ہی انصاف کی فراہمی کا خانہ خالی چھوڑا ہوا ہے۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج اگر کوئی عالمی منظر نامہ مجموعی طور پر دیکھے گا تو وہ بول اٹھے گا کہ ایک نئی عالمی جنگ کی بنیاد رکھی جاچکی ہے۔ اب دنیا کے کئی چھوٹے بڑے ممالک ایٹمی اثاثوں کے مالک بن چکے ہیں اور اس پر مستزاد ان ممالک کی آپس کی دشمنیاں، کینے اور عداوتیں ہیں جو روز افزوں ہیں۔ اس گھمبیر صورت حال میں ''تیسری عالمی جنگ'' کے بادل پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک حد تک گھنے ہو چکے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اُس جنگ میں ایٹمی ہتھیاروں کا بھی استعمال ہوگا۔ پس یقینا ہم خطرناک تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ اگر ''جنگ عظیم دوئم'' کے بعد ہی عدل وانصاف کے تقاضوں سے پہلوتہی نہ کی جاتی تو آج ہم اس دلدل میں پھنسے ہوئے نہ ہوتے جہاں ایک مرتبہ پھر خطرناک جنگ کے شعلے دنیا کو گھیرنے کے لئے تیزی سے قریب آرہے ہیں۔

جیسا کہ ہم سب بخوبی آگاہ ہیں کہ ''جنگ عظیم دوم'' کے بنیادی محرکات میں ''لیگ آف نیشن'' کی ناکامی اور 1932ء میں ظاہر ہونے والا ''معاشی بحران'' سرفہرست تھے۔ آج دنیا میں چوٹی کے ماہرین معاشیات برملا کہہ رہے ہیں کہ موجودہ دور کے اقتصادی مسائل اور 1932ء والے بحران میں بے شمار قدریں مشترک پائی جاتی ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ سیاسی اور اقتصادی مشکلات نے کئی چھوٹے ممالک کو جنگ میں دھکیل دیا ہے اور بعض ممالک کی داخلی بدامنی اور عدم استحکام میں غیر معمولی اضافہ ہو چکا ہے۔ ان تمام امور کا منطقی نتیجہ ایک عالمی جنگ کی صورت میں ہی نکلے گا۔ اگر چھوٹے ممالک میں جھگڑے سیاسی طریق پر اور سفارتکاری سے حل نہیں کئے جائیں گے تو لازمی بات ہے کہ دنیا میں نئے جتھے اور بلاک جنم لیں گے اور یقینا یہ امر ''تیسری عالمی جنگ'' کا بگل بجانے کے مترادف ہوگا۔ ایسی صورت حال میں میرا ماننا ہے کہ دنیا کی ترقی پر توجہ مرکوز رکھنے کی بجائے ہمارے لئے زیادہ ضروری ہے بلکہ ناگزیر ہو چکا ہے کہ ہم دنیا کو بڑی تباہی سے بچانے کے لئے کوششوں میں جُت جائیں۔ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کرنے کی فوری ضرورت ہے، وہ اللہ تعالیٰ جو سب کا خالق ہے کیونکہ انسانیت کی بقا کی یہی ایک ضمانت ہے بصورت دیگر یہ دنیا تو آپ ہی رفتہ رفتہ تباہی کی طرف گامزن ہے۔

میری آپ سے بلکہ تمام عالمی لیڈروں سے یہ درخواست ہے کہ دوسری قوموں کو زیر نگین کرنے کے لئے طاقت کی بجائے سفارتکاری، سیاست اور دانشمندی کو بروئے کار لائیں۔ بڑی عالمی طاقتوں، مثلاً امریکہ کو دنیا میں امن کے قیام کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہئے اور چھوٹے ممالک کی غلطیوں کو بہانہ بنا کر دنیا کا نظم ونسق برباد نہیں کرنا چاہئے۔ اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ آج صرف امریکہ اور بڑی طاقتوں کے پاس ہی ایٹمی ہتھیار نہیں ہیں بلکہ نسبتاً چھوٹے ممالک بھی وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں سے لیس ہیں اور ان ممالک میں ایسے لوگ برسراقتدار ہیں جو زیادہ گہری سمجھ بوجھ رکھنے والے بھی نہیں ہیں اور معمولی باتوں پر اشتعال میں آکر فیصلے کرسکتے ہیں۔ اس بنا پر مَیں آپ سے پُرزور درخواست کروں گا کہ دنیا کی بڑی اور چھوٹی طاقتوں کو ''تیسری عالمی جنگ'' کے شعلے بھڑکانے سے باز رکھنے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں وقف کردیں۔ ہمیں اپنے ذہنوں سے یہ وہم نکال دینا چاہئے کہ اگر ہم قیام امن کی کوششوں میں ناکام بھی ہوگئے تو جنگ کے شعلے صرف چند چھوٹے ملکوں تک محدود رہیں گے۔ یہ جنگ ایشیا کے غریب ممالک سے نکل کر یورپ اور امریکہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے گی نیز ہماری آئندہ آنے والی نسلیں اس کا خمیازہ بھگتیں گی جب ایٹمی جنگ کی وجہ سے دنیا بھر میں اپاہج یا بدہیئت بچے جنم لیں گے۔ وہ آنے والی نسلیں اس قدر شدید عالمی تباہی کا باعث بننے والے اپنے اجداد کو کبھی معاف نہیں کریں گی۔ یقینا آج مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنی توانائیاں صَرف کرنے کی بجائے ہمیں اپنی آنے والی نسلوں کی فکر کرنی چاہئے اور اس بات کے لئے کوشاں رہنا چاہئے کہ ان کے لئے روشن مستقبل کی کرنیں پھوٹیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور تمام عالمی لیڈروں کو یہ پیغام سمجھنے کی توفیق بخشے۔

آپ کا خیرخواہ
مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس
امام جماعت احمدیہ مسلم عالمگیر
(الفضل ۸ جون ۲۰۱۲)

❀❀❀

ہماری جماعت قانون کی پابندی اپنا فرض سمجھتی ہے

''ہم گورنمنٹ کی یا اس کے افسروں کی اس قسم کی باتوں پر اس لئے چپ رہتے ہیں کہ کسی قسم کا شور وشر اور فساد نہ ہو کیونکہ ہم مذہباً فساد کو ناپسند کرتے ہیں اور آج بھی بالضرورت ان باتوں کا ذکر لایا ہوں تا کہ وہ لوگ جو ہمیں گورنمنٹ کا خوشامدی کہتے ہیں دیکھیں کہ وہ کیسے ظالم ہیں۔ پس ہم کو گورنمنٹ کی طرف سے نقصان پہنچے ہیں اور دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہم اس اصل کو چھوڑ نہیں سکتے کہ امن سے رہیں اور ہم اس اصل کو نظرانداز نہیں کرسکتے کہ انسان کو خواہ کتنے ہی اعلیٰ فوائد حاصل ہوتے ہوں جن کے لئے اعلیٰ اخلاق چھوڑنے پڑتے ہوں توان فوائد کی کچھ پروا نہیں کرنی چاہئے۔ اگر دنیا کی بادشاہت بھی جاتی ہو اور ہمیں کہا جائے کہ تم اخلاق کو چھوڑ کر اسے بچا سکتے ہو تو ہم سلطنت کی کوئی پروا نہ کریں گے اور اخلاق نہ چھوڑیں گے۔ اس اصل پر قائم رہنے کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیں جو دین ملا ہے وہ ہمیں سب چیزوں پر مقدم ہے اور اس کی ہدایت ہے کہ **جس ملک میں رہو اس میں قائم شدہ حکومت کے خلاف شورش مت کرو۔** (خطبات محمود جلد 8 صفحہ 175)

کیتھولک عیسائیوں کے عالمی مذہبی رہنما جناب پوپ بینیڈکٹ XVI کے نام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مکتوب

معاشرہ میں امن کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک اپنے دل کو دشمنی کے تمام تر جذبات سے پاک کرے اور اپنی قوت برداشت کو بڑھائے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شخص ایک دوسرے کے نبی کی عزّت کے دفاع میں کھڑا ہو جائے۔

(تمام مذاہب عالم کو آپس میں تعاون کرتے ہوئے امن کے قیام کے لئے کوششیں کرنے کی طرف توجہ دینے کی تحریک)

سیدنا حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 9؍دسمبر 2011ء میں کیتھولک عیسائیوں کے عالمی مذہبی رہنما محترم پوپ بینیڈکٹ XVI کے نام اپنے ایک مکتوب کا ذکر فرمایا تھا جو امیر جماعت احمدیہ کبابیر مکرم محمد شریف عودہ صاحب کے ذریعہ محترم پوپ صاحب کو ان کے ہاتھ میں دیا گیا۔حضور انور ایدہ اللہ نے اس امر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’ہمیں تو اس زمانے کے امام نے اسلام کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے اور دشمن کا منہ دلائل سے بند کرنے کا فریضہ سونپا ہے اور اپنی اپنی بساط اور کوشش کے مطابق ہر احمدی اس کام کو سرانجام دے رہا ہے۔ اور جہاں اسلام پر دشمنانِ اسلام کو حملہ آور دیکھتا ہے وہاں احمدی ہے جو دفاع بھی کرتا ہے اور منہ توڑ جواب بھی دیتا ہے۔ دنیا کو سمجھاتا بھی ہے۔اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی ملی ہوئی علم و معرفت ہے جس کو ہم استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہر احمدی بغیر کسی احساسِ کمتری کے بڑے بڑے لیڈروں اور مذہبی سربراہوں کو بھی اسلام کا پیغام پہنچا رہا ہے۔ دوسرے اگر لیڈروں کو ملنے جاتے ہیں تو مدد لینے جاتے ہیں یا دنیاوی مفادات لینے جاتے ہیں۔کبھی اسلام کا پیغام پہنچانے کی جرأت نہیں کرتے۔

ابھی گزشتہ دنوں ہمارے کبابیر کے امیر صاحب کو ایک وفد کے ساتھ اٹلی جانے کا موقع ملا۔ جانے سے پہلے انہوں نے مجھے بھی کہا کہ یہ جو وفد جا رہا ہے اس میں کیونکہ ہر مذہب کے لوگ انہوں نے رکھے ہیں اور ایک ایسی مذہبی تقریب پیدا ہو رہی ہے کہ پوپ سے بھی ملاقات ہوگی بلکہ پوپ کے بلانے پر جا رہے ہیں اس لئے اگر مناسب سمجھیں تو آپ کی طرف سے اُسے کوئی پیغام دے دوں اور قرآنِ کریم کا تحفہ بھی دے دوں۔ تو مَیں نے اُنہیں کہا کہ بڑی اچھی بات ہے ضرور دیں۔

چنانچہ اُنہیں میں نے یہاں سے اپنا پیغام لکھ کر بھجوایا کہ پوپ کو جا کے دے دیں۔ اُس کی انہوں نے کاپیاں بھی کروالیں اور وہاں جب وہ گئے ہیں تو پوپ کو بھی دیا اور ویٹیکن کے اور بڑے بڑے پادری جو تھے اُن کو بھی دیا۔ قرآنِ کریم کا تحفہ بھی پوپ کو دیا۔ اس کی تصویر بھی وہاں اخباروں میں آئی۔ اُن کی رپورٹ کا ایک حصہ میں سناتا ہوں جو اُس کے بعد شریف عودہ صاحب نے لکھی۔

وہ لکھتے ہیں کہ خاکسار نے اٹلی میں پوپ کی رہائش گاہ ویٹیکن میں مورخہ 10-11-2011 کو اُن مذہبی لوگوں کے گروپ کے ساتھ ملاقات کی جن میں اسرائیل کے حاخامِ اعظم جو اُن کے بہت بڑے ربّائی ہیں اور کچھ عیسائی اور یہودی اور مسلمان عہدیداران شامل تھے۔ خاکسار نے پوپ کو (میرا لکھتے ہیں کہ) حضور کا خط پہنچایا اور اُنہیں بتایا کہ اس میں حضرت امام جماعت احمدیہ عالمگیر کا بہت اہم پیغام ہے۔ انہوں نے یہ خط خود اپنے ہاتھ سے وصول کیا۔ اسی طرح میں نے اُنہیں اٹالین ترجمہ قرآن کا بھی ایک نسخہ پیش کیا۔ اٹالین اور اسرائیل ٹی وی نے نیز اٹالین اخبارات اور اسرائیل کے عربی اور عبرانی اخبارات نے خاکسار کی تصویریں پوپ کے ساتھ نشر کیں۔ ملاقات کے بعد ویٹیکن ریڈیو پر ایک پریس کانفرنس تھی میں نے اس میں حضور کے خط کا ذکر کیا اور خلاصہ بیان کیا اور صحافیوں میں اس خط کی کاپیاں تقسیم کیں۔ اسی طرح میں نے ویٹیکن میں مشرقِ وسطی میں موجود چرچز (Churches) کے ذمہ دار کارڈینل وغیرہ کو بھی کاپی مہیا کی۔ میں نے یہاں مذاکرات بین المذاہب کی کمیٹی سے بھی ملاقات کی اور انہوں نے مجھے اپنی کانفرنس میں بلانے کے لئے مجھ سے ایڈریس بھی لیا۔ ان کی اگلی کانفرنس آئندہ سال سرائیوو میں ہوگی‘‘۔

’’...... جیسا کہ شریف صاحب کی رپورٹ سے بھی ظاہر ہے کہ اس موقع پر بعض اور مسلمان مذہبی لیڈر بھی تھے یا بڑے لوگ تھے لیکن پوپ کو اسلام کا اور قرآن کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی تو زمانے کے امام اور جری اللہ کے ایک غلام کو‘‘۔

(خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 09؍دسمبر 2011ء بمقام مسجد بیت الفتوح ۔ مورڈن۔ لندن)

اس خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے خط کے مضمون کا خلاصۃً ذکر فرمایا تھا۔ ذیل میں اس مکتوب گرامی کا مکمل انگریزی متن اور اس کا اردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ محترم پوپ بینیڈکٹ صاحب کے نام یہ خط حضور انور ایدہ اللہ کے لیٹر ہیڈ پر حضور کے مبارک دستخطوں سے انہیں بھجوایا گیا تھا۔

جناب پوپ بینیڈکٹ شانزدہم کے نام مکتوب کا انگریزی متن

16 Gressenhall Road,
London
SW18 5QL,
UK

31October 2011

To His Holiness
Pope Benedict the XVI,

It is my prayer, that may Allah the Almighty bestow His Grace and Blessings upon you.

As Head of the worldwide Ahmadiyya Muslim Community, I convey to His Holiness the Pope the message of the Holy Qur'an: Say,'O people of the book! Come to a word equal between us and you–that we worship none but Allah, and that we associate no partner with Him, and that some of us take not others for lords beside Allah.'

Islam, nowadays, is under the glare of the world, and is frequently targeted with vile allegations. However, those raising these allegations do so without studying any of Islam's real teachings. Unfortunately, certain Muslims organisations due only to their vested interests have portrayed Islam in a totally wrong light. As a result, distrust has increased in the hearts of the people of Western and non-Muslim countries towards Muslims, to the extent that even otherwise extremely well-educated people make baseless allegations against the Founder of Islam, the Holy Prophet Muhammad (pbuh).

The purpose of every religion has been to bring man closer to God and establish human values. Never has the founder of any religion taught that his followers should usurp the rights of others or should act cruelly. Thus, the actions of a minority of misguided Muslims should not be used as a pretext to attack Islam and its Holy Founder(pbuh). Islam teaches us to respect the Prophets of all religions and this is why it is essential for a Muslim to believe in all of the Prophets who are mentioned in the Holy Bible or in the Holy Qur'an, until and including Jesus Christ (pbuh). We are the humble servants of the Holy Prophet Muhammad (pbuh) and so we are deeply grieved and saddened by the attacks on our Holy Prophet (pbuh); but we respond by continuing to present his noble qualities to the world and to disclose even more of the beautiful teachings of the Holy Qur'an.

If a person does not follow a particular teaching

properly whilst claiming to subscribe to it, then it is he who is in error, not the teaching. The meaning of the word 'Islam' itself means peace, love and security. There should be no compulsion in matters of faith is a clear injunction of the Qur'an. From cover to cover, the Holy Qur'an teaches love, affection, peace, reconciliation and the spirit of sacrifice. The Holy Qur'an states repeatedly that one who does not adopt righteousness is far removed from Allah, and therefore, is far removed from the teachings of Islam. Hence, if anybody portrays Islam as an extreme and violent religion filled with teachings of bloodshed, then such a portrayal has no link with the real Islam.

The Ahmadiyya Muslim Community practises only the true Islam and works purely to please God Almighty. If any Church or other place of worship stands in need of protection, they will find us standing shoulder to shoulder with them. If any message resonates from our mosques it will only be that of Allah is Great and that we bear witness that there is none worthy of worship except Him and Muhammad (pbuh) is the Messenger of Allah.

A factor playing a major role in destroying the peace of the world is that some people perceive that as they are intelligent, well-educated and liberated, they are free to ridicule and mock founders of religions. To maintain peace in society it is necessary for one to eliminate all sentiments of hostility from one's heart and to increase one's levels of tolerance. There is a need to stand in defence of the respect and reverence of each other's Prophet. The world is passing through restlessness and unease and this requires that by creating an atmosphere of love and affection, we remove this anxiety and fear, that we convey a message of love and peace to those around; that we learn to live with ever greater harmony and in a way better than before; and that we recognise the values of humanity.

Today, small-scale wars are erupting in the world, while in other places, the superpowers are claiming to try and bring about peace. It is no longer a secret that on the surface we are told one thing, but behind the scenes their real priorities and policies are secretly being fulfilled. Can peace in the world be established in such circumstances is the question. It is with regret that if we now observe the current circumstances of the world closely, we find that the foundation for another world war has already been laid. If after the Second World War a path of equity leading to justice was followed, we would not witness the current state of the world, whereby it has again become engulfed in the flames of war. As a consequence of so many countries having nuclear weapons, grudges and enmities are increasing and the world sits on the precipice of destruction. If these weapons of mass destruction explode, many future generations will never forgive us for having inflicted permanent disabilities upon them. There is still time for the world to pay attention to the rights of the Creator and of His Creatures.

I believe that now, rather than focusing on the progress of the world, it is more important, indeed it is essential, that we urgently increase our efforts to save the world from this destruction. There is an urgent need for mankind to recognise its Creator as this is the only guarantor for the survival of humanity; otherwise, the world is rapidly moving towards self-destruction. If today man really wants to be successful in establishing peace, then instead of finding fault with others, he should try to control the Satan within. By removing his own evils, a person should present a wonderful example of justice. I frequently remind the world that these excessive enmities towards others are completely usurping human values and so are leading the world towards obliteration.

As you have an influential voice in the world, I urge you to also inform the wider world that by placing obstacles in the way of the natural balance established by God, they are moving rapidly towards annihilation. This message needs to be conveyed further and wider than ever before and with much greater prominence.

All the religions of the world are in need of religious harmony and all the people of the world need a spirit of love, affection and brotherhood to be created. It is my prayer that we all understand our responsibilities and play our role in establishing peace and love, and for the recognition of our Creator in the world. We ourselves have prayer, and we constantly beseech Allah that may this destruction of the world be avoided. I pray that we are saved from the destruction that awaits us.

Yours sincerely,
Mirza Masroor Ahmad
Khalifatul Masih V
Head of the Worldwide
Ahmadiyya Muslim Community

اردو ترجمہ

محترم پوپ بینیڈکٹ صاحب شانز دہم

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل اور رحمتیں نازل فرمائے۔

بحیثیت امام احمدیہ مسلم جماعت عالمگیر میں عالی جناب پوپ کو قرآن کریم کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

تُو کہہ دے کہ اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی چیز کو اُس کا شریک ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ کے سوا ربّ نہیں بنائے گا۔

اسلام پر آجکل ساری دنیا کی نظر ہے اور بڑی کثرت سے اسے بیہودہ قسم کے اعتراضات کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور معترضین حقیقی اسلامی تعلیم کا مطالعہ کیے بغیر یہ اعتراضات کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے، بعض مسلمان تنظیموں نے ذاتی مفادات کی خاطر اسلام کا انتہائی غلط تصور پیش کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں مغربی ممالک اور غیر مسلموں کے دلوں میں مسلمانوں کے متعلق بداعتمادی میں اس حد تک اضافہ ہوا ہے کہ اچھے بھلے پڑھے لکھے لوگ بھی بانیٔ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بے بنیاد اعتراض کرنے لگ گئے ہیں۔

ہر مذہب کا مقصد یہی رہا ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ کے قریب لایا جائے اور انسانی اقدار قائم کی جائیں۔ کسی بھی مذہب کے بانی نے یہ تعلیم نہیں دی کہ اس کے پیروکار دوسروں کے حقوق غصب کریں یا دوسروں سے ظالمانہ سلوک کریں۔ لہٰذا اِن چند بھٹکے ہوئے مسلمانوں کے اعمال کو اس طرح پیش نہیں کرنا چاہئے کہ اس کی آڑ میں اسلام اور اس کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا جائے۔ اسلام ہمیں تمام بانیانِ مذاہب کی عزت کرنے کا سبق دیتا ہے اور اسی لئے ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک بشمول عیسیٰ علیہ السلام، اُن تمام انبیاء پر ایمان لائیں جن کا 'کتابِ مقدس' یا 'قرآنِ کریم' میں ذکر آیا ہے۔ ہم تو رسولِ کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام ہیں۔ اس لئے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جانے والے اعتراضات کے باعث ہم سخت دکھی اور غمزدہ ہیں۔ اور اس کا اظہار ہم حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ اور قرآنِ کریم کی خوبصورت تعلیم کو پہلے سے بھی زیادہ کھول کر دنیا کے سامنے پیش کر کے کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی خاص تعلیم کو ٹھیک انداز میں نہیں اپناتا اور اس کے باوجود وہ اس دین کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس میں تعلیم کی غلطی نہیں بلکہ وہ شخص غلطی خوردہ ہے جو اس تعلیم کی صحیح رنگ میں پیروی نہیں کر رہا۔ لفظ اسلام کے معنے ہی امن، محبت اور حفاظت کے ہیں۔ یہ واضح قرآنی تعلیم ہے کہ دینی معاملات میں کوئی جبر نہیں۔ قرآن کریم اپنے آغاز سے اختتام تک محبت، الفت، امن، مفاہمت اور جذبہ قربانی کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآنِ کریم میں بار بار یہی ارشاد ہے کہ جو تقویٰ اختیار نہیں کرتا وہ خدا کا قرب حاصل نہیں کرسکتا اور ایسا شخص اسلامی تعلیم سے بہت دور پڑا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص اسلام کو ایک انتہا پسند اور متشدّد مذہب کے طور پر پیش کرتا ہے، ایک

ایسے مذہب کے طور پر جس میں خون خرابہ کی تعلیم ہے تو ایسی تصویر کشی کا حقیقی اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

احمدیہ مسلم جماعت صرف اور صرف حقیقی اسلام کی پیروی کرتی ہے اور خالصتاً خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر کام کرتی ہے۔ اگر کسی گرجا یا کسی بھی عبادتگاہ کو حفاظت کی ضرورت ہو تو وہ ہمیں اپنے شانہ بشانہ اپنے ساتھ کھڑا ہوا پائیں گے۔ ہماری مساجد سے اگر کوئی صدا گونجے گی تو وہ صرف اور صرف اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدا ہوگی۔

امنِ عالم کو تباہ کرنے میں اس بات کا بڑا دخل ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت ذہین ہیں، پڑھے لکھے اور آزاد خیال ہیں۔ اس لئے وہ بانیانِ مذاہب کو تمسخر کا نشانہ بنانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ معاشرہ میں امن کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک اپنے دل کو دشمنی کے تمام تر جذبات سے پاک کرے اور اپنی قوتِ برداشت کو بڑھائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شخص ایک دوسرے کے نبی کی عزت و ناموس کے دفاع میں کھڑا ہو جائے۔ دنیا اس وقت ایک بے چینی اور مشکل کا شکار رہے اور اس بات کی متقاضی ہے کہ پیار اور محبت کا ماحول قائم کر کے ہم اس پریشانی اور خوف کو ختم کریں تا کہ ہم پیار اور امن کا پیغام اپنے ماحول میں پھیلائیں اور یہ کہ پہلے سے بھی زیادہ ہم آہنگی پیدا کرتے ہوئے ہم اس انداز میں جینا سیکھیں جو پہلے سے بہتر ہو اور یہ کہ ہم انسانی اقدار کی پہچان کریں۔

دنیا میں بعض جگہوں پر آجکل چھوٹے پیمانہ پر لڑائیاں جنم لے رہی ہیں، جبکہ بعض دوسری جگہوں پر عالمی طاقتیں قیامِ امن اور اس کے لئے کوششیں کرنے کی دعویدار ہیں۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی کہ ظاہری طور پر تو ہمیں ایک بات بتائی جارہی ہوتی ہے جبکہ حقیقت میں وہ در پردہ اپنی اصل ترجیحات اور پالیسیوں کی خفیہ طور پر پیروی کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ ایک اہم سوال ہے کہ کیا ایسے حالات میں دنیا میں امن قائم کیا جاسکتا ہے؟ اگر ہم دنیا کی صورتِ حال پر غور کریں تو بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایک اور عالمی جنگ کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد اگر صدق پر چلتے ہوئے عدل قائم کیا جاتا تو ہم دنیا کی موجودہ حالت نہ دیکھ رہے ہوتے جہاں یہ ایک دفعہ پھر جنگ کی زد میں ہے۔ بہت سے ممالک کے پاس جوہری ہتھیار ہیں اور اس کی وجہ سے بھی عناد اور دشمنیاں بڑھ رہی ہیں اور دنیا تباہی کے دہانے پر جا پہنچی ہے۔ اگر وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے یہ ہتھیار چل پڑے تو ہم مستقبل میں آنے والی کئی نسلوں کو جسمانی معذوریاں دینے والے بنیں گے اور یہ نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ ابھی بھی وقت ہے کہ دنیا خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ زیادہ ضروری ہے کہ اب دنیا کی ترقی پر توجہ مرکوز کرنے کی بجائے ہم فوری طور پر دنیا کو اس تباہی سے بچانے کے لئے اپنی کوششوں کو بڑھائیں۔ اس امر کی فوری ضرورت ہے کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچانے کیونکہ وہی ہے جو انسانیت کی بقاء کا ضامن ہے ورنہ دنیا تو بڑی تیزی سے اپنی تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اگر آج انسان واقعتاً قیامِ امن میں کامیابی حاصل کرنے کا خواہاں ہے تو دوسروں میں عیب تلاش کرنے کی بجائے اسے اپنے اندر کے شیطان کو زیر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اپنی برائیاں ختم کر کے انسان کو عدل کی بہترین مثال قائم کرنی چاہئے۔ مَیں بارہا دنیا کو اس طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں کہ ایک دوسرے کی نسبت حد سے بڑھی ہوئی یہ دشمنیاں انسانی اقدار کو نابود کر رہی ہیں اور اسی طرح دنیا کو تباہی کی طرف لے جارہی ہیں۔

آپ چونکہ دنیا میں ایک نہایت مؤثر آواز کے حامل ہیں۔ اس لئے مَیں آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ دنیا کو بتائیں کہ لوگ خدا کے قائم کردہ عدل کی راہ میں روکیں ڈالنے کی وجہ سے بڑی تیزی کے ساتھ مکمل تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور یہ وہ پیغام ہے جسے روزِ روشن کی طرح نمایاں کر کے اس قدر وسعت سے پھیلانا چاہئے کہ جتنا پہلے کبھی نہ پھیلایا گیا ہو۔

دنیا کے تمام مذاہب کو مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور تمام دنیا کے رہنے والوں کو آپس میں محبت، پیار اور اخوّت کے جذبہ کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ میری دعا ہے کہ ہم سب اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور دنیا میں امن و محبت کو قائم کرنے، نیز دنیا کو اپنے خالق کی پہچان کروانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ ہمارے پاس تو دعائیں ہی ہیں اور ہم مسلسل خدا سے یہ دعائیں کر رہے ہیں کہ دنیا اس تباہی سے بچ جائے۔ مَیں دعا کرتا ہوں کہ ہم اس تباہی سے بچ جائیں جو ہماری منتظر ہے۔

والسلام

مرزا مسرور احمد

خلیفة المسیح الخامس

امام احمدیہ مسلم جماعت عالمگیر

(الفضل انٹرنیشنل ۹ مارچ ۲۰۱۲)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں صلہ رحمی بھی ہے

ابوسلام دِمشقی اور عَمرو بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ان دونوں نے حضرت ابوامامہ الباہلی کو عَمْرو بِنْ عَبَسَہ اَلسُّلَمِی رضی اللہ عنہ کی بات بیان کرتے سنا وہ یہ بات کہا کرتے تھے کہ میں زمانہ جاہلیت میں ہی اپنی قوم کے بتوں سے بیزار تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے انہیں خاموشی سے اپنے کاموں میں مگن پایا۔ میں خاموشی سے ان کے پیچھے ہولیا یہاں تک کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور پھر عرض کی کہ آپ کا منصب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ''نبی''۔ میں نے عرض کی۔ نبی کیا ہوتا ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ خدا کا پیغامبر۔ میں نے سوال کیا کہ آپ کو کس نے بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے۔ میں نے سوال کیا کہ اس نے آپ کو کس بات کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تا صلہ رحمی کی جائے۔ قتل و غارت سے روکا جائے، راستے پرامن کئے جائیں، بت توڑ دیئے جائیں۔ خدائے واحد کی پرستش کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ میں نے عرض کی کہ کیا ہی اچھا ہے کہ جس کے ساتھ آپ کو بھجوایا گیا ہے۔ میں آپ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لے آیا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند باقی الشامیین)

''اسلام تلوار سے پھیلنے والا مذہب نہیں''

کالیکٹ یونیورسٹی کے تاریخ دان اور سابق وائس چانسلر Dr.K.K.N.KURUP کا بیان

کاسرگوڑ (کیرالہ) ''جو لوگ اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے وہ تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ اسلام نے کبھی بھی جبر کے ساتھ تبدیلی مذہب کو روا نہیں رکھا بعض غلط واقعات کو اسلام کے سر تھوپا گیا ہے۔ اسلام نے ہمیشہ نیکی کو پھیلایا ہے اور عرب ممالک کے ساتھ تعلقات کو استوار کرنے میں اسلام کے مبلغوں نے مثبت کردار ادا کئے ہیں۔''

(''اسلام اور کیرالہ'' کے موضوع پر سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے ڈاکٹر کے۔ کے۔ این۔ کورُپ نے یہ الفاظ فرمائے بحوالہ ''مَلَیَالم مَنورَما'' ۳۰ جنوری ۲۰۰۷)

کاسرگوڑ (کیرالہ) **''پاک اور نیک نمونے کے ذریعہ ہی اسلام یہاں پھیلا ہے۔''**

کالیکٹ یونیورسٹی کے تاریخ دان اور سابق وائس چانسلر K.K.N.KURUP نے ''اسلام اور کیرالہ'' کے موضوع پر سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''پاک اور نیک نمونے کے ذریعہ ہی اسلام یہاں پھیلا ہے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام کو پھیلانے میں جبر و اکراہ سے کام لیا گیا ہے وہ پاگل لوگ ہیں۔''

اسی طرح آکاش وانی MANGALORE کے ڈائریکٹر ڈاکٹر سی پی راج شیکھرن نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''یہاں کے (کیرلہ) لوگوں کا رہن سہن اور تمدنی زندگی کے ہر شعبہ پر مسلمانوں نے اپنے نیک اور اچھے اثرات چھوڑے ہیں۔ اس کی اہمیت کو کسی طور سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔'' (بحوالہ MATHIR BHOOMI 30.1.07)

(صدیق اشرف علی، موگرال، کیرلہ)

خطبہ جمعہ

ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم کس حد تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔

ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری نیکیوں کے معیار اُس سطح تک بلند ہوں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے بیعت کی حقیقت اور غرض و غایت کا تذکرہ اور بعض نومبایعین کی پاک تبدیلی پیدا کرنے اور شرائط بیعت کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیاروں سے تعلقات محبت میں بڑھنے، دین کو دنیا پر مقدم رکھنے، اخلاص و فدائیت، مالی قربانی، غیرت دینی اور بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی کے پاکیزہ نمونوں کا ایمان افروز بیان اور احباب جماعت کو اس حوالہ سے اہم نصائح۔

خوش قسمت ہیں وہ جو بیعت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور جنہوں نے پاک تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کی ہیں اور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک بیعت کا حق ادا کرنے والا بن جائے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 11/اکتوبر 2013ء بمطابق 11 اخاء 1392 ہجری شمسی بمقام میلبرن، آسٹریلیا

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل یکم نومبر 2013 کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں، کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالَمِ آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ بھروسہ اُس کو دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اُس کو خدا تعالیٰ اور عالَمِ آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود کو پایا تھا اور جیسا کہ ضعفِ ایمان کا خاصہ ہے، یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اب میرے زمانے میں بھی یہی حالت ہے۔ سو مَیں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین کے نزدیک ہوگا، بعد اس کے کہ بہت دُور ہو گیا تھا۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 291 تا 294 حاشیہ)

پس ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم کس حد تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ مَیں ایمانوں کو قوی کرنے آیا ہوں۔ اُن میں مضبوطی پیدا کرنے آیا ہوں۔ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے ایمان مضبوطی کی طرف بڑھ رہے ہیں؟ فرمایا کہ ایمان مضبوط ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے وجود کے ثابت ہونے سے، اللہ تعالیٰ پر کامل یقین سے۔ آپ نے فرمایا کہ آج کل دنیا میں دنیا کے جاہ و مراتب پر بھروسہ خدا تعالیٰ پر بھروسے کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف پڑنے کی بجائے دنیا کی طرف زیادہ نگاہ پڑتی ہے۔ وہ یقین جو خدا تعالیٰ پر ہونا چاہئے وہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اور دنیا والے اور دنیا کی چیزیں زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہیں۔ اگر ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو یہی صورتحال ہمیں نظر آتی ہے، لیکن اپنے اردگرد نظر دوڑانا صرف یہ دیکھنے کے لئے نہیں ہونا چاہئے کہ آج دنیا خدا تعالیٰ کی نسبت دنیاوی چیزوں پر زیادہ یقین اور بھروسہ کرتی ہے۔ بلکہ یہ نظر دوڑانا اس لئے ہو کہ ہم اپنے جائزے لیں کہ ہم دنیاوی وسائل پر زیادہ یقین رکھتے ہیں یا خدا تعالیٰ پر۔ اگر ہم بیعت کر کے بھی خدا تعالیٰ کی ہستی کو اُس طرح نہیں پہچان سکے جو اس کے پہچاننے کا حق ہے تو ہماری بیعت بے فائدہ ہے۔ ہمارا اپنے آپ کو احمدی کہلانا کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ اگر آج ہم اپنے دنیاوی مالکوں کو خوش کرنے کی فکر میں ہیں اور یہ فکر جو ہے خدا تعالیٰ کو خوش کرنے سے زیادہ ہے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا نہیں کر رہے۔ ہم آپ سے کئے گئے عہدِ بیعت کو نہیں نبھا رہے۔ اگر ہم دنیا کے رسم و رواج کو دین کی تعلیم پر ترجیح دے رہے ہیں تو ہمارا احمدی کہلانا صرف نام کا احمدی کہلانا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ زبانوں سے تو دعوے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین ہے اور ہم خدا تعالیٰ کو ہی سب سے بالا ہستی سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہماری ہر محبت پر غالب ہے، لیکن عملاً دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ ہمیں اب ہمارے چاروں طرف نظر آتا ہے کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلم ہر ایک دنیا کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ دنیا کی لغویات اور بے حیائیوں نے خدا تعالیٰ کی یاد کو بہت پیچھے کر دیا۔ مسلمانوں کو پانچ وقت نمازوں کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کی محبت کی وجہ سے اس عبادت کا حکم ہے، لیکن عملاً صورتحال اس کے بالکل الٹ ہے۔ ایک احمدی جب اس لحاظ سے دوسروں پر نظر ڈالتا ہے تو اُسے سب سے پہلے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم اپنی نمازوں کو خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی عبادتوں کو کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دعوے کی نفی کر رہے ہیں کہ آپ کے آنے کا مقصد اللہ تعالیٰ پر ایمان قوی کرنا ہے۔ آپ کے آنے کا مقصد سچائی کے زمانے کو پھر لانا ہے۔ آپ کے آنے کا مقصد آسمان کو زمین کے قریب کرنا ہے یعنی خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرنا ہے۔ یقیناً ہمارے ایمان اور اعمال کی کمی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ

کی نفی نہیں ہوتی۔ ہاں ہم اُس فیض سے حصہ لینے والے نہیں ہیں جو آپ کی بعثت سے جاری ہوا ہے۔ ہمارے ایمان لانے کے دعوے بھی صرف زبانی دعوے ہیں۔ پس بجائے اس کے کہ ہر ایک دوسرے پر نظر رکھے کہ وہ کیا کر رہا ہے، اُس کا ایمان کیسا ہے، اُس کا عمل کیسا ہے اور اُس میں کیا کمزوری ہے، ہر احمدی کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کس حد تک اپنے عہدِ بیعت کو پورا کر رہا ہے۔ کس حد تک آپ علیہ السلام کے مقصد کو پورا کر رہا ہے۔ کس حد تک اعمالِ صالحہ بجالانے کی کوشش کر رہا ہے۔ کس حد تک اپنی اخلاقی حالت کو درست کر رہا ہے۔ کس حد تک اپنے اس عہد کو پورا کر رہا ہے کہ مَیں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے دس شرائطِ بیعت رکھی ہیں کہ اگر تم حقیقی طور پر میری جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہو یا شامل ہونے والے کہلانا چاہتے ہو تو مجھ سے پختہ تعلق رکھنا ہوگا۔ اور یہ اُس وقت ہوگا جب ان شرائطِ بیعت پر پورا اترو گے۔ ان کی جگالی کرتے رہو تا کہ تمہارے ایمان بھی قوی ہوں اور تمہاری اخلاقی حالتیں بھی ترقی کرنے والی ہوں، ترقی کی طرف قدم بڑھانے والی ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں مختلف مواقع پر بڑی شدت اور درد سے نصیحت فرمائی ہے کہ تم جو میری طرف منسوب ہوتے ہو، میری بیعت میں آنے کا اعلان کرتے ہو اگر احمدی کہلانے کے بعد تمہارے اندر نمایاں تبدیلیاں پیدا نہیں ہوتیں تو تم میں اور غیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری نیکیوں کے معیار اُس سطح تک بلند ہوں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ بعض نصائح جو بیعت کرنے والوں کو آپ علیہ السلام نے مختلف اوقات میں فرمائیں، اُن کا مَیں اس خطبہ میں ذکر کروں گا۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''بیعت رسمی فائدہ نہیں دیتی۔ ایسی بیعت سے حصہ دار ہونا مشکل ہوتا ہے''۔ یعنی اگر صرف رسمی بیعت ہے تو انسان اس بیعت سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ دار نہیں بن سکتا، نہ انعامات کا وارث بنتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والے کے حق میں مقرر فرمائے ہیں۔ فرمایا کہ ''اسی وقت حصہ دار ہوگا جب اپنے وجود کو ترک کر کے بالکل محبت اور اخلاص کے ساتھ اس کے ساتھ ہو جاوے''۔ یعنی جس کی بیعت کی ہے اُس کے ساتھ ہو جائے، خدا تعالیٰ کے ساتھ پختہ تعلق پیدا کر لے۔ پھر فرمایا: ''تعلقات کو بڑھانا بڑا ضروری امر ہے۔ اگر ان تعلقات کو وہ (طالب) نہیں بڑھاتا اور کوشش نہیں کرتا'' یعنی جس نے بیعت کی ہے اگر وہ یہ تعلقات نہیں بڑھاتا اور اس کے لئے کوشش نہیں کرتا، اللہ سے بھی تعلق اور جس کی بیعت کی ہے اُس سے بھی تعلق ''تو اس کا شکوہ اور افسوس بے فائدہ ہے''۔ پھر یہ شکوہ نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُن انعامات سے نہیں نواز رہا جن کا وعدہ ہے۔ فرمایا کہ ''محبت واخلاص کا تعلق بڑھانا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو اُس انسان (مُرشد) کے ہمرنگ ہو۔ طریقوں میں اور اعتقاد میں''۔ یعنی جس کی بیعت کی ہے اُس کے طریق پر چلو اور اعتقادی لحاظ سے بھی اُس معیار کو حاصل کرو۔ پھر فرماتے ہیں کہ ''جلدی راستبازی اور عبادت کی طرف جھکنا چاہیے۔ اور صبح سے لے کر شام تک حساب کرنا چاہئے''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 3-4۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

سچائی اور عبادت کے معیار حاصل کرنے کی کوشش کرو اور صبح سے شام تک اپنے جائزے لو کہ کیا تم نے حاصل کیا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں: ''یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا راضی ہو جاتا ہے۔ یہ تو صرف پوست ہے۔ مغز تو اس کے اندر ہے۔ اکثر قانون قدرت یہی ہے کہ ایک چھلکا ہوتا ہے اور مغز اس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔ مغز ہی لیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مغز رہتا ہی نہیں اور مرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح جن میں نہ زردی ہوتی ہے نہ سفیدی، جو کسی کام نہیں آسکتے اور ردّی کی طرح پھینک دیئے جاتے ہیں......۔ اسی طرح پر وہ انسان جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اگر ان دونوں باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا'' یعنی بیعت اور ایمان کی حقیقت نہیں پتہ اور عمل اس کے مطابق نہیں ''تو اُسے ڈرنا چاہئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ اُس ہوائی انڈے کی طرح ذرا سی چوٹ سے چکنا چور ہو کر پھینک دیا جائے گا۔ اسی طرح جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اُس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی اور اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں''۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 416۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر یہ سب باتیں غلط ہیں کہ میں ایمان لایا، میری محبت ہے، میں کامل اطاعت کرنے والا ہوں، میں نے بیعت کی ہوئی ہے، مَیں اعتقادی طور پر یقین رکھتا ہوں، میں سچا مسلمان ہوں۔ فرمایا یہ سب دعوے ہیں۔ پس بیعت کے بعد ایمان میں بھی ترقی ہونی چاہئے، محبت میں بھی ترقی ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ سے محبت سب محبتوں سے زیادہ ہو، یہی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اُس کے سب سے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت ہو، خلافت سے محبت ہو اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت ہو۔

پھر فرمایا کہ اطاعت کے معیار حاصل کرو۔ اطاعت یہ نہیں کہ خلیفۂ وقت کے یا نظامِ جماعت کے فیصلے جو اپنی مرضی کے ہوئے دلی خوشی سے قبول کر لئے اور جو اپنی مرضی کے نہ ہوئے اُس میں کئی قسم کی تاویلیں پیش کرنی شروع کر دیں، اُس میں اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔ فرمایا کہ یہ بیعت کا دعویٰ اگر ہے تو پھر اطاعت بھی کامل ہونی چاہئے۔ پس یہ بیعت کا دعویٰ، اعتقاد کا دعویٰ، مریدی کا دعویٰ اور اس حقیقی اسلام پر عمل کرنے کا دعویٰ یا مسلمان ہونے کا دعویٰ تبھی حقیقی دعویٰ ہے جب یہ اعلان ہو کہ آج بیعت کرنے کے بعد میرا کچھ نہیں رہا بلکہ سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہے اور اُس کے دین کے لئے ہے۔ اور یہی بیعت کا مقصد ہے کہ اپنے آپ کو بیچ دینا۔ پھر ایک دوست کو نصیحت فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ: ''یہ یاد رکھو کہ بیعت کے بعد تبدیلی کرنی ضروری ہوتی ہے۔ اگر بیعت کے بعد اپنی حالت میں تبدیلی نہ کی جاوے تو یہ استخفاف ہے''۔ یعنی توبہ اور بیعت کا مذاق اڑانا ہے، اس کو کم نظر سے دیکھنا ہے، اُس کا احترام نہ کرنا ہے۔ ''بیعت بازیچۂ اطفال نہیں ہے''۔ بیعت کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے، بیعت ایک مطالبہ کرتی ہے۔ ''درحقیقت وہی بیعت کرتا ہے جس کی پہلی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ ہر ایک امر میں تبدیلی کرنی پڑتی ہے''۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 257۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آج بھی ایسے مخلص اللہ تعالیٰ عطا فرما رہا ہے جو بیعت کرنے کے بعد پاک تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کرتے ہیں اور غیر بھی اُن کی اس پاک تبدیلی کے معترف ہیں۔ ہمارے ایک مبلغ ہیں برکینا فاسو کے، وہ لکھتے ہیں کہ وہاں دینیہ ایک جگہ ہے، ایک مرتبہ وہاں وہ دورے پر گئے اور یہ جماعت جو ہے یہ مالی کے بارڈر پر ہے اور یہاں جماعت کی کافی مخالفت ہے۔ کیونکہ وہاں بھی وہابیوں کا زور ہے۔ وہاں کے ایک مسجد کے امام وِدراگو یعقوبو صاحب ہیں یہ مسجد کے امام صاحب ہیں لیکن کم از کم ان میں اتنی سچائی ہے، پاکستانی مولویوں کی طرح نہیں کہ حقیقت کو ہی نہ مانیں۔ کہتے ہیں انہوں مجھے بتایا کہ باوجود مخالفت کے ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اس گاؤں میں تین بہترین مسلمان ہیں اور وہ تینوں ہمارے لئے نمونہ ہیں اور اُن تینوں کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔

اس طرح مخالفین کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں آنے کے بعد لوگوں میں ایک حقیقی اور پاک تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ پس جو بیعت کی حقیقت کو سمجھ کر بیعت کرتے ہیں وہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جاتے ہیں اور یہ نمونہ ہی ہے جو پھر آگے تبلیغ کے میدان کھولتا ہے۔ اگر تبلیغی میدان بڑھانا ہے تو ہم میں سے ہر ایک کو، جو کہیں بھی رہتا ہے، اس ملک کے ہر کونے میں اپنے نمونے ایسے قائم کرنے ہوں گے کہ لوگوں کی آپ کی طرف توجہ پیدا ہو اور تا کہ اُس کے نتیجہ میں پھر تبلیغ کے میدان کھلیں۔ پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اُن اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جن کی آپ نے ہم سے توقع فرمائی ہے۔

آپ ایک حقیقی احمدی کا معیار بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''لازم ہے کہ انسان ایسی حالت بنائے رکھے کہ فرشتے بھی اس سے مصافحہ کریں۔ ہماری بیعت سے تو یہ رنگ آنا چاہئے''۔ اگر بیعت کی ہے تو یہ رنگ پیدا ہونا چاہئے ہر احمدی میں ''کہ خدا تعالیٰ کی ہیبت اور جلال دل پر طاری رہے جس سے گناہ دور ہوں''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 397۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں: ''اگر دنیا داروں کی طرح رہو گے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں کہ تم نے

میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ میرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت کو چاہتا ہے تاکہ تم نئی زندگی میں ایک اور پیدائش حاصل کرو''۔ فرمایا ''اگر بیعت دل سے نہیں تو کوئی نتیجہ اس کا نہیں۔ میری بیعت سے خدا دل کا اقرار چاہتا ہے۔ پس جو سچے دل سے مجھے قبول کرتا اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے، غفور ورحیم خدا اُس کے گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے نکلا ہے۔ تب فرشتے اُس کی حفاظت کرتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 194۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ توبہ کے معیار اور پاک تبدیلی ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پھر آپ فرماتے ہیں: ''اس سلسلہ میں داخل ہو کر تمہارا وجود الگ ہو اور تم بالکل ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ۔ جو کچھ تم پہلے تھے، وہ نہ رہو''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 195۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''بیعت کی حقیقت سے پوری طرح واقفیت حاصل کرنی چاہئے اور اس پر کاربند ہونا چاہئے۔ اور بیعت کی حقیقت یہی ہے کہ بیعت کنندہ اپنے اندر سچی تبدیلی اور خوفِ خدا اپنے دل میں پیدا کرے۔ اور اصل مقصود کو پہچان کر اپنی زندگی میں ایک پاک نمونہ کر کے دکھاوے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ بیعت پھر اس کے واسطے اور بھی باعثِ عذاب ہو گی کیونکہ معاہدہ کر کے جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر نافرمانی کرنا سخت خطرناک ہے''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 605-604۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں: ''بیعت کرنے سے مطلب بیعت کی حقیقت سے آگاہ ہونا ہے۔ ایک شخص نے رُوبرو ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی۔ اصل غرض اور غایت کو نہ سمجھا یا پروانہ کی تو اُس کی بیعت بے فائدہ ہے''۔ ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کر لی لیکن غرض نہیں سمجھی تو بے فائدہ بیعت ہے ''اور اس کی اس بیعت کی خدا کے سامنے کچھ حقیقت نہیں ہے۔ مگر دوسرا شخص ہزار کوس سے بیٹھا بیٹھا صدقِ دل سے بیعت کی حقیقت اور غرض و غایت کو مان کر بیعت کرتا ہے''۔ ایک دوسرا شخص ہے جس نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت تو نہیں کی، ہزاروں میل دور بیٹھا ہوا ہے لیکن بیعت کی غرض وغایت کو سمجھا ہے، ''اور پھر اس اقرار کے اوپر کاربند ہو کر اپنی عملی اصلاح کرتا ہے، وہ اُس رُوبرو بیعت کر کے بیعت کی حقیقت پر نہ چلنے والے سے ہزار درجہ بہتر ہے''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 457۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ حقیقت ہے بیعت کی اور آپ کے آنے کے مقصد کو پورا کرنے کی، کہ بیعت کی حقیقت کو جاننے اور بیعت کو جاننے کی ضرورت ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے بیعت کی حقیقت اُس وقت معلوم ہو گی جب آپ کی بیان فرمودہ دس شرائطِ بیعت پر غور ہو گا اور اُن پر عمل ہو گا۔ مَیں نے ابھی ایک مثال دی کہ کس طرح افریقہ کے دور دراز علاقے میں بیٹھے ہوئے لوگ بیعت کر کے اپنے ماحول میں نمونہ بن رہے ہیں اور مخالفین بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ حقیقی مسلمان دیکھنا ہے تو ان احمدیوں میں دیکھو۔ پس یہ نمونے ہیں جو ہم نے قائم کرنے ہیں۔ نئے بیعت کرنے والوں کی بعض اَور مثالیں بھی میں دیتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرائطِ بیعت میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آپ سے تعلق محبت اور اخوت تمام دنیوی تعلقوں سے بڑھ کر ہو گا۔ (ماخوذ از مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 160 مطبوعہ ربوہ) جب موقع ملے تو آج بھی دور دراز بیٹھے ہوئے لوگ اس کا اظہار کرتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ رشین ممالک میں بیعت کرنے والے احباب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے ایمان اور اخلاص میں غیر معمولی طور پر آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان میں سے چند ایک گزشتہ سال قادیان کے جلسہ میں بھی شامل ہوئے اور واپس آنے کے بعد، اپنے ملک پہنچنے کے بعد جو اپنے تاثرات انہوں نے بھجوائے اُن میں سے ایک صاحب نے لکھا کہ: اس مبارک جگہ کے بارے میں کتب میں پڑھا اور ٹی وی پر دیکھا تھا لیکن جب ہمارے قدم اس زمین پر پڑے تو وہی ماحول جو مسیح موعود علیہ السلام کے وقت تھا ہم پر بھی طاری ہو گیا۔ یہاں پر سانس لینا بہت آسان تھا اور آدمی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ حتی کہ اس کے خیالات تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ ہم نے وہاں دیکھا اور محسوس کیا اس کو الفاظ میں ڈھالنا مشکل ہے۔

پھر ایک دوست نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے قادیان جانے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مہدی آخر الزمان کو سلام پہنچانے کی توفیق ملی۔ مَیں نے پہلی مرتبہ احمدیہ مسجد سے اذان کی آواز سنی، کیونکہ وہاں روس میں بھی پابندیاں ہیں، مسجد میں اذان نہیں دے سکتے۔ میں نے اپنا سامان جلدی سے رکھا اور وضو کرتے ہوئے یہ سوچتے سوچتے مسجد پہنچا کہ یہ مسیح موعود کی مسجد ہے اور دو رکعت نماز ادا کر کے ایک احمدی بھائی سے پوچھا کہ کیا یہ امام مہدی علیہ السلام کی ہی مسجد ہے؟ تو اُس نے کہا نہیں، یہ مسجد دار الانوار ہے۔ اس پر مَیں کچھ غمگین سا ہو کر اپنے بھائیوں کی طرف گیا اور اُن کو بتایا۔ بہر حال ہم نے فجر کی نماز اُسی مسجد میں ادا کی اور پھر ہم امام مہدی علیہ السلام کے مزار پر گئے اور دعا کی۔ اُس وقت میں اللہ کے حضور شکر کے ایسے جذبات سے بھرا ہوا تھا کہ جن کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد ہم قادیان میں ہر طرف گھومے۔ امام مہدی کی مسجد بیت الفکر، بیت الدعا، وہ گھر جہاں امام مہدی علیہ السلام پیدا ہوئے اور رہے، جہاں انہوں نے روزے رکھے، اور مسجد نور بھی گئے۔ ان جگہوں پر دعا کی توفیق ملی اور ایسی حالت طاری ہوئی جو ناقابلِ بیان ہے۔ ایسے لگا جیسے دماغ چکرا گیا ہو۔ ہم تمام اہم جگہوں پر گئے اور میں اس وجہ سے اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں۔

پس یہ لوگ ہیں جو دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جن کو یہ موقع نہیں ملا کہ قادیان جا سکیں۔ لیکن یہ لوگ بھی اخلاص و وفا سے پُر ہیں جن لوگوں کے خطوط آتے ہیں اور حیرت ہوتی ہے ان کی وفا اور اخلاص کو دیکھ کر۔ اپنی دنیاوی ضروریات سے زیادہ اپنی روحانیت کی فکر ان میں ہے۔ مَیں گزشتہ دنوں میں جب سنگاپور گیا ہوں، وہاں انڈونیشیا سے بھی بہت سارے لوگ آئے ہوئے تھے اور بڑا لمبا سفر کر کے آئے تھے۔ بعض غریب لوگ ایسے بھی آئے تھے کہ جن کے پاس کرائے کے پیسے نہیں تھے تو اگر اُن کی تھوڑی سی کوئی جائیداد زمین یا جگہ تھی، تو وہ بیچ کر انہوں نے کرایہ پورا کیا اور سنگاپور پہنچے ہوئے تھے۔ اور جب بھی انہوں نے کوئی دعا کے لئے کہا، تو یہ نہیں تھا کہ دنیاوی ضروریات پوری ہوں، بلکہ یہ تھا کہ ہمارے بچے دین پر قائم رہیں اور جس انعام کو ہم نے پا لیا ہے یہ ہم سے ضائع نہ ہو۔ یہ عورتوں کے بھی جذبات تھے اور مَردوں کے بھی۔ پھر خلافت سے محبت بے انتہا تھی۔ وہی محبت و اخوت کا اظہار تھا جو محض لِلّٰہ تھا۔

پھر ایک اور مثال پیش کرتا ہوں جو دین کو دنیا پر مقدم کرنا بھی ہے اور عَقدِ اخوت کا اظہار بھی ہے۔ فرانس سے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک نومبائع عبدالعزیز صاحب پچھلے تین چار ماہ سے ملازمت کی تلاش میں تھے۔ اسی دوران جب ان کو بتایا گیا کہ ماہِ جون کے آخر میں جلسہ سالانہ جرمنی منعقد ہو گا جس میں بتایا کہ خلیفۃ المسیح نے بھی شامل ہونا ہے تو کہنے لگے کہ وہ ہر قیمت پر اس جلسہ میں شامل ہوں گے اور اُن کی بڑی خواہش ہے کہ خلیفۃ المسیح سے ملاقات ہو۔ بہر حال کہتے ہیں 2رجون کو جب ان سے جرمنی جانے کے لئے دوبارہ رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ آج ہی ایک ملازمت ملی ہے۔ اگر وہ شروع ہی میں چار غیر حاضریاں کریں گے تو اس بات کا غالب امکان ہے کہ ان کو نوکری سے فوری جواب مل جائے گا۔ اب یہ نومبائع ہیں اور حالات جو دنیا کے آجکل ہیں، خاص طور پر یورپ میں، وہ ایسے ہیں کہ نوکری مشکل سے ملتی ہے۔ لاکھوں لوگ بے روزگار ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے کہا کہ وہ ہر حال میں جلسہ سالانہ پر جائیں گے۔ اگر نوکری جاتی ہے تو جائے، مَیں تو خلیفۃ المسیح سے ملاقات کے لئے ضرور جاؤں گا۔ الحمد للہ انہوں نے جلسہ میں شرکت کی اور پھر جو دستی بیعت تھی اُس میں بھی شامل ہوئے۔

پھر مالی سے ہمارے مبلغ لکھتے ہیں کہ ہماری ریجن کے ایک نومبائع آدم کلو بالی صاحب ایک کمپنی میں ملازم ہیں۔ ایک دن انہیں خدام الاحمدیہ کی میٹنگ کے لئے بلایا گیا۔ عین اُسی وقت اُن کی کمپنی کی بھی بہت اہم میٹنگ تھی اور اس میٹنگ کی نوعیت اس قسم کی تھی کہ اگر وہ اس میں شامل نہ ہوتے تو نوکری سے بھی نکالا جا سکتا تھا مگر وہ اس کی پرواہ کئے بغیر جماعتی میٹنگ میں شامل ہوئے اور جماعتی میٹنگ کے اختتام پر جب وہ کمپنی کی میٹنگ کیلئے گئے تو اُس وقت بہت دیر ہو چکی تھی اور یہی گمان تھا کہ کمپنی کا مالک بہت سخت ناراض ہو گا۔ مگر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے اس خادمِ

احمدیت پر بجائے ناراض ہونے کے اُن کا مالک اُن کے کام سے بہت خوش ہوا اور انعام کے طور پر اُن کو ایک موٹر سائیکل بھی دی۔ اس نومبائع کا اس بات پر پختہ ایمان ہے کہ یہ انعام انہیں احمدیت کی برکت کی وجہ سے ملا ہے۔ پس ان کا اخلاص ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا انہوں نے عہد نبھایا اور اللہ تعالیٰ نے بھی پھر ان کو نوازا۔ یہاں بھی مجھے جلسہ پر بعض لوگ ملے ہیں ایک دو کو تو میں جانتا ہوں جو فجی کے تھے۔ نئی نئی نوکریاں تھی لیکن چھوڑ کے آ گئے اور جلسہ میں شامل ہوئے لیکن بہت سے ایسے بھی یہاں ہیں جنہوں نے اپنے کاموں کی وجہ سے یا کسی وجہ سے، حالانکہ نوکری کا مسئلہ نہیں تھا، جلسہ میں شمولیت اختیار نہیں کی۔ جبکہ اُن کو چاہئے تھا کہ جلسہ میں ضرور شامل ہوتے۔

پھر ایک دور دراز ملک کے رہنے والے کے اخلاص کی ایک اور مثال دیکھیں کہ دین کا علم حاصل کرنے کی اُن میں کیا تڑپ تھی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر کیسا فضل فرمایا۔ آئیوری کوسٹ سے عمر سنگارے صاحب ہیں، کہتے ہیں کہ احمدی ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے قبولیتِ دعا اور امام مہدی علیہ السلام کی صداقت کے بہت سے نشانات دکھائے اور ہر روز دکھا رہا ہے جس سے میرے ایمان میں ترقی ہو رہی ہے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ناں کہ میری بعثت کا مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو۔ کہتے ہیں جلسہ سالانہ آئیوری کوسٹ کے ایام قریب تھے اور میری مالی حالت ایسی تھی کہ جلسہ میں شامل ہونے کے لئے زادِ راہ پاس نہیں تھا۔ کرایہ وغیرہ نہیں تھا۔ میں نے دعا کی کہ اے اللہ! تیرے مہدی سچے ہیں اور مجھے اُن کے قائم کردہ جلسہ میں جانا ہے۔ اُن کی صداقت کے نشان کے طور پر اپنی جناب سے میرے لئے زادِ راہ مہیا فرما۔ یہ دعا کی انہوں نے۔ اب ان لوگوں کو دیکھیں جنہیں جلسہ کی اہمیت کا اندازہ ہے۔ اور ہر ایک اپنا بھی جائزہ لے۔ کہتے ہیں اگلے روز ایک غیر از جماعت دوست نے مجھ سے جلسہ پر جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مَیں نے جلسہ پر جانے والے قافلہ کی انتظامیہ کو اپنا اور اُس دوست کا نام لکھوا دیا۔ جلسہ پر جانے میں دو روز رہ گئے تھے لیکن ابھی جلسہ پر جانے کا کوئی انتظام نہ ہوا تھا۔ کرایہ پاس نہ تھا۔ کہتے ہیں مَیں نے دعا جاری رکھی۔ اسی دوران مجھے قریبی ایک گاؤں میں جانا پڑ گیا۔ وہاں ایک شخص مجھے ملا اور کہنے لگا کہ میں تو کل سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں اور اُس نے میرے ہاتھ میں بیس ہزار فرانک تھما دیئے اور یہ کہا کہ یہ آپ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُس دوسرے شخص کے دل میں ڈالا کہ تم اُس کو پیسے دو۔ کہتے ہیں مَیں نے رقم لے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس رقم سے میں نے سولہ ہزار فرانک دو افراد کا کرایہ ادا کر دیا اور چار ہزار سفر کے لئے رکھ لیا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل یقیناً اُن کے ایمان میں اضافے کا باعث بنتا ہے جیسا کہ انہوں نے خود بھی لکھا ہے۔ بیعت کے بعد وہ تبدیلی پیدا ہوئی جس نے دنیا کی بجائے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے پر اُن کو مائل کیا۔ کسی انسان کے پاس نہیں گئے بلکہ دعا میں لگے رہے کہ اللہ تعالیٰ انتظام کر دے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول بھی کی اور اُن کی خواہش کو پورا فرمایا۔

پس ایسے ایسے ایمان سے پُر لوگوں کے دل میں کس طرح شبہات پیدا کئے جا سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ احمدیت جھوٹی ہے یا خدا تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یقیناً یہ لوگ ایمان میں مزید پختہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور یہی باتیں جب اپنی نسلوں کو بتائیں گے تو اُن کے ایمان میں ترقی ہو گی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احمدیوں کو فرمایا کہ پاک تبدیلیاں پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے حکموں پر عمل کرو تو تبھی تمہارے ایمان کا صحیح پتہ لگے گا۔

اب یورپ میں رہنے والی ایک لڑکی کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنے ایمان کو سلامت رکھنے کی کوشش میں کامیابی عطا فرمائی اور انعامات سے نوازا۔

سوئٹزرلینڈ کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ جماعت کی ایک نوجوان بچی تھی جو پروفیشنل تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ اُس کے لئے اُسے دو دن کالج جانا پڑتا تھا جبکہ ہفتے میں تین دن ایک فرم میں کام سیکھنا ہوتا تھا۔ وہ بچی اس فرم میں اکیلی مسلمان تھی۔ فرم نے اُسے نماز پڑھنے کی سہولت مہیا کی ہوئی تھی۔ جب اُس نے اس فرم میں کورس شروع کیا تو اچانک فرم کو غیر معمولی منافع ہونے لگا اور فرم کو نئے گاہک ملنے لگے۔ نہایت مختصر عرصے میں فرم کی دو نئی بلڈنگز اور کئی نئے ورکرز ہائر (Hire) کرنا پڑے۔ جس کالج میں بچی جاتی تھی، وہاں سپورٹس کا ایک پیریڈ ہوتا تھا اور سوئمنگ سپورٹس کا ایک حصہ تھی۔ بچی کو سپورٹس کے پیریڈ میں سوئمنگ میں حصہ لینے کے لئے زور دیا گیا۔ بچی نے انکار کر دیا کہ لڑکوں کے ساتھ سوئمنگ میں نہیں کرسکتی۔ ہاں علیحدہ ہو تو اور بات ہے۔ کالج کی انتظامیہ کی طرف سے پھر دباؤ پڑا۔ لیکن اس نے مطالبہ نہیں مانا، ردّ کر دیا۔ سکول نے اُس فرم میں شکایت کی۔ فرم کی طرف سے بھی بچی کو دباؤ پڑا کہ یہ کالج کی تعلیم کا حصہ ہے اور اگر تم نہیں کرو گی تو نوکری سے نکال دیں گے۔ لیکن بچی جو تھی اپنے ایمان پر قائم رہی اور اُس نے کہا ٹھیک ہے جو مرضی کرو، لڑکوں کے ساتھ میں سوئمنگ نہیں کرسکتی۔ بہرحال ان کا رویہ سخت ہوتا گیا اور بچی نے خود ہی تنگ آ کر فرم کو نوٹس بھیج دیا اور اپنا کورس جاری نہیں رکھ سکی۔ فرم کو چھوڑ کر اس نے پرائیویٹ کالج میں داخلہ لے لیا اور جب اس نے فرم چھوڑی تو اللہ تعالیٰ نے بھی عجیب قدرت کا نمونہ دکھایا کہ فرم کو جو فائدہ ہونا شروع ہوا تھا وہ نقصان ہونے لگا اور کام آہستہ آہستہ بالکل ختم ہوتا چلا گیا۔ لوگوں کو فارغ کرنا پڑا۔ آخر جب اس نقصان کی وجوہات معلوم کرنے کیلئے میٹنگ بلائی گئی تو فرم کے ایم ڈی نے برملا اس بات کا اقرار کیا کہ ان کو کسی معصوم کی بددعا لگی ہے۔ اس فرم میں سے کسی نے اس بچی کو اس بارے میں ای میل کے ذریعہ بتایا اور لکھا کہ جب تم نے ہماری فرم کو چھوڑا تو چند دن تک تو تم ہماری فرم میں لوگوں کی گفتگو کا موضوع رہی اور پھر اس کے بعد کبھی تمہارا ذکر نہیں ہوا۔ اب جب سے ایم ڈی نے یہ کہا ہے کہ ہماری فرم کو کسی معصوم کی بددعا لگی ہے تو تم پھر گفتگو کا موضوع بن گئی ہو اور سب کا یہی خیال ہے کہ وہ معصوم تم ہی ہو جس کے ساتھ فرم نے زیادتی کی تھی۔ وہ عورت جو اس کی مینیجر تھی، جس نے بچی کو بہت زیادہ تنگ کیا تھا، اُس کو فرم نے اُس عہدے سے برطرف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور یہ بچی پرائیویٹ کالج میں پڑھی اور اچھے نمبروں سے پاس ہوئی اور اپنا کورس مکمل کر لیا، اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ اس نے خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھا۔ سب کچھ جو دنیاوی خواہش تھی اُس کی، وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی۔ پس ہماری بچیوں کے لئے بھی اس میں ایک سبق ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھیں تو اللہ تعالیٰ فضل فرماتا رہتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہاں کی ہر چیز کو اپنایا جائے کہ جو کسی نے کہہ دیا اُس پر عمل کرنا ہے۔ نوجوانوں کو یاد رکھنا چاہئے جو ان کی اچھائیاں ہیں، وہ لیں۔ جو ان کی برائیاں ہیں، اُن سے بچنے کی کوشش کریں۔ سوئمنگ کرنا بچوں کے لئے، لڑکیوں کے لئے منع نہیں ہے، ضرور کریں لیکن لڑکیاں لڑکیوں میں سوئمنگ کریں اور یہ اچھی بات ہے تیراکی تو ہر ایک کو آنی چاہئے۔ یہ جو آجکل سوئمنگ کی تربیت دینے کا زور پڑ گیا ہے۔ ہماری دادی مجھے بتایا کرتی تھیں کہ اُس زمانے میں جب سوئمنگ پول تو نہیں ہوتے تھے، نہروں پر جا کر سوئمنگ کی جاتی تھی اور وہ بڑی اچھی تیراک تھیں۔ سو سال سے زیادہ پرانی بات ہے، اُس وقت بھی تیراکی کیا کرتی تھیں اور بڑی اچھی اَپ سٹریم (up stream) تیراکی کرتی تھیں۔ تو ہماری عورتیں بھی تیرتی ہیں اور تیرنا آنا چاہئے، سوئمنگ کرنی چاہئے لیکن ایسا انتظام یہاں انتظامیہ سے رابطہ کر کے کروائیں کہ لڑکیوں کے وقت میں صرف لڑکیاں ہوں اور یہ ہو جاتا ہے۔ یورپ میں مَیں نے کئی جگہ اس طرح دیکھا ہے جب کوشش کی تو ہو گیا۔

ایک مخلص دوست سعید کاکو صاحب کو غانا میں خراجِ تحسین پیش کیا گیا جو اس وقت ہائی کورٹ کے ہمارے ایک جج ہیں، ان کو اپیل کورٹ کا جج بنایا گیا ہے۔ غانا بار ایسوسی ایشن نے ان کے اعزاز میں ایک سائٹیشن (citation) پیش کی۔ اس میں لکھا کہ اگرچہ آپ انسان ہیں جس سے غلطی ہونا لازمی ہے مگر آپ نے کسی قسم کی کرپشن نہیں کی۔ فیصلہ کرنے کے بعد آپ شکریہ کا تحفہ لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ آپ کی شخصیت میں کرپشن کا مادّہ ہرگز نہیں پایا جاتا۔ غانا بار ایسوسی ایشن نے آپ کو ایماندار، محنتی اور اِنکرپٹ ایبل (incorruptible) جج یعنی ایسا جج جو کرپٹ نہیں کیا جا سکتا، قرار دیا ہے۔ یہ انقلاب ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کر اور اس کی حقیقت کو سمجھنے والوں میں آتا ہے۔ اب پاکستان میں جج دیکھیں، ایک فیصلہ کرتے ہیں، اُس کے بعد مولویوں سے ڈر کے اُسے بدل دیتے ہیں۔ کئی فیصلے جماعت کے حق میں ایسے ہوئے، ہائی کورٹ نے، سپریم کورٹ نے مظلوموں کے حق میں فیصلہ کیا اور پھر بدل دیا۔ پس یہ اعزاز بھی آج جماعت احمدیہ کو حاصل ہے اور ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ یہ اعزاز حاصل رہے کہ کوئی اُن پر انگلی نہ اُٹھا سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرائطِ بیعت میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اپنی خداداد صلاحیتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچاؤ۔ غیروں کی طرف سے اس کا اظہار کس طرح ہوتا ہے، اس کا مَیں ایک نمونہ پیش کرتا ہوں۔

صدر مملکت سیرالیون نے جماعت احمدیہ سیرالیون کے باونویں ((52 جلسہ سالانہ کے موقع

پر اپنے خطاب میں کہا کہ میں بہت خوش ہوں کہ میں جماعت احمدیہ ہی نہیں بلکہ اپنی قوم کے ایک اہم پروگرام میں حاضر ہوں۔ میں یہاں جماعت احمدیہ کی ملک وقوم کی ترقی کے لئے خدمات کی قدردانی کرنے اور خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے آیا ہوں اور بحیثیت صدرِ مملکت یہ بھی بتانے آیا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی گورنمنٹ اور سیرالیون کی عوام کے دل میں کتنی عزت اور احترام ہے۔ جماعت احمدیہ کا ماٹو Love for all اور Hatred for none ہے جس کا جماعت احمدیہ کئی سالوں سے صرف زبان سے ہی دعویٰ نہیں کر رہی بلکہ اس کی عملی تصویر بھی دکھا رہی ہے۔ یہ جماعت احمدیہ کا میرے لوگوں سے پیار ہی تو ہے کہ عوام کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے ملک کے ہر کونے میں سکول کھول رکھے ہیں اور بلا امتیاز ملت و مذہب ہمارے لوگ جماعت کے سکولوں سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اور Hatred for none کا یہ عملی نمونہ ہے کہ جماعت نے لوگوں کی صحت کی حفاظت کے لئے ہسپتال کھول رہے ہیں اور ہر قسم کے لوگ بلا امتیاز ہسپتالوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ جماعت کے وسیع حوصلے کا ثبوت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب کو آپ کے شانہ بشانہ چلنا چاہئے اور ان مقاصد میں آپ کی معاونت کرنی چاہئے۔ مَیں بحیثیت صدرِ مملکت یہاں آیا ہوں کہ آپ کی ان خدمات پر مبارکباد پیش کرسکوں اور بتا سکوں کہ آپ کی دیرینہ خدمات پر مَیں اور میرے ملک کے لوگ خوش ہیں اور ہم جماعت احمدیہ کے ممنون ہیں۔

اب عربوں میں سے تیل کے پیسے والے تو یہاں آئے نہیں لیکن جماعت کا جب یہ اثر و رسوخ بڑھ رہا ہے اس کو دیکھ کر اب بعض حکومتوں کے نمائندے وہاں جانے شروع ہوئے ہیں کہ ہم تمہارے لئے سکول بھی کھولیں گے اور ہسپتال بھی کھولیں گے اور کالج بھی کھولیں گے اور پھر مدد بھی دیں گے۔ بہر حال اللہ کرے کہ ان لوگوں کی انصاف کی آنکھ جو ہے وہ کھلی رہے اور کبھی بے انصافی نہ کریں۔

پھر قال اللہ اور قال الرسول پر عمل کرنے کے اظہار پر غیروں کی طرف سے تبصرہ اس طرح ہے۔ سیرالیون پیپلز پارٹی کے سابق نیشنل چیئرمین الحاج نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کے باونویں جلسہ سالانہ کے انعقاد پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مَیں جلسہ سالانہ یوکے میں بھی کافی دفعہ شرکت کر چکا ہوں۔ اور وہاں لوگوں کی اعلیٰ کوالٹیز (qualities) اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہونے سے بھی آگاہ ہوں۔ ان باتوں سے جو میں نے اندازہ لگایا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا مستقبل جماعت احمدیہ ہی کے ذریعہ روشن ہوگا اور اس بات کا ثبوت ہم دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم جماعت احمدیہ میں شامل نہیں ہو سکتے تو اپنی کم علمی کی وجہ سے جماعت کی ترقی اور تعلیمات کے بارے میں اپنے غلط خیالات کا اظہار تو نہ کریں۔ اس جلسہ کا تھیم (Theme) اور جلسہ گاہ میں لگائے ہوئے پوسٹرز کو دیکھیں تو ان عبارات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرتا ہے تو وہ جماعت احمدیہ کے ہی افراد ہیں۔ مَیں اس بات کا برملا اظہار کروں گا کہ جو بھی جلسہ سالانہ میں شامل ہوگا وہ اس بات کا اظہار کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ اسلام کا روشن مستقبل صرف جماعت احمدیہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ پس یہ ہے حسن جماعت احمدیہ کا اور یہ ہونا چاہئے کہ غیر بھی اقرار کریں کہ حقیقی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کے اُسوہ پر عمل کرنے کی کوشش احمدی کرتے ہیں۔

سپین سے عائشہ بوتر ساس صاحبہ کہتی ہیں، مجھے انہوں نے خط لکھا ہے کہ مَیں اپنے احمدی خاوند کے ساتھ اپنے سسرال کے ساتھ رہتی ہوں جو سب غیر احمدی ہیں۔ وہ آپس میں بیٹھے ہوئے مجلس میں جب چغلی کرتے ہیں تو مجھے بڑا دُکھ ہوتا ہے اور میں اُن میں بیٹھنا پسند نہیں کرتی۔ اسی طرح جب سے میں نے بیعت کی ہے، مردوں سے ہاتھ ملانا چھوڑ دیا ہے اور غیر مردوں کی مجلس میں بیٹھنا بھی ترک کر دیا ہے۔ یہ بات اُنہیں بری لگتی ہے اور مجھ سے ناروا سلوک کرتے ہیں اور حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں مردوں سے مصافحہ کی مناہی ہو۔ ہم دونوں میاں بیوی ان حالات میں صبر سے گزارہ کر رہے ہیں۔ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اپنا الگ مکان عطا فرمائے جہاں آزادی سے امام الزمان علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کرسکیں۔

پس یہ تبدیلی ہے جو اُن لوگوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ اب کسی احمدی کو، کسی لڑکی کو کسی بات میں کومپلیکس (complex) میں نہیں آنا چاہئے کہ مَردوں میں بعض دفعہ ہمیں سلام کرنا پڑ جاتا ہے۔ کوئی ضرورت نہیں سلام کرنے کی۔ جب مَردوں سے ہاتھ ملانا منع ہے تو اُس کی پابندی ہونی چاہئے۔ اسی طرح مَردوں کو بھی کوشش یہی کرنی چاہئے کہ عورتوں سے ہاتھ نہ ملائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنا ہے تو پھر ہر چھوٹے سے چھوٹے حکم پر بھی، جو بظاہر چھوٹا لگے، عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پھر گوداوری جگہ کے ایک مبلغ صاحب لکھتے ہیں، یہ غالباً انڈیا کے ہیں۔ جماعت احمدیہ چٹیالہ میں غیر احمدی علماء اور چند شر پسندوں نے مشن ہاؤس پر حملہ کیا اور مسجد پر قبضہ کر لیا جس کو جماعت احمدیہ نے آباد کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس مسجد میں امامت ہم کریں گے، لیکن آپ لوگ مسجد میں آ کر نماز پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے احباب کے دل میں سلسلہ کے لئے ایسی غیرت رکھی ہے کہ کسی بھی فرد نے اُن کا مقتدی ہونا پسند نہیں کیا۔ اور ہر ایک نے اُن کے پیچھے نماز ادا کرنے سے انکار کر دیا اور احمدیت پر ثابت قدم رہے۔ پس یہ ایک مثال ہے دینی غیرت کی کہ ایسے لوگ جو زمانے کے امام کو نہیں مانتے، اُس امام کو نہیں مانتے جس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آیا ہے تو پھر ایسے شخص کے پیچھے ہم کس طرح نماز پڑھ لیں۔ ایسے شخص کو کس طرح امام بنالیں جو زمانے کے امام کا انکاری ہو۔ ہم نے بندوں کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ اور اس بارے میں بھی احتیاط کرنی چاہئے۔ خوش قسمت ہیں وہ جو بیعت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور جنہوں نے پاک تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کی ہیں اور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک بیعت کا حق ادا کرنے والا بن جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درد کو جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کے لئے آپ علیہ السلام کے دل میں تھا، اُسے سمجھنے والا ہمیں بنادے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''مَیں خوب جانتا ہوں کہ ان باتوں کا کسی کے دل میں پہنچا دینا میرا کام نہیں اور نہ ہی میرے پاس کوئی ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ سے میں اپنی بات کسی کے دل میں بٹھا دوں''۔ پھر فرماتے ہیں: ''ہزارہا انسان ہیں جنہوں نے محبت اور اخلاص میں تو بڑی ترقی کی ہے، مگر بعض اوقات پرانی عادات یا بشریت کی کمزوری کی وجہ سے دنیا کے امور میں ایسا وافر حصہ لیتے ہیں کہ پھر دین کی طرف سے غفلت ہو جاتی ہے''۔ فرمایا کہ ایسے لوگ ہیں جو محبت اور اخلاص میں بہت بڑھے ہوئے ہیں، لیکن بعض کمزوریاں دکھا جاتے ہیں۔ اُن کمزوریوں کو بھی دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ فرمایا: ''ہمارا مطلب یہ ہے کہ بالکل ایسے پاک اور بے لوث ہو جاویں کہ دین کے سامنے امور دنیوی کی حقیقت نہ سمجھیں اور قسما قسم کی غفلتیں جو خدا سے دُوری اور مہجوری کا باعث ہوتی ہیں، وہ دور ہو جاویں۔ جب تک یہ بات پیدا نہ ہو، اُس وقت تک حالت خطرناک ہے اور قابلِ اطمینان نہیں''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 605۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس ہمیں خاص طور پر اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے، اپنی حالتوں کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ❁❁❁

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورہ آسٹریلیا 2013ء

احمدیہ سینٹر میلبورن کا افتتاح۔ میلبورن سے پہلی مرتبہ خطبہ جمعہ کی براہ راست عالمی نشریات۔ میلبورن میں تقریب استقبالیہ میں مختلف سیاسی وسماجی، حکومتی اور سول ڈیپارٹمنٹس اور مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے مہمانوں کی شرکت۔ بعض معزز مہمانوں کے ایڈریسز۔ جماعت احمدیہ کی امن پسندی اور دنیا میں قیام امن کی کوششوں پر خراج تحسین

آسٹریلیا بھی دنیا کے اہم ممالک میں سے ایک ہے اس لئے انہیں چاہئے کہ اس موجودہ بدامنی اور ناانصافی کی فضا کو امن اور مفاہمت کے ماحول میں تبدیل کرنے کے لئے اپنے اپنے کردار ادا کریں۔ عالمی بدامنی اور فساد کے حالات کا تجزیہ اور قرآنی تعلیم کی روشنی میں انصاف اور برابری کی سطح پر امن اور مفاہمت کے قیام کے لئے اہم نصائح۔

(حضور انور ایدہ اللہ کا تقریب استقبالیہ میں خطاب)

❁ ... 'حضور کا خطاب بہت متاثر کُن تھا'۔ ❁ ... 'اس خطاب نے تو مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے'۔ ❁ ... 'حضور انور ایک عالمی شخصیت ہیں جو ساری دنیا میں امن کی تعلیم عام کر رہے ہیں'۔ ❁ ... 'خلیفۃ المسیح کا خطاب ایک مکمل پیغام تھا۔ ہم سب کو اس پر عمل کرنا چاہئے اور اپنے دلوں میں سجا لینا چاہئے'۔ ❁ ... 'حضور کا خطاب انتہائی نپا تُلا، متوازن، منصفانہ اور حقیقت پر مبنی تھا'۔ ❁ ... ایک مذہبی لیڈر کو اتنا خوبصورت اور عظیم پیغام دیتے دیکھ کر ایسا لگا ہے کہ آسٹریلیا میں تازہ ہوا کا ایک جھونکا آیا ہے۔ ❁ ... ''عزت مآب امن کے شہزادے ہیں'۔ (تقریب میں شامل مہمانوں کے تاثرات)

Royal Botanic Gardens اور ماؤنٹ Dandenong کی سیر۔ واقفین نو بچوں اور واقفات نو بچیوں کی حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ الگ الگ کلاسز کا انعقاد اور مجلس سوال وجواب۔ حضور انور کی واقفین بچوں اور بچیوں کو اہم نصائح۔

(رپورٹ مرتبہ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

قسط: ۹

11 اکتوبر بروز جمعۃ المبارک 2013ء

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح ساڑھے پانچ بجے تشریف لاکر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

صبح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔ آج جمعۃ المبارک کا دن تھا اور آسٹریلیا کے شہر میلبورن سے خلیفۃ المسیح کا یہ پہلا ایسا خطبہ تھا جو MTA کے ذریعہ براہ راست ساری دنیا میں دیکھا اور سنا جا رہا تھا۔ اس سے قبل میلبورن سے کبھی بھی MTA کی Live نشریات نہیں ہوئیں۔ اور نہ ہی آج سے قبل کبھی خلیفۃ المسیح نے یہاں کوئی خطبہ جمعہ یا خطاب ارشاد فرمایا۔

احمدیہ سینٹر میلبورن کا افتتاح

آج ''احمدیہ سینٹر میلبورن'' کے افتتاح کا دن بھی تھا۔ ایک بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشریف لاکر بیرونی دیوار پر لگی ہوئی تختی کی نقاب کشائی فرمائی۔ اور بعد ازاں دعا کروائی۔

خطبہ جمعہ

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مردانہ ہال میں تشریف لے آئے اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا:

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں۔ کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہوگئی ہیں اور عالمِ آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ ومراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ بھروسہ اُس کو دنیوی اسباب پر ہے یہ یقینا بھروسہ ہرگز اُس کو خدا تعالیٰ اور عالمِ آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود کو پایا تھا اور جیسا کہ ضعفِ ایمان کا خاصہ ہے یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہوگئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ اب میرے زمانے میں بھی یہی حالت ہے۔ سو میں بھیجا گیا ہوں تا کہ سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علتِ غائی ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہوگا، بعد اس کے کہ بہت دور ہوگیا تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پس ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم کس حد تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ میں ایمانوں کو قوی کرنے آیا ہوں۔ اُن میں مضبوطی پیدا کرنے آیا ہوں۔ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے ایمان مضبوطی کی طرف بڑھ رہے ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے ثابت ہونے سے، اللہ تعالیٰ پر کامل یقین سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آجکل دنیا میں خدا تعالیٰ پر بھروسے کی نسبت دنیا کے جاہ ومراتب پر بھروسہ بہت زیادہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف نگاہ پڑنے کی بجائے دنیا کی طرف نگاہ زیادہ پڑتی ہے۔ وہ یقین جو خدا تعالیٰ پر ہونا چاہئے، وہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور دنیا والے اور دنیا کی چیزیں زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہیں۔ اگر ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو یہی صورتحال ہمیں نظر آتی ہے۔ لیکن اپنے اردگرد نظر دوڑانا صرف یہ دیکھنے کے لئے نہیں ہونا چاہئے کہ آج دنیا خدا تعالیٰ کی نسبت دنیاوی چیزوں پر زیادہ یقین اور بھروسہ کرتی ہے۔ بلکہ یہ نظر دوڑانا اس لئے ہو کہ ہم اپنے جائزے لیں کہ ہم دنیاوی وسائل پر زیادہ یقین رکھتے ہیں یا خدا تعالیٰ پر؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر ہم بیعت کر کے بھی خدا تعالیٰ کی ہستی کو اُس طرح نہیں پہچان سکے جو اس کے پہچاننے کا حق ہے تو ہماری بیعت بے فائدہ ہے۔ ہمارا اپنے آپ کو احمدی کہلانا کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ اگر آج ہم اپنے دنیاوی مالکوں کو خوش کرنے کی فکر میں ہیں اور یہ فکر خدا تعالیٰ کو خوش کرنے سے زیادہ ہے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا نہیں کر رہے۔ ہم آپ سے کئے گئے عہدِ بیعت کو نہیں نبھا رہے۔ اگر ہم دنیا کے رسم ورواج کو دین کی تعلیم پر ترجیح دے رہے ہیں تو ہمارا احمدی کہلانا صرف نام کا احمدی کہلانا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زبانوں سے تو دعوے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین ہے اور ہم خدا تعالیٰ کو ہی سب سے بالا ہستی سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہماری ہر محبت پر غالب ہے، لیکن عملاً دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ ہمیں چاروں طرف نظر آتا ہے کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلم ہر ایک دنیا کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ دنیا کی لغویات اور بے حیائیوں نے خدا تعالیٰ کی یاد کو بہت پیچھے کر دیا۔ مسلمانوں کو پانچ وقت نمازوں کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کی محبت کی وجہ سے اس کی عبادت کرنے کا حکم ہے، لیکن عملاً

صورتحال اس کے بالکل الٹ ہے۔ ایک احمدی جب اس لحاظ سے دوسروں پر نظر ڈالتا ہے تو اُسے سب سے پہلے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم اپنی نمازوں کو خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی عبادتوں کو کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دعوے کی نفی کر رہے ہیں کہ آپ کے آنے کا مقصد اللہ تعالیٰ پر ایمان قوی کرنا ہے۔ آپ علیہ السلام کے آنے کا مقصد سچائی کے زمانے کو پھر سے لانا ہے۔ آپ علیہ السلام کے آنے کا مقصد آسمان کو زمین کے قریب کرنا ہے یعنی خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرنا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

یقیناً ہمارے ایمان اور اعمال کی کمی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی نفی نہیں ہوتی۔ ہاں ہم اُس فیض سے حصہ لینے والے نہیں ہیں جو آپ کی بعثت سے جاری ہوا ہے۔ ہمارے ایمان لانے کے دعوے بھی صرف زبانی دعوے ہیں۔ پس بجائے اس کے کہ ہر ایک دوسرے پر نظر رکھے کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ اُس کا ایمان کیسا ہے؟ اُس کا عمل کیسا ہے اور اُس میں کیا کمزوری ہے؟ ہر احمدی کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کس حد تک اپنے عہدِ بیعت کو پورا کر رہا ہے۔ کس حد تک آپ علیہ السلام کے مقصد کو پورا کر رہا ہے۔ کس حد تک اعمالِ صالحہ بجا لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ کس حد تک اپنی اخلاقی حالت کو درست کر رہا ہے۔ کس حد تک اپنے اس عہد کو پورا کر رہا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے دس شرائطِ بیعت رکھی ہیں کہ اگر تم میری جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہو یا حقیقی طور پر شامل ہونے والے کہلانا چاہتے ہو تو مجھ سے پختہ تعلق رکھنا ہوگا۔ اور یہ اُس وقت ہوگا جب ان شرائطِ بیعت پر پورا اترو گے۔ ان کی جگالی کرتے رہو تا کہ تمہارے ایمان بھی قوی ہوں اور تمہاری اخلاقی حالتیں بھی ترقی کرنے والی ہوں اور ترقی کی طرف قدم بڑھانے والی ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں مختلف مواقع پر بڑی شدت اور درد سے نصیحت فرمائی ہے کہ تم جو میری طرف منسوب ہوتے ہو، میری بیعت میں آنے کا اعلان کرتے ہو اگر احمدی کہلانے کے بعد تمہارے اندر نمایاں تبدیلیاں پیدا نہیں ہوتیں تو تم میں اور غیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری نیکیوں کے معیار اُس سطح تک بلند ہوں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ مت خیال کرو کہ بیعت کر لینے سے ہی خدا تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔ یہ تو صرف پوست ہے مغز تو اس کے اندر ہے۔ اکثر قانون قدرت یہی ہے کہ ایک چھلکا ہوتا ہے اور مغز اس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔ مغز ہی لیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مغز رہتا ہی نہیں اور مرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح جن میں نہ زردی ہوتی ہے نہ سفیدی، جو کسی کام نہیں آسکتے اور ردّی کی طرح پھینک دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح پر وہ انسان جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اگر ان دونوں باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا (یعنی بیعت اور ایمان کی حقیقت نہیں پتہ اور عمل اس کے مطابق نہیں) تو اُسے ڈرنا چاہئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ اُس ہوائی انڈے کی طرح ذرا سی چوٹ سے چکنا چور ہو کر پھینک دیا جائے گا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آج بھی ایسے مخلص اللہ تعالیٰ عطا فرما رہا ہے جو بیعت کرنے کے بعد پاک تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کرتے ہیں اور غیر بھی اُن کی اس پاک تبدیلی کے معترف ہیں۔ بورکینا فاسو کے ہمارے ایک مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ دورے پر ایک جگہ جس کا نام 'دینیہ' (DENIA) ہے گئے۔ یہ جماعت مالی کے بارڈر پر ہے اور یہاں جماعت کی کافی مخالفت ہے کیونکہ وہاں بھی وہابیوں کا زور ہے۔ مبلغ صاحب کہتے ہیں وہاں کی ایک مسجد کے امام وِدرا گو یعقوبو صاحب نے مجھے بتایا کہ باوجود مخالفت کے ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اس گاؤں میں تین بہترین مسلمان ہیں اور وہ تینوں ہمارے لئے نمونہ ہیں اور اُن تینوں کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ یہ غیر احمدیوں کی مسجد کے امام ہیں لیکن ان میں کم از کم اتنی سچائی ہے کہ پاکستانی مولویوں کی طرح نہیں کہ حقیقت کو ہی نہ مانیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس جو بیعت کی حقیقت کو سمجھ کر بیعت کرتے ہیں، وہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جاتے ہیں اور یہ نمونہ ہی ہے جو پھر آگے تبلیغ کے میدان کھولتا ہے۔ اگر تبلیغی میدان بڑھانا ہے تو ہم میں سے ہر ایک کو، جو کہیں بھی رہتا ہے، اس ملک کے ہر کونے میں اپنے نمونے ایسے قائم کرنے ہوں گے کہ لوگوں کی آپ کی طرف توجہ پیدا ہوتا کہ اُس کے نتیجہ میں پھر تبلیغ کے میدان کھلیں۔ پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اُن اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جن کی آپ نے ہم سے توقع فرمائی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گزشتہ دنوں میں جب سنگاپور گیا ہوں وہاں انڈونیشیا سے بھی بہت سارے آئے ہوئے تھے اور بڑا لمبا سفر کر کے آئے تھے۔ ایسے بھی بعض غریب لوگ آئے تھے کہ جن کے پاس کرائے کے پیسے نہیں تھے تو اگر اُن کی تھوڑی سی کوئی زمین، جائیداد یا جگہ تھی تو وہ بیچ کر انہوں نے کرایہ پورا کیا اور سنگاپور پہنچے ہوئے تھے۔ اور جب بھی انہوں نے کوئی دعا کے لئے کہا تو صرف یہ نہیں تھا کہ دنیاوی ضروریات پوری کر لیں بلکہ یہ تھا کہ ہمارے بچے دین پر قائم رہیں اور جس انعام کو ہم نے پا لیا ہے یہ ہم سے ضائع نہ ہو۔ یہ عورتوں کے بھی جذبات تھے اور مردوں کے بھی۔ پھر خلافت سے محبت بے انتہا تھی۔ وہی محبت واخوت کا اظہار تھا جو محض لِلّٰہ تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ کے آخر میں فرمایا: پس ہمیں خاص طور پر اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے، اپنی حالتوں کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس خطبہ جمعہ کا مکمل متن الفضل انٹرنیشنل کے یکم نومبر 2013ء کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔)

حضور انور کا یہ خطبہ جمعہ دو بجے تک جاری رہا۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز جمعہ و نماز عصر جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی حصّہ میں تشریف لے گئے۔

آج نماز جمعہ میں میلبورن کی جماعت کے علاوہ سڈنی، برزبن، ایڈیلیڈ اور تسمانیہ سے آنے والے احباب بھی شامل ہوئے۔ بعض لوگ دوسری جماعتوں سے بڑے لمبے سفر طے کر کے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے پہنچے تھے۔

میلبورن میں تقریب استقبالیہ

آج جماعت احمدیہ میلبورن نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اعزاز میں "Princess Reception Centre" میں ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ سوا چھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ سے روانہ ہو کر چھ بج کر 55 منٹ پر Reception Centre پہنچے۔ اور ایک میٹنگ روم میں تشریف لے آئے جہاں درج ذیل تین مہمان حضور انور کی آمد اور حضور سے ملاقات کے منتظر تھے۔

1۔ میجر جنرل Paul McLachian (موصوف چیف آف آرمی آسٹریلیا کی نمائندگی میں آئے تھے)۔

2۔ Hon. Anthony Byrne فیڈرل ممبر آف پارلیمنٹ۔

3۔ Sandra Mayer میئر آف سٹی Frankston

ان مہمانوں نے حضور انور سے ملاقات کی اور حضور انور نے ان کا تعارف حاصل کیا اور ان سے مختلف امور پر گفتگو فرمائی۔

آج کی اس اہم تقریب میں قریباً 220 مہمان شامل ہوئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد سے قبل سبھی مہمان ہال میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے۔ سات بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب ہال میں تشریف لائے تو تمام مہمانوں نے کھڑے ہو کر حضور انور کو خوش آمدید کہا۔

آج کی اس تقریب میں شامل ہونے والے مہمانوں میں Hon. Inga Peulich(MP), Hon. Maria Vamvakinov (MP), Hon.Judith Graly (MP), Hon. Luke Donnellan (MP), Hon. Graham Watt (MP), Hon. Jason Wood (MP), Hon. Jude Perera (MP), Hon. Anthony Byrne (MP) ، میئر آف Frankston، میئر آف Casey ، کونسلیٹ جنرل آف پولینڈ، کونسل جنرل آف بیلجیم، کونسل جنرل آف سری لنکا، کونسل جنرل آف صومالیہ، آسٹریلین فیڈرل پولیس کے چار افسران، Kingston, Knox, Cardinia, Casey, Dandenong کے علاقوں کے نو کونسلرز۔

اس کے علاوہ ''آسٹریلین کیتھولک یونیورسٹی اور ''Monash یونیورسٹی'' کے پانچ پروفیسرز، Nossal ہائی سکول کے پرنسپل، مینیجر ریجنل ایمرجنسی مینجمنٹ، سنیئر کوآرڈینیٹر Rmit، ڈیپارٹمنٹ امیگریشن اینڈ سیٹزن شپ کے نمائندے، پریذیڈنٹ (Sporting Shoters DSC Association)۔

درج ذیل الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے جرنلسٹ اور نمائندے:

The Australian, Channel 31, Asia Pacific ABC Radio, ABC، Dandenong Journal کے ایڈیٹر، Channel، چیف آف سٹاف چینل 10، Major، Executive آفیسر انٹر فیتھ کمیشن، Robert Evans، Corps آفیسر (Cranbourne Salvation Army)، Major Leanne Ruthven ڈویژنل سیکرٹری (ایسٹرن وکٹوریہ ڈویژن)، افریقن آسٹریلین کمیونٹی سینٹر کے مینیجر، کمیونٹی ایڈوائزری کمیٹی کے وائس چیئرمین، Ethnic Community Council کے وائس چیئرمین، چیئرمین بورڈ آف ڈائریکٹرز ساؤدرن مائیگرنٹ Resource سینٹر، پریذیڈنٹ وکٹوریہ ڈیئر ایسوسی ایشن۔

اس کے علاوہ مختلف حکومتی اور سول ڈیپارٹمنٹس کے نمائندے، آسٹریلیا میں آباد مختلف کمیونٹیز کے نمائندے، مختلف آرگنائزیشن کے نمائندے، ڈاکٹرز، ٹیچرز، وکلاء۔ پروفیسرز اور زندگی کے دوسرے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے آسٹریلین مہمان شامل تھے۔ آج کی اس تقریب کے پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم منصور احمد درّانی نے کی اور اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ پیش کیا۔

اس کے بعد نیشنل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ میلبورن مکرم صفدر جاوید چوہدری صاحب نے

مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور اپنا تعارفی ایڈریس پیش کیا۔

بعض معزز مہمانوں کے ایڈریسز

بعد ازاں بعض مہمانوں نے اپنے مختصر ایڈریسز پیش کئے۔

❁......**سب سے پہلے Sandra Mayer، میئر آف سٹی Frankston نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا:** بہت شکریہ عزت مآب مرزا مسرور احمد صاحب سربراہ جماعت احمدیہ عالمگیر! مَیں خلیفۃ المسیح کو اپنے خوبصورت ملک آسٹریلیا میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ کو یہاں کا قیام پسند آئے گا۔ ممبران پارلیمنٹ، کونسلرز اور تمام مہمانان گرامی، آج ہمارے لئے کیا ہی اچھا اور قابل عزّت موقع ہے کہ ہمارے ہاں خلیفۃ المسیح، عالمی رہنما موجود ہیں۔ یہاں احمدی احباب سے ہمارے تعلقات بہت خوشکن اور مستحکم ہیں۔ جماعت احمدیہ کا خوبصورت پیغام ”محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں“ ہمارے سامنے ہے۔ اگر اس پیغام کے ساتھ دنیا کا ہر شخص زندگی گزارے تو جنگوں کا خاتمہ ہو جائے اور مکمل امن قائم ہو جائے۔ مَیں امید کرتی ہوں کہ آپ کا یہ دورہ انتہائی یادگار رہے گا۔

❁......**اس کے بعد Hon. Judith Graley ممبر پارلیمنٹ نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا:** میں آج اپنے اس علاقہ میں خلیفۃ المسیح کو خوش آمدید کہتی ہوں۔ میرے لئے یہ خوشی کا موقع ہے کہ میں حزب اختلاف کے لیڈر کی نمائندگی کر رہی ہوں اور اِن کی طرف سے تمام جماعت احمدیہ کو اس علاقہ میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ جماعت احمدیہ کا سب سے زیادہ پُراثر پیغام ”محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں“ ہر ایک شخص کو بھاتا ہے اور میں خواہش رکھتی ہوں کہ یہ پیغام لے کر زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچاؤں۔

❁......**بعد ازاں Hon. Anthony Byrne وفاقی ممبر پارلیمنٹ نے اپنے ایڈریس میں کہا:** عزت مآب مرزا مسرور احمد صاحب! یہ ایک انتہائی قابل عزت بات ہے کہ آپ ہمارے درمیان اس ملک میں تشریف لائے اور آج یہ بات ہمارے لئے باعث عزت ہے کہ ہم آپ کو خوش آمدید کہیں۔ مَیں وفاقی حزب اختلاف کی طرف سے یہ کہنا چاہوں گا کہ ایک روحانی سربراہ کے لئے یہ زمانہ ایک مشکل دور ہے۔ خصوصًا آپ عزت مآب جو کہ قریبًا 20 کروڑ معتقدین کے راہنما ہیں، جن پر مختلف ممالک میں مشکل حالات ہیں اور ان کی وجہ محض آپ کے اعلیٰ مذہبی عقائد کی پیروی ہے۔ ہم آپ کی جماعت کے ممبران سے بہت زیادہ متأثر ہوئے ہیں جو اپنے روابط اس تمام علاقے میں امن اور بھائی چارہ کے لئے بڑھا رہے ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ کا یہ سفر بخیریت گزرے۔ صرف یہ سفر نہیں بلکہ زندگی کے ہر سفر کے لئے دعا کرتے ہیں اور نیک خواہشات رکھتے ہیں۔

❁......**اس کے بعد Ms Inga Peulich سٹیٹ ممبر پارلیمنٹ وکٹوریہ نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا:** عزت مآب خلیفۃ المسیح! ہم آج آپ کو یہاں خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ ایک ایسے مذہب کے سربراہ ہیں جو امن کا پیغام دیتا ہے۔ آپ کا یہ پیغام ایسا پیغام ہے جس کی تمام آسٹریلینز تائید کرتے ہیں جو کہ خود مختلف قوموں اور تمدّن کے باہم اختلاط سے ایک قوم بنے ہیں اور بطور آسٹریلینز ہم اس طرح کے اعلیٰ پیغام کو اپنانا چاہتے ہیں اور اس طرح آپ جیسے لوگوں سے مکمل تعاون کرتے ہیں جو ایسے پیغام کو پہنچا رہے ہیں۔

❁......**بعد ازاں Major General Paul Mc Lachlam, Senior Military Officer DMO نے جو چیف آف آرمی سٹاف کی نمائندگی میں آئے تھے، اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا:** آپ جناب عزّت مآب کو مَیں چیف آف آرمی لیفٹیننٹ جنرل David Morrison کی جانب سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ مَیں آپ کا شکرگزار ہوں کہ مجھے ایسی اہم تقریب میں دعوت دے کر عزّت افزائی کی گئی۔

آسٹریلوی عوام کو ظلم، تعدّی اور شدّت پسندی سے بچانے کے لئے آسٹریلوی فوج ایک آخری ذریعہ ہے۔ ہم حکومت کی طرف سے عوام کو ایسے بڑے خطرات سے بچانے کے لئے کوشش کرتے ہیں جب سب حکومتی نظام ناکام ہو جائے۔ جب کہ جو پیغام آپ عزّت مآب پیش کر رہے ہیں اور جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے وہ دراصل ایسی صورت میں پہلا ذریعہ تحفظ ہے۔ آپ کا امن قائم کرنے والا پیغام اور برداشت کا جذبہ اور تمام معاشرے میں یکساں محبت کا نظریہ، آپ کا معاشرے میں اعتماد کی فضا پیدا کرنے کا بنیادی ذریعہ ہے۔ آپ احمدیہ تعلیم کی یہ خوبیاں خود ایک اچھی مثال اور اچھا نمونہ بن کر پیش کرتے ہیں، نہ کہ کسی طاقت اور دھمکی کے ذریعہ ایسا کرتے ہیں۔

مَیں آپ کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ امن، محبت اور بھائی چارہ کا پیغام، قربانیوں اور خطرات کا سامنا کرتے ہوئے دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ مَیں آپ عزّت مآب کا بہت ہی مشکور ہوں کہ آپ ہمارے ملکوں میں تشریف لائے اور آپ کی آج کی تقریب سننے کا شدّت سے متمنی ہوں۔

سات بج کر 25 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس تقریب سے خطاب فرمایا:

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کا میلبورن میں استقبالیہ تقریب سے خطاب

تمام مہمانانِ خصوصی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر ہوں۔ قبل اس کے کہ مَیں اُن قابلِ تشویش امور کے متعلق کچھ کہوں جس کی دنیا کو سخت ضرورت ہے مَیں اس موقع پر آپ سب کا دعوت قبول کرنے اور یہاں ہمارے ساتھ شامل ہونے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مذہب اور عقیدہ کے اختلافات سے بالاتر ہو کر آپ کی شمولیت آپ کی کشادہ دلی اور تحمل مزاجی کا ثبوت ہے۔ بالخصوص آج کل کی مادہ پرست دنیا کو ذہن میں رکھتے ہوئے آپ کا یہاں پر ایک مذہبی لیڈر کو سننے کے لئے آنا آپ کی روشن خیالی اور آپ کے روشن تصور کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ جس طرح دنیاوی اعتبار سے یہ ایک اخلاقی تقاضا ہے کہ میں آپ کی قدرشناسی کروں وہاں اس سے بہت بڑھ کر آپ کا شکریہ ادا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ میرے لئے یہ ایک مذہبی فریضہ بھی ہے۔ اپنے خالقِ حقیقی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مَیں دوسروں کا بھی شکریہ ادا کروں کیونکہ میرے محسن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے کہ جو شخص دوسرے کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے بنی نوع انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان ایک دوسرے سے عزت و احترام سے پیش آئیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم جو کہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک مقدس کتاب ہے اور ہمارے عقیدہ کے مطابق شریعت کی آخری کتاب ہے ان احکامات سے بھری پڑی ہے جو بنی نوع انسان سے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا تقاضا کرتے ہیں۔ یقینا کسی دوسرے شخص کی جائز قدرشناسی کرنا بھی حقوق العباد میں شامل ہے۔ پس میرے شکریہ کا یہ اظہار رسمی طور پر نہیں ہے بلکہ یہ اظہار میرے دل سے ہو رہا ہے۔ لہٰذا مجھے امید ہے کہ شکریہ کا یہ دلی اظہار نہ صرف اعلیٰ اخلاقی اقدار کو پورا کرنے کے لئے ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے بھی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
ان چند تعارفی الفاظ کے بعد مَیں اُن بعض قابلِ تشویش امور پر بات کرنا چاہوں گا جو آج کی دنیا میں لوگوں کو حقوق العباد کی ادائیگی سے دُور کر رہے ہیں۔ یقینا دنیا کی قابلِ تشویش حالت ہر ایک پر عیاں ہے۔ چند سال قبل آنے والے مالی بحران نے دنیا کی اقتصادیات کو مکمل طور پر ہلا کر رکھ دیا ہے اور اس کے اثرات ابھی تک چل رہے ہیں۔ مصارفِ زندگی اور بڑھتی ہوئی قیمتوں نے دنیا کو اپاہج کر کے رکھ دیا ہے اور بعض ممالک میں بے روزگاری میں ریکارڈ حد تک اضافہ ہوا ہے۔ بعض یورپین ممالک قرضہ میں ڈوب چکے ہیں اور بعض تو دیوالیہ بھی ہو چکے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
یہ صرف یورپ کا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر ہم امریکہ کو بھی دیکھیں جو اس زمین پر سب سے زیادہ طاقتور ملک ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پر بھی بعض شہروں کی کونسلیں اپنے شہروں کو دیوالیہ قرار دینے پر مجبور ہوگئی ہیں کیونکہ وہ کروڑہا ڈالرز کے قرض کے بوجھ تلے دب چکی ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
یہ تو ترقی یافتہ ممالک کی حالت ہے۔ ترقی پذیر ممالک کی اقتصادی حالتیں تو ہمیشہ ہی مشکلات سے دوچار رہی ہیں۔ آسٹریلیا بھی دنیا کے اس مالی بحران کی زد میں آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ باقی دنیا کی نسبت آسٹریلیا کی معیشت بہت بڑی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج کے گلوبل دور میں دنیا اس طرح اکٹھی ہوگئی ہے جیسے پہلے کبھی نہ تھی جس کی وجہ سے ایک ملک کو درپیش مسائل کا اثر براہِ راست دوسری قوموں پر بھی پڑتا ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی بھی ملک ہر قسم کے مسئلہ سے آزاد ہے اور عالمی قرضہ کے بحران سے بچا ہوا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
مَیں جس مسئلہ کی بات کر رہا ہوں اس نے بالخصوص عرب دنیا اور مسلمان ممالک کو متاثر کیا ہے اور اب ’عرب سپرنگ‘ (Arab Spring) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بہت سے ممالک میں عوام الناس اپنے حکمرانوں اور حکومتوں کے سامنے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بہت بڑے جلسے اور جلوس نکالے گئے۔ قتل وغارت ہوئی جس کی وجہ سے ہزاروں لوگ مارے گئے اور آج بھی مسلسل ہزاروں جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ بعض ممالک میں تو حکمران احتجاج کو دبانے اور صورتحال پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئے لیکن دوسرے ممالک میں حکمرانوں کو انتہائی سخت اور وحشیانہ نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔ آج بھی بعض ممالک ایسے ہیں جو جنگ کی وجہ سے ویران ہو چکے ہیں لیکن وہاں کی حکومتوں کو پھر بھی مسلسل بڑی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
بڑی طاقتیں بھی لوگوں کی مدد کرنے کے نام پر ان کو پیسہ اور ہتھیار دے کر اس لڑائی میں شامل ہوگئی ہیں۔ ہمیں ان کی ایسی کوششوں کے نتائج پر سوال اٹھانا ہوگا کیونکہ فساد اور بے چینی کی صورتحال ان قوموں کو مسلسل نقصان پہنچا رہی ہے۔ اس حوالہ سے اگر ہم لیبیا کی مثال ہی لیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس وقت حکمران، سیاسی تجزیہ کار اور میڈیا سب اس بات پر متفق ہیں کہ ملک میں قبائلی حکومتیں بن چکی ہیں جس کے نتیجہ میں مرکزی حکومت نہایت کمزور ہوگئی ہے اور اس کو سخت دشواری کا سامنا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
امریکہ کے حالیہ دورہ کے دوران ایک مشہور اخبار کے صحافی نے مجھ سے ان ممالک میں جاری کارروائی کے نتیجہ میں مستقبل میں پیدا ہونے والے اثرات اور فوائد پر میری رائے پوچھی تھی۔ میں نے جواب دیا کہ ایسی کارروائی سے نہ تو لیبیا میں امن آئے گا اور نہ ہی مصر میں اور نہ دوسرے متاثرہ ممالک میں امن کا قیام ہو سکے گا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جب

اس سال مئی میں میری اس صحافی خاتون کے ساتھ ملاقات ہوئی تو میں نے اسے کہا کہ یہ واضح نظر آرہا ہے کہ مصر میں خون ریزی ہونے والی ہے۔ لیکن مجھے توقع نہیں تھی کہ یہ اتنی جلدی ہوجائے گی۔ مگر کچھ ہی ہفتوں کے بعد جو کچھ ہوا وہ ہم سب نے دیکھا۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ظلم وستم اور انسانی جانوں کے اتنے بڑے ضیاع کے باوجود یہ ظاہر تھا کہ اس موقع پر بڑی طاقتوں نے حکومت کی طرف سے عوام الناس کے بعض طبقات پر استعمال کی جانے والی جابرانہ طاقت کو نظرانداز کردیا ہے۔ شاید اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی ہو کہ ایسے لوگوں پر سختی کی جائے لیکن جتنی طاقت استعمال کی گئی اس سے کم طاقت استعمال کرکے بھی یہی نتائج حاصل کئے جاسکتے تھے۔ بہرحال میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ ایک ہی قسم کے حالات میں بڑی طاقتوں نے امن کے قیام کے نام پر دو بالکل مختلف طریقے استعمال کئے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ایک اور ملک کی مثال لے لیں۔ ہم سب کو علم ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے 'شام' کے حالات بدستور بگڑ رہے ہیں اور بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ہزاروں لوگ مرچکے ہیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ لاکھوں لوگ ان خطرناک حالات سے بچنے کی خاطر اپنے ملک سے بھاگنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: گزشتہ چند ہفتوں سے لگ رہا ہے کہ چند بیرونی ممالک شام پر فوجی حملہ کرنے کیلئے گٹھ جوڑ کررہے ہیں۔ لیکن خوش قسمتی سے اب یہ صورتحال تبدیل ہوتی نظر آرہی ہے۔ سیریا کے حکمرانوں نے اپنے لوگوں پر بہت ظلم کیا ہوگا اور ان کے ساتھ بہت بے انصافیاں کی ہوں گی لیکن باغی گروپ بھی آزادی حاصل کرنے کی خاطر ہر قسم کی سفاکی اور تشدد پر اتر آئے ہیں۔ حکومت کے باغی ایسے معصوم لوگوں کو بھی بے رحمی سے قتل کررہے ہیں جن کا مذہب یا عقائد وہی ہیں جو شام کے حکمرانوں کے ہیں۔ مزید یہ کہ شام کے لوگوں کی مدد کرنے کے نام پر باہر سے بھی بعض انتہاپسند گروپ آکر اس جنگ میں شامل ہوگئے ہیں۔ یہ لوگ انسانی ہمدردی کی وجہ سے حکومت کے ساتھ نہیں لڑ رہے بلکہ اپنے ذاتی مفادات حاصل کررہے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: شام کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ اس نے کوئی بھی کیمیاوی ہتھیار استعمال نہیں کئے بلکہ اس کے مقابل وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ باغی گروپوں نے ایسے ہتھیار استعمال کئے ہیں۔ باہر کی ایجنسیوں اور معائنہ کاروں نے یہ تو کہا ہے کہ ان کے پاس اس بات کے ثبوت ہیں کہ شام میں کیمیاوی ہتھیار استعمال ہوئے ہیں لیکن نظر آرہا ہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ ہتھیار کس نے استعمال کئے ہیں۔ لیکن اس وقت اب ایجنسیز سیریا میں موجود ہیں جن کا کام ہے کہ ان ہتھیاروں کو تباہ کریں اور ختم کردیں۔ اب ہم دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کرے۔ اب سچ کیا ہے، یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ شام کے موجودہ حالات نے نہ صرف خطہ کا امن وسکون تباہ کیا ہے بلکہ اب اس سے تمام دنیا کا امن تباہ ہورہا ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ایک واضح اصول یہ ہے کہ اگر کوئی ملک مظالم ڈھا رہا ہے یا زیادتیوں کا مرتکب ہورہا ہے تو یہ ہمسایہ ممالک کا اوّلین فرض ہے کہ وہ مداخلت کریں اور اس زیادتی کو روکیں۔ شام کے حالات سدھارنے کے سلسلہ میں کچھ ماہ قبل اسرائیل کے صدر کی جانب سے بڑی پرحکمت تجویز سامنے آئی تھی کہ بڑی طاقتیں شام کے ہمسایہ عرب ممالک کو ہتھیار اور مدد فراہم کرسکتی ہیں، اس لئے امن قائم کرنے کے لئے جو بھی اقدام کیا جائے اس میں عرب فوجوں کو شامل کیا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر مغربی اور غیر عرب فوجیں اس میں براہِ راست شامل ہوگئیں تو دنیا کا امن مزید خراب ہوگا۔ یقیناً یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ شام پر حملہ تیسری عالمی جنگ کے چھڑنے کا باعث ہوسکتا ہے۔ دو بڑے مخالف بلاک بنیں گے، جو کہ درحقیقت پہلے ہی بن چکے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ روس اور چین اور ان کے کچھ دوست ممالک شام کی حکومت کی معاونت کررہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے عالمی جنگ کا سخت خطرہ ہے اور اگر ہم اس سے بچنا چاہتے ہیں تو پالیسی سازوں کو حکمت کے ساتھ اور سوچ سمجھ کر فیصلے لینا ہوں گے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: ایسے حالات میں امن قائم کرنے کے لئے اسلام کیا تعلیم دیتا ہے؟

سورۂ حجرات آیت نمبر 10 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا ۔ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىہُمَا عَلَی الۡاُخۡرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰی تَفِیۡٓءَ اِلٰۤی اَمۡرِ اللّٰہِ ۔ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا ۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ۔ اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کررہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لَوٹ آئے۔ پس اگر وہ لَوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

اور یہی وہ طریق ہے جو شام کے ہمسایہ ممالک کو اختیار کرنا چاہئے تھا تا کہ وہ شام کی حکومت اور مخالف گروہوں میں امن قائم کرسکیں۔ افسوس کہ آغاز ہی سے یہ طریق اپنایا نہیں گیا اور نتیجتاً ہزاروں افراد ہلاک اور لاکھوں افراد بے گھر ہوچکے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: درحقیقت Organization of Islamic Conference (OIC) کا کام تھا کہ باہم متحد ہوکر خطہ کے امن کے لئے کوشش کرتی۔ مگر بجائے اس کے کہ اپنا فرض ادا کرتے، مسلمان ممالک نے بیرون سے مغربی طاقتوں کو امن قائم کرنے کی دعوت دی، یا شاید مغربی ممالک نے خود ہی اپنے آپ کو دعوت دے دی۔ اس کا حتمی نتیجہ کیا ہوگا؟ ہم واقعۃً اسکے اثرات ظاہر ہوتے دیکھ رہے ہیں جیسا کہ دو مخالف بلاک بن گئے ہیں اور ان دونوں کی ہمدردیاں مختلف ہیں۔ یہ تفریق ہمیں تیسری عالمی جنگ کے پرخطر کنارے کی طرف لے کر جارہی ہے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: قرآنِ کریم کی تعلیم جو میں نے بیان کی ہے، اس میں واضح لکھا ہے کہ متنازعہ گروہوں میں امن قائم کرنے کی تمام تر کوششیں حقیقی انصاف پر مبنی ہونی چاہئیں۔ یہ نہ ہو کہ جنہیں امن قائم کرنے کا کام سونپا گیا ہے وہ حکومت تبدیل کرنے کو امن قائم کرنے کی لازمی شرط قرار دے دیں اور یہ کہ پھر بعد میں حکومت کی باگ ڈور وہ کسی خاص گروہ کے سپرد کریں۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: اگر زیادتی کرنے والا فریق اپنے شہریوں کے حقوق ادا کرنے پر رضامند ہوجائے اور ان سے اچھا برتاؤ کرنے اور انصاف قائم کرنے کو تیار ہو تو وہ جو امن کے قیام کے لئے آئے ہیں انہیں غیر منصفانہ اور بے بنیاد شرائط نہیں لگانی چاہئیں۔ انہیں تناسب یا ضرورت سے زیادہ طاقت کا استعمال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس سے حالات مزید بے قابو ہوجائیں گے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب کوئی ثالث کسی ایسے فریق میں صلح کروائے جن میں باہم لڑائی ہو تو اسے غیر جانبدار ہوکر اور حقیقی انصاف پر کاربند رہتے ہوئے ایسا کرنا چاہئے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: جو تعلیمات میں نے بیان کی ہیں وہ یقیناً اسلام کی سچی اور خوبصورت تعلیمات ہیں۔ اگر مسلمان اس رہنمائی پر عمل کرتے تو ہم عوام میں بے چینی نہ دیکھتے کیونکہ بے چینی اسی صورت پیدا ہوتی ہے جب کسی کے جائز حقوق سلب کئے جائیں۔ جہاں برابری کے سنہرے اصولوں پر مبنی فیصلے کئے جاتے ہیں اور جہاں تمام لوگوں کے حقوق ادا کئے جاتے ہیں وہاں امن اور ہم آہنگی ہی نظر آتی ہے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے ضمن میں اسلام نے دیگر بہت سی واضح تعلیمات دی ہیں لیکن وقت کی کمی کے باعث میرے لئے ممکن نہیں ہے کہ میں انہیں یہاں بیان کرسکوں۔

یہاں مَیں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن نے جو یہ سنہرا اصول بیان کیا ہے یہ صرف مسلمانوں کے لئے نہیں ہے، درحقیقت یہ ابدی سچائی ہے کہ امن قائم کرنے کے لئے انصاف کا بول بالا ضروری ہے۔ بدقسمتی سے جب امن قائم کرنے کے نام پر اہم طاقتیں دوسرے ممالک کے معاملات میں دخل اندازی کرتی ہیں، وہ ضرورت کے مطابق یا باریکی میں جا کر انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتیں۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے دورہ کے دوران میں نے ان کے اعلیٰ سیاستدانوں اور پالیسی سازوں سے خطاب کیا تھا اور انہیں واضح کہا تھا کہ امن قائم کرنے کے لئے ان کا ہر عمل اور پالیسی ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک تمام ذاتی مفادات کو بالائے طاق نہ رکھ دیا جائے اور جب تک بے غرض ہوکر انصاف کے تقاضے پورے نہ کئے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم ایک اور جگہ پر فرماتا ہے کہ ہر حال میں انصاف پر قائم رہو، حتیٰ کہ اپنے خلاف یا اپنے عزیزوں کے خلاف گواہی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اہم طاقتوں اور اقوامِ متحدہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ انصاف اور برابری کی سطح پر امن اور مفاہمت پیدا کریں۔ جہاں بھی دو فریقوں یا قوموں کے مابین اختلاف ہو تو تمام تر کوششوں کا مدار اس بات پر ہونا چاہئے کہ انہیں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ جہاں کوئی امن کا سمجھوتہ طے پا جائے یا تصفیہ ہوجائے تو نہ تو اہم طاقتوں کو اور نہ ہی اقوامِ متحدہ کو چاہئے کہ وہ کسی ایک قوم یا گروہ سے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے خواہاں ہوں۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: اگر ہم تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ لیگ آف نیشنز اپنے مقاصد میں صرف اسی وجہ سے ناکام ہوگئی کہ وہ ان بیان کردہ اصولوں پر کاربند نہ تھی۔ انصاف قائم کرنے میں لیگ آف نیشنز کے بری طرح ناکام ہونے نے دوسری جنگِ عظیم کی صورت میں ایک ہولناک تباہی کو جنم دیا۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: اسی طرح اگر ہم آج بھی دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جو کردار اقوامِ متحدہ کو ادا کرنا چاہئے تھا وہ ادا نہیں کررہی اور بہت سے معاملات پر خاموشی سادھ لیتی ہے۔ مزید یہ کہ اہم طاقتوں کے سربراہان سرِ عام اس کی حاکمیت پر سوال اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اقوامِ متحدہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ ان کا حق ہے کہ وہ جیسا چاہیں عمل کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ شام پر حملہ کرنا چاہیں تو وہ ایسا کرنے میں آزاد ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہزاروں میل دور بیٹھے، دوسروں کے حقوق قائم کرنے کے نام پر انصاف کے اصولوں کو پسِ پشت ڈال کر ان کا ہر عمل یقینی طور پر بدامنی اور فساد پر منتج ہوگا۔ ایسے اقدامات کی وجہ سے تمام لوگ متاثر ہوں گے۔ دنیا اکٹھی ہوکر ایک گلوبل ویلیج بن چکی ہے اسلئے ایسے فساد محدود نہیں رہ سکتے بلکہ یہ تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ میں بار بار کہتا آیا ہوں کہ دنیا کو

تیسری عالمی جنگ سے بچانے کے لئے ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ایسی جنگ ہوتی ہے تو پھر صرف کیمیاوی ہتھیاروں کا خطرہ نہیں بلکہ غالب امکان ہے کہ جوہری ہتھیار بھی استعمال ہوں گے۔ جوہری جنگ کے ہولناک نتائج ناقابل بیان ہیں اور یہ ہماری آنے والی نسلوں تک محسوس کئے جاتے رہیں گے۔ لہٰذا میں اس ملک کی تمام بااثر شخصیات سے، خواہ وہ سیاستدان ہوں، اہم شخصیت ہوں یا مفکر ہوں، سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اس بات کو سمجھیں اور چونکہ آسٹریلیا بھی دنیا کے اہم ممالک میں سے ایک ہے اسلئے انہیں چاہئے کہ اس موجودہ بدامنی اور ناانصافی کی فضا کو امن اور مفاہمت کے ماحول میں تبدیل کرنے کے لئے اپنے اپنے کردار ادا کریں۔ کاش کہ ایسا ہو کہ آنے والی نسلیں آپ کا شکریہ ادا کرنے والی ہوں اور آپ کے لئے دعا کرنے والی ہوں، نہ کہ آپ کے چھوڑے ہوئے اثاثہ کی وجہ سے آپ پر ملامت کرنے والی اور برا بھلا کہنے والی ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آخر پر میں ایک مرتبہ پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ وقت نکال کر اور کوشش کر کے اس پروگرام میں شامل ہوئے اور میری باتیں سنیں۔ اللہ آپ سب پر اپنا فضل کرے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

جونہی حضور انور نے اپنا خطاب ختم فرمایا تمام مہمان کھڑے ہو کر کافی دیر تک تالیاں بجاتے رہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ خطاب سات بج کر 55 منٹ تک جاری رہا۔ بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کروائی۔ اس کے بعد پروگرام کے مطابق مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

ابھی کھانا شروع نہیں ہوا تھا کہ ایک آسٹریلین مہمان John Bellavance صاحب جو انٹرنیشنل پیس فیڈریشن سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مصافحہ کی سعادت پانے کے دوران حضور انور کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور انور نے از راہ شفقت ان سے گفتگو فرمائی۔

ڈنر کے بعد باری باری تمام مہمان حضور انور سے ملے اور شرف مصافحہ حاصل کیا۔ ممبران پارلیمنٹ اور دوسرے سرکردہ افراد بھی حضور انور سے ملنے کے لئے اپنی باری کے انتظار میں قطار میں کھڑے تھے۔ ہر ایک نے درخواست کر کے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوائی۔ حضور انور نے از راہ شفقت ہر ایک سے گفتگو فرمائی۔ ہر ایک اس ملاقات کو اپنے لئے ایک سعادت سمجھتا تھا۔ بعضوں نے تو درخواست کر کے دو دو تین تین تصویریں بنوائیں۔

ممبران پارلیمنٹ اور میئرز نے درخواست کر کے ایک گروپ کی صورت میں بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ تصاویر بنوائیں۔ آرمی کے میجر جنرل Paul McLachlan صاحب نے تو دو تین مختلف جگہوں پر کھڑے ہو کر حضور انور کے ساتھ تصاویر بنوائیں۔ ہر آنے والا مہمان حضور انور کے بابرکت وجود سے فیضیاب ہوا اور ہر ایک حضور انور کی شخصیت سے اور حضور انور کے خطاب سے انتہائی متاثر ہوا۔ اس پروگرام کے بعد قریباً دس بجے یہاں سے روانگی ہوئی اور دس بج کر 45 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز واپس احمدیہ سینٹر میلبورن پہنچے اور مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔

تقریب میں شامل مہمانوں کے تاثرات

اس استقبالیہ تقریب میں آنے والے مہمان اپنے تاثرات کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

❁... **ممبر پارلیمنٹ Judith Graley نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:** خلیفۃ المسیح نے آج جو پیغام دیا ہے وہ مذہب سے بالا ہے۔ وہ انسانیت کا پیغام ہے۔ ہمیں سب کو اب یہی پیغام اپنانا ہے۔ امن، انصاف، رواداری اور خدمت انسانیت ایسی خوبیاں ہیں جو خلیفۃ المسیح نے آج بتائی ہیں۔ ہم نے انہی خوبیوں کو لے کر چلنا ہے۔ میں اس بات کو جانتی ہوں کہ احمدی عورتیں اس پیغام کو نہ صرف آگے پہنچا رہی ہیں بلکہ عملی طور پر اس پر عمل کر رہی ہیں۔ میں تو یہی جانتی ہوں کہ احمدی بچے بااخلاق، تعلیمیافتہ اور انتہائی مؤدب ہوتے ہیں۔ پس ہمیں سب کو یہی خوبیاں اپنانی ہیں۔

❁... **آرمی چیف کے نمائندہ میجر جنرل Paul McLachian نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:** آج میں آرمی چیف لیفٹیننٹ جنرل David Morrison کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ میرے لئے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ میں خلیفۃ المسیح سے ملا ہوں۔ حضور انور کا خطاب بہت متاثر کن تھا اور آپ نے موجودہ صورتحال کا انتہائی گہرا جائزہ پیش کیا ہے۔ جماعت احمدیہ کا کردار اور روایات، آسٹریلین ویلیوز (Australian Values) کے قریب ہیں۔ اور جماعت کا یہ نعرہ کہ ''محبت سب کے لئے اور نفرت کسی سے نہیں'' ایک ایسا پیغام ہے کہ آج ہر کسی کو اس پیغام سے چمٹ جانا چاہیے۔ یہی امن کی ضمانت ہے۔

❁... **Pam Mamouney(Casey Multifaith Network) نے کہا:** مجھے آج کا پروگرام بیحد پسند آیا ہے۔ حضور انور کے خطاب نے انتہائی متاثر کیا ہے۔ حضور انور کا خطاب سن کر آج مجھے علم ہوا ہے کہ خلیفۃ المسیح کیوں ایک عالمی امن کے سفیر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ کاش مسلمانوں کے باقی لیڈر بھی ایسے ہی ہوتے تو آج دنیا میں امن ہی امن ہوتا۔

❁... **Tony Holland (کونسلر آف Knox سٹی) نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:** خلیفۃ المسیح کا خطاب متاثر کن حد تک خوبصورت تھا آپ نے دنیا کے مسائل کا حل پیش کر دیا ہے اور آئندہ خطرات سے آگاہ بھی کیا ہے۔ اس خطاب نے تو مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔

❁... **Channel 31 کے نمائندہ Norm Curry نے کہا:** آج کی شام ایک متاثر کن شام تھی۔ حضور انور کو دیکھ کر یوں لگ رہا تھا کہ جیسے آج میلبورن میں امن اتر آیا ہے۔ ہر طرف امن وسکون اور مسکراہٹیں تھیں۔ مجھے یہ برملا کہنا پڑ رہا ہے کہ ساری جماعت احمدیہ ہی متاثر کن ہے۔

❁... **Murray Lobley (چرچ آف Jesus Christ) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:** حضور کا خطاب بہت ہی شاندار تھا اور اثر کرنے والا تھا۔ آج کی تقریر سن کر مجھے جو احساس سب سے زیادہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حضور انور ایک عالمی شخصیت ہیں جو ساری دنیا میں امن کی تعلیم عام کر رہے ہیں اور جس انداز سے حضور نے امن کی بات کو انتہائی عام فہم الفاظ میں بیان کیا ہے ہر آسٹریلین اس کو بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ آج اس ہال میں موجود ہر شخص کے دل کی یہی آواز تھی کہ امن کے قیام کے لئے محبت ہی واحد راستہ ہے اور بہت ہی اچھا ہو کہ آج ہم حضور انور کا یہ پیغام اپنے ساتھ اپنی اپنی کمیونیٹیز میں لے جائیں۔

❁... **ایک مہمان نے کہا کہ:** میں اور میری بیوی گزشتہ اٹھارہ سال سے سچ کی تلاش میں ہیں اور آج رات جو ہم نے سنا وہ سچ کے سوا کچھ نہ تھا۔ خلیفۃ المسیح کا خطاب ایک مکمل پیغام تھا۔ اب صرف ایک ہی بات ہے کہ ہم سب کو اس پر عمل کرنا چاہیے اور اس پیغام کو اپنے دلوں میں سجا لینا چاہیے۔ خلیفۃ المسیح نے صرف یہ نہیں بتایا کہ امن کیسے قائم ہو سکتا ہے بلکہ یہ بھی بتایا کہ اگر امن قائم نہ ہوا تو پھر کیا ہو سکتا ہے۔ آج جب میں نے حضور سے ہاتھ ملایا اور ان کی آنکھوں میں دیکھا تو میری ایسی کیفیت ہوگئی کہ میں کچھ نہ کہہ سکا۔ یہ لمحہ میری زندگی کا ایک بہت ہی خاص موقع تھا۔

❁... **Margaret Coffey جرنلسٹ ABC چینل نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:** آج کا پروگرام انتہائی شاندار تھا۔ آج ہم سب نے خلیفۃ المسیح کی فراست سے بھرپور حصہ لیا۔ حضور کی تقریب نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور آپ واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح اس موجودہ صورتحال سے کس قدر فکر مند ہیں اور یہ فکر اُن کے الفاظ میں چھپی ہوئی تھی۔

❁... **ABC ریڈیو چینل کی ایک نمائندہ Margaret Coffey نے کہا:** آج حضور انور کا خطاب انتہائی نپا تُلا، متوازن اور منصفانہ اور حقیقت پر مبنی تھا۔ یہ ایک رہنما کی تقریر تھی۔ یہ ایک نہایت باشعور اور بااُصول تقریر تھی۔ اس خطاب نے ہمارے ذہنوں کو کھول دیا ہے۔

❁... **Mr.Michael (ڈپٹی ڈائریکٹر سینٹر فار ڈائیلاگ (Trobe University) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:** آج ایک زبردست موقع تھا۔ میں نے خلیفۃ المسیح کی زبان سے ایک بہت ہی پیارا امن کا پیغام سنا اور ایک بہت ہی اچھے عالمی رہنما سے سنا۔ آج اس ہال کا ماحول جہاں ہم سب بیٹھے تھے یوں لگ رہا تھا کہ یہ ایک خوبصورت دنیا ہے جو ہم سب کی ہے اور اس میں اب صرف امن کے لئے ہی جگہ ہے اور نفرت کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

❁... **Metropolitan فائر بریگیڈ کے ایک سینئر آفیسر "Donna Wheatley" نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:** خلیفۃ المسیح کی تقریر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ خلیفۃ المسیح کی تقریر اور اُس میں بیان کی گئی باتیں ایسی ہیں جسے ہر انسان کا ذہن قبول کرتا ہے اور اب ہم نے حضور انور کا آج کا خطاب آگے پھیلانا ہے۔ یہ ساری تقریر ہی امن اور محبت کی تقریر تھی۔

❁... **ممبر پارلیمنٹ Hon. Maria Vamvakinou نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:** خلیفۃ المسیح کا آج کا خطاب نہایت اہم تھا۔ آپ امن کے علمبردار انسان ہیں جو عالمی امن کے قیام میں نہایت مخلص ہیں اور خلیفۃ المسیح کی آمد ہمارے ملک آسٹریلیا کے لئے نہایت اہم ہے جو کہ ایک عالمی شخصیت ہیں اور آج آپ کے خطاب نے ہماری آنکھیں کھولی ہیں۔

❁... **ایک مہمان خاتون Adrienne Green نے کہا:** مَیں بہت فخر محسوس کر رہی ہوں کہ آج مَیں نے ایک شاندار تقریب میں شمولیت کی۔ خلیفۃ المسیح کا خطاب سحر انگیز تھا اور مجھے ان کے درد اور تکلیف نے بہت متاثر کیا ہے جو انہیں دنیا میں امن کے قیام کے بارہ میں ہے۔ میں آج برملا یہ بات کہتی ہوں کہ مجھے آپ کی اقدار سے بہت محبت ہے اور میں خواہش کرتی ہوں کہ میرے ملک آسٹریلیا کے لوگ ان اقدار کو زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنائیں اور میں چاہتی ہوں کہ آپ ضرور اپنا پیغام سب لوگوں تک پہنچائیں۔ یہ ایک ایسا زبردست پیغام ہے جو کہ نہایت ہی اہم ہے آپ ضرور اسے جلد پہنچائیں۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ (پھر کہنے لگیں کہ مجھے معاف کیجئے میں جذبات میں بہہ گئی ہوں اور میرے آنسو نکل آئے ہیں)

❁... **آسٹریلیا میں سیرالیون کمیونٹی کے ایک نمائندہ Mohamed Konneh نے کہا:** آج میں بہت ہی خوش ہوں کہ خلیفۃ المسیح کو دیکھا ہے اور میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آسٹریلیا بہت ہی خوش قسمت ملک ہے کہ خلیفۃ المسیح یہاں آئے ہیں اور میری دعا ہے کہ خلیفۃ المسیح کی یہ برکت بار بار اس ملک کو ملے۔

❁... **کونسلر آف Knox سٹی Collin Ross نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:** آج حضور انور کا خطاب انتہائی مؤثر تھا۔ آج حضور کے خطاب

سے ایک بات واضح ہوگئی ہے کہ آپ اُسی بات کا پرچار کرتے ہیں جو کہ حقیقت میں آپ کا مذہب ہے یعنی امن وسلامتی کا مذہب۔ خلیفۃ المسیح نے بالکل درست فرمایا کہ امن کے راستہ سے مسائل کا حل ہی درحقیقت امن کا قیام ہے۔ ہمارے اس ملک آسٹریلیا کی تاریخ دو سو سال پرانی ہے۔ یعنی Aboriginal جو اس زمین کے اصل مالک ہیں کے علاوہ باہر سے آنے والے افراد تو دو سو سال قبل ہی یہاں آئے۔ آج ایک مذہبی لیڈر کو اتنا خوبصورت اور عظیم پیغام دیتے دیکھ کر ایسا لگا ہے کہ آسٹریلیا میں تازہ ہوا کا ایک جھونکا آیا ہے۔ آج یہاں جو مختلف کمیونٹیز کے اور مختلف شعبوں اور آرگنائزیشن کے لوگ آئے ہیں وہ ظاہر کرتا ہے کہ احمدیہ جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کے دروازے ہر ایک مذہب کے لئے اور قومیت کے لئے کھلے ہیں۔ یہی بات میں نے اپنی بیوی سے کہی تھی کہ جماعت احمدیہ کے افراد کے دلوں کی پُرخلوص محبت، ان کے چہروں اور جذبات سے جھلکتی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ احمدیہ کمیونٹی اور زیادہ باہر نکلے اور بہت سے لوگوں کو اپنا امن اور محبت کا پیغام پہنچادے۔

❁... **بیلجیم کے کونسل جنرل Geoff Polard نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا:** خلیفۃ المسیح کا خطاب بہت ہی اہم، مثبت اور مؤثر تھا۔ عالمی امن کے لئے ہم سب کو باہم مل کر کام کرنا ہوگا۔ جس طرح آج مجھ جیسا ایک غیر مسلم، ایک مسلمان پروگرام میں شامل ہوا ہے تو اس طرح ہم سب ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں۔ جب میں نے جماعت احمدیہ کے بارہ میں انٹرنیٹ پر ریسرچ کی تو مجھے پتہ چلا کہ یہ احمدی مسلمان باقی تمام مسلمانوں کی نسبت سب سے زیادہ امن کے خواہاں ہیں اور خاص طور پر عالمی معاملات میں امن کے خواہاں ہیں۔ اور میں نے ویب سائیٹ پر سارے احمدیہ مواد کو بہت ہی لطف اندوز ہوکر پڑھا۔

❁... **مہمانوں میں سے ایک محترمہ Ingra Peulich تھیں۔ یہ ممبر آف پارلیمنٹ ہیں۔ ان کا تعلق بوزنیا سے ہے۔ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں:** ''عزت مآب خلیفہ کیا ہی پیارے، عظیم اور مشفق وجود ہیں۔ ہم نے صرف دنیا کے معاملات پر ہی بات نہیں کی بلکہ مجھے یہ سعادت بھی ملی کہ مَیں آپ سے آپ کی فیملی اور نواسے نواسیوں، پوتے پوتیوں کے بارے میں دریافت کروں۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ seafood پسند کرتے ہیں۔ میں خواہش ہی کرسکتی ہوں کہ اس استقبالیہ کا انعقاد میلبورن کے کسی اچھے seafood ریسٹورانٹ میں کیا جاتا تاکہ حضور کھانے سے بھی لطف اندوز ہوتے۔ بہرحال میں اس بات کا ارادہ رکھتی ہوں کہ حضور دوبارہ وکٹوریہ تشریف لائیں تاکہ میں اور دیگر ممبرانِ پارلیمنٹ ان کی مہمانوازی کریں اور انہیں درخواست کریں کہ وہ ہمیں براہِ راست خطاب کریں۔

❁... **اس تقریب میں ایک خاتون فائر آفیسر بھی موجود تھیں۔ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ:** لندن سے اتنا لمبا سفر اختیار کرکے آسٹریلیا آنے کا کوئی مقصد نہیں بنتا اگر اصل صورتِ حال اور سچائی نہ بتائی جائے۔ حضور نے بالکل سچ کہا کہ دنیا کو اس وقت حقیقی خطرہ لاحق ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ دنیا اس پیغام کو سنے۔ میں یہ بھی کہنا چاہتی ہوں کہ میلبورن کی یہ خوش قسمتی ہے کہ یہاں اتنی اعلیٰ پایہ کی شخصیت تشریف لائی ہیں۔ یہ بہت واضح ہے کہ احمدی اپنے خلیفہ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔

❁... **شاملینِ تقریب میں ایک پاکستانی تجزیہ کار راشد سلطان صاحب بھی موجود تھے۔ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:** ''حضور کا خطاب ہر لحاظ سے مکمل تھا۔ کاش کہ آپ کچھ دیر اور کلام کرتے رہتے۔ آپ کے خطاب کا لُبّ لُباب یہ تھا کہ دنیا میں انصاف کی پامالی کے باعث امن نہیں ہے۔ یہ ایک زبردست تجزیہ تھا۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں اس پروگرام کا جو وقار تھا، میں نے کسی اور تقریب میں کبھی نہیں دیکھا۔''

❁... **اس استقبالیہ تقریب میں صومالیہ کے کونسل جنرل بھی موجود تھے۔ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا:** ''خطاب ذہنوں کو جلا بخشنے والا تھا۔ میں نے ایک ایک لفظ انہماک سے سنا۔''

❁... **کویت کے غالب جابر صاحب اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:** ''میں حضور کے عرب سپرنگ کے بارے میں تجزیہ سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ آپ خطاب کے دوران کافی نڈر لگے لیکن جو کچھ بھی آپ نے کہا وہ بالکل سچائی پر مبنی تھا۔ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ تجزیہ اس قدر مکمل اور واضح ہوگا۔''

❁... **اس تقریب میں بہائی مذہب سے تعلق رکھنے والے Murray Davies بھی تھے۔ یہ صاحب انٹرفیتھ کونسل کے سربراہ ہیں۔ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا:** ''یہ انتہائی مناسبِ حال تقریر تھی۔ آپ کی تقریر نے مذاکرات کی اہمیت اجاگر کی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی پیغام آپ دینا چاہتے تھے کیونکہ ہم سب خدا کی مخلوق ہیں، ہمیں ایک دوسرے سے باہمی احترام سے پیش آنا چاہئے۔''

❁... **ایک سیکنڈری سکول کے پرنسپل Roger Page بھی اس تقریب میں شامل تھے۔ انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:** ''کیا زبردست پروگرام تھا۔ یہ حیران کن تھا کہ جہاں باقی مسلمان دنیا الگ الگ اور بٹی ہوئی ہے، وہاں آپ کی جماعت اس قدر متحد اور یکجا ہے۔ عزت مآب جو امن کا پیغام دینا چاہتے ہیں وہ بہت شاندار ہے، تاہم آج کی دنیا میں اس پیغام کو پہنچانا ایک مشکل امر ہے۔''

ان سے کہا گیا کہ ہم خلافت کے باعث ہی متحد ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ وہ اس حقیقت کو پہلے ہی جان چکے ہیں کہ اس اتحاد کی وجہ خلافت ہی ہے۔

❁... **آسٹریلیا کے قدیمی قبائل سے تعلق رکھنے والی Karen نامی ایک Aborigine خاتون بھی اس پروگرام میں شامل تھیں۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:** ''مجھے یہ خطاب بہت اچھا لگا۔ جس طرح انہوں نے دنیا کے گلوبل ویلیج ہونے کے بارے میں بات کی، مجھے بہت اچھا لگا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے دنیا کی اس انداز میں منظرکشی سنی ہے، جو بالکل حقیقت پر مبنی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ میں نے آج تک اپنی زندگی میں ایسے پروگرام میں شرکت نہیں کی۔ یہ میرے لئے بہت خوشی کا باعث تھا۔''

اسی خاتون کا بیٹا Callum بھی اس تقریب میں موجود تھا۔ اس نے کہا: ''آج کی شام مجھے بہت اچھی لگی۔ میں بہت خوش ہوں کہ میں یہاں آیا۔ مجھے آپ کا انداز بہت اچھا لگا جب آپ نے دنیا کے مختلف علاقوں میں آنے والے معاشی بحران کے بارے میں بات کی اور بڑا واضح کہا کہ امریکہ بھی اس سے متاثر ہے۔ جس طرح آپ نے معاشی بحران کا تعلق دنیا کے امن سے جوڑا وہ بہت خوب تھا۔ مجھے مدعو کرنے کا بہت بہت شکریہ۔''

❁... **انٹرنیشنل پیس فیڈریشن سے تعلق رکھنے والے John Bellavance بھی اس موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:** ''عزت مآب امن کے شہزادے ہیں۔ ہمارے ادارہ کی یہ خواہش ہے کہ آپ ہمارے پروگراموں پر آکر خطاب کریں۔ ہم آپ کے سفری اخراجات بھی برداشت کریں گے اور ایسی عزت بخشیں گے جیسے آپ کی سطح کے سربراہ کو دی جانی چاہئے۔ آپ کی تمام مہمانوازی ہمارے ذمہ ہوگی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اقوامِ متحدہ میں بھی آپ کا خطاب ہونا چاہئے۔''

❁... **Tracey Florence بھی اس تقریب میں موجود تھیں۔ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:** ''جو کچھ بھی حضور نے کہا، میں بعینہٖ اس پر یقین رکھتی ہوں اور اسی پر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ میرے اور حضور کے نظریہ میں کوئی فرق نہیں۔ میں پہلے ہی کوشاں رہتی ہوں کہ اچھائی پر قائم رہوں اور پُرامن زندگی گزاروں اور اب میں پہلے سے بھی بڑھ کر کوشش کروں گی۔''

❁... **ایک مہمان Pamela Englander نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:** ''حضور کے الفاظ ابدی سچائیوں پر مبنی تھے۔ آپ کا پیغام ہر ایک کے لئے تھا۔''

❁... **ایک مہمان نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:** ''احمدیہ امام کو دیکھ کر بذات خود امن کا تصوّر پیدا ہوتا ہے جو کہ میں نے میلبورن میں دیکھا۔''

❁... **ایک مہمان نے کہا:** ''مجھے آپ کی اخلاقی اقدار پسند آئی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ تمام آسٹریلینز ان اقدار کو اپنائیں گے۔

❁... **ایک مہمان نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:** ''خلیفۃ المسیح کے خطاب نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ یہ الفاظ دانشمندی سے پُر تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی دانشمندی سے دنیا امن کے لئے ایک بہترین جگہ بن سکتی ہے۔''

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس خطاب نے اس تقریب میں شامل ہونے والے ہر شخص پر بہت گہرا اثر چھوڑا۔ اور ہر کوئی اس بات کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکا کہ آج حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو خطاب فرمایا ہے وہی دنیا کے لئے امن کی ضمانت ہے۔ اگر آج کوئی وجود دنیا کے موجودہ حالات میں قریہ قریہ، ملک ملک امن کے لئے کوشاں ہے تو وہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ ہیں اور آج دنیا کا امن جماعت احمدیہ سے ہی وابستہ ہے۔

12 اکتوبر بروز ہفتہ 2013ء

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح پانچ بج کر 35 منٹ پر تشریف لاکر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

صبح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دفتری ڈاک اور رپورٹس اور بیرونی ممالک سے آنے والی فیکسز اور رپورٹس ملاحظہ فرمائیں اور ان پر ہدایات سے نوازا اور اپنے دست مبارک سے ارشادات فرمائے۔

رائل Botanic گارڈنز کی سیر

آج جماعت میلبورن (Melbourne) نے میلبورن کے گردونواح کے علاقہ میں بعض مقامات کے وزٹ کا پروگرام بنایا تھا۔ ساڑھے بارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور بارہ بج کر پچاس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی Royal Botanic Gardens تشریف آوری ہوئی۔ اور حضور انور نے قریباً ایک گھنٹہ اس باغ کی پیدل سیر کی۔ اس باغ کی خصوصیت یہ ہے کہ برّاعظم آسٹریلیا کے جس جس علاقے میں جو بھی درخت، پودا اور پھول وغیرہ پائے جاتے ہیں وہ سارے اس باغ میں لگائے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ باغ قسم ہا قسم کے درختوں اور رنگارنگ کے خوبصورت اور دلکش پودوں اور پھولوں سے سجا ہوا ہے۔ اس باغ میں مختلف جگہوں پر قدرتی جھیلیں بھی بنائی گئی ہیں اور آسٹریلیا کے مختلف علاقوں کے پہاڑوں سے بعض بڑے بڑے پتھر کاٹ کر رکھے گئے ہیں جن سے اس باغ کی خوبصورتی میں اضافہ ہوا ہے۔

اس باغ کا قیام 1910ء میں عمل میں آیا تھا۔ اس میں مجموعی طور پر 170 اقسام پر مشتمل ایک لاکھ 70 ہزار مختلف پودے ہیں۔ جنگلوں، میں، پہاڑی علاقوں میں اور صحرائی علاقوں میں جو بھی پودے اُگتے ہیں وہ سب اس باغ میں لاکر اُگائے گئے ہیں۔

پروگرام کے مطابق نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کا انتظام اِسی باغ کے ایک ہال کے ایک حصہ میں کیا گیا تھا۔ دو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز ظہر و عصر جمع کرکے پڑھائیں۔

ماؤنٹ Dandenong کی سیر

بعد ازاں ایک پُرفضا پہاڑی مقام

"Skyhigh Mount Dandenong" کے لئے رانگی ہوئی۔ راستہ میں ایک جگہ رک کر ایک ریسٹورنٹ "The Hillz Kitchen" میں دوپہر کا کھانا کھایا گیا۔ بعدازاں آگے روانگی ہوئی اور چار بج کر پچاس منٹ پر Mount Dandenong پہنچے۔ یہ ایک بلند مقام ہے اور یہاں سے بخوبی میلبورن شہر اور اس کی بلند و بالا عمارتوں کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ قریباً 25 منٹ قیام فرمایا اور مختلف مقامات سے خوبصورت نظاروں کا مشاہدہ کیا اور ویڈیو بھی بنائی۔ بعد ازاں پانچ بج کر بیس منٹ پر یہاں سے روانہ ہوکر پانچ بج کر چالیس منٹ پر "Dandenong Ranges National Park" آمد ہوئی۔

آسٹریلیا میں سفید رنگ اور زرد کلغی والا طوطا پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف رنگوں کے حسین اور خوبصورت امتزاج پر مشتمل طوطوں کی کئی اقسام ہیں جو آسٹریلیا میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ یہ نیشنل پارک انہی طوطوں کا مسکن ہے۔ ان طوطوں کو دانہ کھانے کے لئے ایک مخصوص جگہ بنائی گئی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت ان پرندوں کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے Sunflower (سورج مکھی) کے بیج کھلائے۔ یہ مختلف رنگارنگ کے طوطے حضور انور کے قریب آتے اور حضور انور کی کلائی پر بیٹھتے اور حضور انور کی ہتھیلی میں رکھے ہوئے بیج کھاتے۔ حضور انور انہیں بلاتے تو کلائی پر آکر بیٹھ جاتے اور بیج کھانا شروع کردیتے۔ قریباً نصف گھنٹہ تک اس پارک میں بسیرا کرنے والے ان پرندوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقتوں سے خوب حصہ پایا۔ پھر یہاں سے واپس ''احمدیہ سینٹر میلبورن'' کے لئے روانگی ہوئی اور سات بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی احمدیہ سینٹر تشریف آوری ہوئی اور حضور انور کچھ دیر کے لئے اپنے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔

واقفین نو بچوں کی کلاس

پروگرام کے مطابق ساڑھے سات بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد کے ہال میں تشریف لائے جہاں میلبورن کے واقفین نو بچوں کی حضور انور کے ساتھ کلاس شروع ہوئی۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم مباہل احمد نے کی اور اس کا انگریزی ترجمہ عزیزم ابراہیم سعید نے پیش کیا۔ اس کے بعد عزیزم مصطفی احمد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث پیش کی: ''اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَھُمْ''۔ اور عزیزم مصطفی احمد نے اس کا ترجمہ پیش کیا کہ اپنے بچوں کے ساتھ عزت سے پیش آؤ اور ان کی بہترین تربیت کرو۔ بعدازاں عزیزم ریحان احمد مجوکہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نظم

اک نہ اک دن پیش ہوگا تُو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

خوش الحانی سے پیش کی۔

اس کے بعد عزیزم ایقان سفیر احمد نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا درج ذیل اقتباس پیش کیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''انسان جب اللہ تعالیٰ کا ہوجاتا ہے اور ساری راحت اور لذّت اللہ تعالیٰ ہی کی رضا میں پاتا ہے تو کچھ شک نہیں دن یا بھی اُس کے پاس آجاتی ہے مگر راحت کے طریق اَور ہوجائیں گے۔ وہ دنیا اور اس کی راحتوں میں کوئی لذّت اور راحت نہیں پاتا۔ اسی طرح پر انبیاء اور اولیاء کے قدموں پر دنیا کو لاکر ڈال دیا گیا ہے مگ ان کو دنیا کا کوئی مزا نہیں آیا کیونکہ اُن کا رُخ اور طرف تھا۔ یہی قانون قدرت ہے۔ جب انسان دنیا کی لذّت چاہتا ہے تو وہ لذّت اُسے نہیں ملتی۔ لیکن جب خدا تعالیٰ میں فنا ہوکر دنیا کی لذّت کو چھوڑتا ہے اور اُس کی آرزو اور خواہش باقی نہیں رہتی تو دنیا ملتی ہے مگر اس کی لذّت باقی نہیں رہتی۔ یہ ایک مستحکم اصول ہے۔ اس کو بھولنا نہیں چاہئے۔ خدایابی کے ساتھ دنیایابی وابستہ ہے۔ خدا تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرے گا اُسے تمام مشکلات سے نجات ملے گی اور ایسے طور پر اُسے رزق دے گا کہ اُسے علم بھی نہ ہوگا۔ یہ کس قدر برکت اور نعمت ہے کہ ہر قسم کی تنگی اور مشکل سے آدمی نجات پاجاوے اور اللہ تعالیٰ اُس کے رزق کا کفیل ہو۔ لیکن یہ بات جیسا کہ خود اُس نے فرمایا تقویٰ کے ساتھ وابستہ ہے اور کوئی امر اس کے ساتھ نہیں بتایا کہ دنیوی مکر و فریب سے یہ باتیں حاصل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی علامات میں سے یہ بھی ایک علامت ہے کہ وہ دنیا سے طبعی نفرت کرتے ہیں۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوجاوے اور دنیا اور آخرت کی راحت اُسے مل جاوے۔ وہ یہ راہ اختیار کرے۔ اگر اس راہ کو تو چھوڑتا ہے اور اَور راہیں اختیار کرتا ہے تو پھر ٹکریں مار کر دیکھ لے کہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ بہت سے لوگ ہوں گے جن کو نصیحت بُری لگے گی اور وہ ہنسی کریں گے لیکن وہ یاد رکھیں کہ آخر ایک وقت آجائے گا کہ وہ ان باتوں کی حقیقت کو سمجھیں گے اور پھر بول اُٹھیں گے کہ افسوس ہم نے یونہی عمر ضائع کی۔ لیکن اُس وقت کا افسوس کچھ کام نہ دے گا۔ اصل موقع ہاتھ سے نکل جائے گا اور پیغام موت کا آجائے گا۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 195)

بعدازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بچوں سے فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو اقتباس پڑھا گیا ہے اس کا خلاصہ بتاؤ۔

حضور انور نے فرمایا کہ خدا کے ساتھ تعلق سے ہی خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے اور خدا ملتا ہے اور جب خدا مل گیا تو پھر دین بھی ملا اور ساتھ دنیا بھی ملی۔ لیکن جو صرف دنیا کے پیچھے پڑے رہتے ہیں ان کو نہ دین ملتا ہے اور نہ دنیا ملتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایک شعر بھی ہے:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

حضور انور نے فرمایا کہ جو پڑھائی مکمل کرچکے ہیں کیا انہوں نے لکھ کر دے دیا ہے اور اپنے آپ کو وقف کرکے خدمت کے لئے پیش کردیا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: جب آپ نے اپنی پوری زندگی وقف کی ہے تو پھر وقف یہ ہے کہ جہاں ہم بھجوانا چاہیں گے، بھجوائیں گے۔

واقفین نو کے ساتھ مجلس سوال و جواب

حضور انور نے ازراہ شفقت واقفین نَو، نوجوانوں اور بچوں کو سوالات کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

۞... **ایک بچے نے سوال کیا کہ کیا حضور انور خطبہ جمعہ خود تیار کرتے ہیں؟** اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: مَیں خود تیار کرتا ہوں اور حوالے بھی خود ہی نکالتا ہوں۔ اگر حوالے پرنٹ یا ٹائپ کرنے کی ضرورت ہو تو پھر باقاعدہ اپنے دفتر کو حوالہ کا صفحہ اور ریفرنس اور کتاب کا نام بتاتا ہوں کہ یہ یہ حوالہ ٹائپ کرکے یا فوٹو کاپی کرکے دے دیں۔

۞... **ایک واقف نو نے عرض کیا کہ Ph.D. کا پروگرام ہے۔** اس پر حضور انور نے فرمایا کہ جب Ph.D. کرلیں تو پھر بتائیں اور اپنے آپ کو پیش کریں۔ پھر ہماری مرضی ہوگی جہاں چاہیں گے خدمت لیں گے یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ باقاعدہ وقف میں ہیں لیکن فی الحال اپنا کام کریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ دو ہی صورتیں ہیں۔ واقفین نَو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے آپ کو باقاعدہ وقف کرکے خدمت کے لئے پیش کریں گے اور پھر وہ باقاعدہ وقف زندگی ہوجائیں گے اور دوسری صورت یہ ہے کہ جو اپنے آپ کو پیش نہیں کریں گے اور خود ہی کوئی کام شروع کرلیں گے تو وہ وقف نو سے فارغ ہوجائیں گے اور ان کا وقف ختم ہوجائے گا۔

۞... **ایک بچے نے سوال کیا کہ کیا ہم فاسٹ فوڈ (Fast Food) جو میکڈونل یا اس طرح کے ریسٹورنٹ میں ہوتا ہے استعمال کرسکتے ہیں؟**

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: ان جگہوں پر ایک ہی تیل (Oil) میں چکن، فِش اور سؤر وغیرہ فرائی کرتے ہیں۔ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ایک ہی تیل میں یہ سب چیزیں تو فرائی نہیں کی جارہیں۔ تو اگر ایسا ہے تو اِس صورت میں نہیں کھانا چاہئے۔ بہرحال ایسی چیزوں سے بچنا ہی بہتر ہے۔ حضور انور نے فرمایا: کوئی اضطراری کیفیت تو نہیں ہے۔ نہ کھاؤ اور احتیاط کرو۔ حضور انور نے فرمایا: اگر انہیں کہا جائے کہ علیحدہ تیل میں تیار کرکے دو تو وہ تیار کردیتے ہیں۔

۞... **تبلیغ کے حوالہ سے ایک سوال پر حضور انور نے فرمایا کہ** مَیں نے دس فیصد آبادی کو احمدیت کا پیغام پہنچانے کی ہدایت کی ہوئی ہے کہ کم ازکم لیف لیٹس کی تقسیم سے ملک کی دس فیصد آبادی تک پیغام پہنچ جائے۔ اب میلبورن کی آبادی چار ملین ہے۔ کم ازکم اس کے دس فیصد تک تو احمدیت کا پیغام پہنچائیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ آسٹریلیا کا ایک جزیرہ تسمانیہ ہے وہاں جائیں اور پیغام پہنچائیں اور تبلیغ کریں اور لمبا قیام کریں۔ چند دن کے قیام سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ یہاں کے لوگ مذہب کی طرف زیادہ رجحان رکھتے ہیں۔ تسمانیہ میں ہمارے خدام کو وقف عارضی کرکے جانا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ جرمنی کے خدام نے ڈیڑھ ملین کی تعداد میں پمفلٹ تقسیم کئے ہیں۔ آپ کو بھی تبلیغ کے میدان میں بہت محنت کرنی ہوگی۔

۞... **فیس بُک (Face Book) کے حوالہ سے ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ** ''الاسلام'' ویب سائٹ پر جو فیس بُک موجود ہے وہ تبلیغ کے لئے استعمال کریں۔ اپنی ذاتی فیس بُک بناکر استعمال کی جائے اس کی اجازت نہیں ہے۔ اگر خدام الاحمدیہ بنانا چاہتی ہے اور پھر مکمل طور پر خود کنٹرول کرسکتی ہے، نگرانی رکھ سکتی ہے تو پھر اجازت دی جاسکتی ہے۔ لیکن جو خدام ابھی میچور (Mature) نہیں ہوں گے تو ان سے اس کے استعمال میں غلطیاں ہوسکتی ہیں اور اس کا غلط استعمال ہوسکتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ''الاسلام'' کی ہی فیس بُک استعمال کریں۔

۞... **لیف لیٹس کی تیاری کے حوالہ سے ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا:** آجکل دنیا مذہب سے دُور جارہی ہے۔ جو شخص خدا کو نہیں مانتا تو اس کو مذہب سے کیا غرض ہوگی۔ تو ایسے لوگوں کے لئے ایسا لیف لیٹ ہو اور ایسا پیغام ہو کہ انہیں پہلے خدا کے بارہ میں بتایا جائے۔ پہلے انہیں خدا کا قائل کیا جائے تو ایسا لیف لیٹ بناؤ کہ اسے پہلے خدا کا قائل کرو۔

حضور انور نے فرمایا کہ بیلجیم میں ایک انڈونیشین دوست نے بیعت کی تھی۔ وہ خدا کے قائل نہیں تھے۔ وہاں ہمارے مبلغ سے اس سلسلہ میں ان کی کافی بحث ہوئی۔ بالآخر ان کو خدا پر یقین آگیا اور اس بات پر ایمان لے آئے کہ خدا ہے۔ جب خدا کو مان لیا تو کہنے لگے اب مذہب کو ماننا بھی ضروری ہے تو مبلغ کو کہنے لگے کہ چونکہ تم نے مجھے خدا کی ہستی کا قائل کیا ہے اس لئے مَیں آپ کی جماعت احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے احمدیت قبول کی۔ اس کی بیوی بیلجیئن تھی۔

۞... **ایک نوجوان نے سوال کیا کہ بعد لوگ جو خدا کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہر چیز کو کوئی بنانے والا ہے، پیدا کرنے والا تو پھر جو پیدا کرنے والا، بنانے والا ہے اس کو بھی تو کسی نے بنایا ہے۔**

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ اربوں سال لگے ہیں ہماری اس زمین کو بننے میں۔

کسی نہ کسی وجود کو تو ماننا پڑے گا جس نے یہ سب کچھ بنایا اور خود اُس کو کسی نے نہیں بنایا۔ کہیں نہ کہیں جا کر تو رُکو گے۔ جہاں بھی رُکو گے وہی ہمارا خدا ہے۔ حضور انور نے فرمایا: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی کتاب ''ہمارا خدا'' پڑھیں۔ اس کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے ایک بڑی دلیل دعا کی قبولیت کی ہے کہ مَیں نے دعا کی تو خدا تعالیٰ نے قبول کی۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایک عورت نے ایک دوسری لڑکی سے جو خدا کی قائل نہیں تھی، یہ کہا کہ اگر تم نے یونیورسٹی میں جا کر امتحان دینا ہے اور تم امتحان کے لئے جا رہی ہو۔ راستہ میں کوئی روک پڑ جائے۔ تاخیر ہو رہی ہو اور وقت پر پہنچنا مشکل لگ رہا ہو تو پھر ایسی صورت میں تم کیا کرو گی۔ اس پر اُس لڑکی نے جواب دیا کہ مَیں Hope (امید) رکھوں گی۔ تو اس پر اُس عورت نے اُسے جواب دیا آخر تم کسی نہ کسی وجود سے ہی Hope (امید) رکھو گی۔ پس جس سے تم Hope رکھو گی وہی خدا ہے۔ اس پر اُس بچی نے کہا کہ پھر مَیں سوچوں گی۔

حضور انور نے فرمایا کہ ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' پڑھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی کتاب "Revelation, Rationality, Knowledge and Truth" ہے اس کا پانچواں چھٹا باب پڑھیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایک دہریہ کو خدا کے وجود کا قائل کرنے کے لئے دلیل دینے کے لئے جب تک آپ کا اپنا تجربہ نہیں ہوگا۔ آپ اس کو قائل نہیں کر سکتے۔

❁ ... **ایک نوجوان طالبعلم کے سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ** ''احمدیہ مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن'' یہاں قائم کرنی چاہئے۔ خدام الاحمدیہ میں جو ''مہتمم امور طلباء'' ہے وہ اس کا انچارج ہوتا ہے۔ اس کے تحت ہونی چاہئے اور جماعت کا جو سیکرٹری تعلیم ہے۔ وہ اوپر سے اس کی نگرانی کرتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں یہ قائم ہے۔ یہ ایسوسی ایشن تو بہت پرانی ہے۔ جب مَیں خود فیصل آباد یونیورسٹی میں پڑھتا تھا تو مَیں خود بھی اس کا وائس پریذیڈنٹ تھا۔ AMSA کے نام سے یہ مختلف ملکوں میں بنی ہوئی ہے۔ یہاں بھی بنائیں۔ جرمنی میں تو لڑکوں میں علیحدہ ہے اور لڑکیوں میں علیحدہ ہے۔ اب آپ بھی بنائیں۔

❁ ... **ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا** کہ جو واقفین نو ہیں اور پندرہ سال کی عمر کے بعد وقف کر چکے ہیں اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ مزید تعلیم کے لئے کوئی بھی فیلڈ اختیار کرنے سے قبل مرکز سے دریافت کریں تو مرکز اُن کو بتائے گا کہ مرکز کو کس پروفیشن کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نے اس پروفیشن کے علاوہ کچھ کرنا ہے تو پھر آپ کو مرکز سے اجازت لینی پڑے گی اس کے بعد ہی کسی دوسری فیلڈ میں جا سکتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ خواہ آپ واقف نو، واقف زندگی کسی بھی فیلڈ میں ہوں، آپ کے لئے ضروری ہے کہ پانچوں نمازیں ادا کرنے والے ہوں، باقاعدہ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے ہوں۔ اور دین کا علم بھی رکھتے ہوں۔ مسلسل اپنے دینی علم میں اضافہ کرتے رہیں۔ خواہ آپ کی کوئی بھی فیلڈ ہو آپ کو دینی علم کے لحاظ سے تیار ہونا چاہئے۔ واقفین نو کی یہ کلاس آٹھ بج کر بیس منٹ پر ختم ہوئی۔

واقفاتِ نو بچیوں کی کلاس

اس کے بعد ''واقفات نو'' بچیوں کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ کلاس شروع ہوئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزہ ضحیٰ سعید نے کی اور اس کا انگریزی ترجمہ عزیزہ باسمہ قدیر نے اور اردو ترجمہ عزیزہ ندا سلمان نے پیش کیا۔ اس کے بعد عزیزہ ثوبانہ کنول نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث پیش کی:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا مَیں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں۔ ہم نے عرض کیا: جی حضور! ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، آپؐ تکیے کا سہارا لئے ہوئے تھے، جوش میں آ کر بیٹھ گئے اور بڑے زور سے فرمایا: دیکھو تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے۔ آپؐ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے چاہا کاش حضور خاموش ہو جائیں۔

(بخاری۔ کتاب الادب، باب حقوق الوالدین)

اس حدیث کا انگریزی ترجمہ عزیزہ علینا احمد نے پیش کیا۔ بعد ازاں عزیزہ فائزہ کلیم نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظم

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

خوش الحانی سے پڑھی۔

حضور انور نے انتظامیہ کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ پروگرام میں ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں ہے۔ ملفوظات کی تیاری نہیں کروائی۔ جتنا وقت لڑکوں کا تھا اتنا ہی آپ کا تھا۔ لڑکوں نے کر لیا، آپ بھی کر لیتیں۔

❁ ... ایک واقفہ نو طالبہ نے عرض کیا کہ مَیں کامرس کر رہی ہوں اور میرا پروگرام Human Resources Management کا ہے۔ اس کے بعد آگے کیا کروں؟ حضور انور نے فرمایا کہ وقف کرنا ہے۔ آسٹریلیا چھوڑ کر چلی جاؤ گی؟ اس پر بچی نے جواب دیا جہاں کے لئے حضور کہیں گے ہم چلے جائیں گے۔ حضور انور نے فرمایا کہ نظموں میں چلے جاؤ گے یا واقعی چلے جاؤ گے؟ نظموں میں تو بہت پڑھتے ہو کہ یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ حضور انور نے فرمایا کہ ٹھیک ہے لکھ کر بھیجو پھر بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔

❁ ... ایک بچی نے سوال کیا کہ حضور! اگر آپ کی بیٹی ہوتی اور وہ وقف نو میں ہوتی تو آپ اس کے لئے کیا پسند کرتے کہ وہ کس فیلڈ میں جائے۔

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری بیٹی تو ہے لیکن اُس وقت وقف نو تحریک نہیں تھی اس لئے وقف نو میں نہیں ہے۔ اور اس کے لئے مَیں کیا پسند کرتا؟ مَیں اس کی صحیح تربیت کرتا کہ وقف نو کیا چیز ہے تو اُسے خود اپنے لئے پسند کرنا چاہئے تھا کہ وہ کس طرح بہتر رنگ میں جماعت کی خدمت کر سکتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ باقی مَیں نے لڑکیوں کے لئے چھ سات مضامین بتائے ہوئے ہیں کہ ان میں سے انتخاب کر لو۔ ٹیچنگ اچھی ہے، میڈیسن اچھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو علم بڑے اچھے ہیں علم الادیان اور علم الاجسام۔ ایک دین کا اور دوسرا میڈیسن کا۔ تو میڈیسن میں جا سکتی ہیں۔ پھر Linguist عورتیں اچھی بن سکتی ہیں۔ زبانیں سیکھو اور لٹریچر کے تراجم کرو۔ پھر بعض لڑکیاں ریسرچ میں بھی جاتی ہیں، آرکیالوجی میں بھی گئی ہیں تو یا پھر دین کا علم سیکھو اور دین کا علم دوسروں کو بھی سکھاؤ۔ حضور انور نے فرمایا کہ ہر ایک کا اپنا اپنا انتخاب ہوتا ہے کہ کس فیلڈ میں جانا ہے، کس طرف رجحان ہے؟ جتنا بھی فری ہینڈ ملتا ہے ہم وقف نو کو دیتے ہیں، کوئی زبردستی نہیں ہے۔ کبھی کسی پر کوئی زور زبردستی نہیں کیا۔ اسی لئے چھ سات مضامین دیئے ہوئے ہیں کہ جو چاہو انتخاب کر لو اور ان میں سے جس فیلڈ میں جانا چاہتی ہو چلی جاؤ۔

حضور انور نے فرمایا کہ میری کلاسوں کی رپورٹس پڑھا کرو اور سنا کرو اور میری مختلف ملکوں کی کلاسوں کی جو رپورٹس ہوتی ہیں انہیں پڑھ لیا کرو یا MTA پر سن لیا کرو تو ہر ایک کو پتہ لگ جائے گا۔ اپنے آپ کو MTA سے جوڑیں۔ کالج اور یونیورسٹی کے جو طلباء، طالبات ہیں ان سے بھی علیحدہ علیحدہ کلاسیں ہوتی ہیں۔ یہ بھی دیکھا کریں اور ضرور سنا کریں۔ میرے خطبات بھی سب ضرور سنا کریں۔ امسال شروع میں میرا خیال ہے اپریل میں شاید وقف نو کے بارہ میں خطبہ دیا تھا۔ وہ دیکھیں اور پڑھیں۔ پھر اسی طرح اس سال بھی اور پچھلے سال بھی مَیں نے یوکے میں وقف نو کے اجتماع پر جو ایڈریس کئے تھے وہ پڑھیں۔ یہ دونوں ایڈریس انگریزی میں تھے۔

❁ ... ایک واقفہ نو طالبہ نے عرض کیا کہ مَیں نے پاکستان سے .B.A کیا تھا۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ ہسٹری، اسلامیات مضامین ہوں گے اور انگریزی لازمی ہوتی ہے۔ اس پر لڑکی نے عرض کیا کہ ایسے ہی ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ میرے علم میں ہے ایسے ہی ہوتا ہے۔ بس .B.A کر لو تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ ڈگری نہیں لی حالانکہ سوچ سمجھ کر کوئی مضمون، فیلڈ اختیار کرنی چاہئے۔ اب تم یہاں آ گئی ہو تو انگلش میں داخلہ لو اور پہلے انگلش میں ڈپلومہ لو اور پھر ڈگری کرو اور پھر ہماری ترجمہ کرنے والی ٹیم میں شامل ہو جاؤ جو اردو سے انگریزی زبان میں ترجمہ کرتی ہے۔ تمہارے لئے مَیں یہی پسند کر رہا ہوں کہ انگلش زبان سیکھو اور اتنی پالش کرو کہ Eloquent ہو جاؤ کہ اچھی طرح تراجم کر سکو۔

❁ ... ایک بچی نے عرض کیا کہ مَیں نے بھی پاکستان سے گریجوایشن کی ہوئی ہے۔ سائیکالوجی اور سوشیالوجی میرے مضامین تھے۔ ''اسلام آباد کالج فار گرلز'' سے پڑھی ہوں۔ حضور انور کے دریافت فرمانے پر بچی نے بتایا کہ انگلش میڈیم تھا۔ جس پر حضور انور نے فرمایا شکر ہے کچھ بہتر ہوا۔ بچی نے عرض کیا کہ اب مَیں اپنے میاں کے ساتھ آسٹریلیا میں ہوں اور میرے دو بچے بھی ہیں۔ حضور انور نے فرمایا اگر ساتھ ساتھ پڑھائی کر سکتی ہو تو کر لو۔ پہلے اپنی انگریزی زبان پالش کرو، پھر سائیکالوجی Anthropology میں داخلہ مل جائے تو کر لو۔ بچی نے بتایا کہ مَیں نے انگلش کا کورس چھ ماہ کا کیا تھا۔ اب چلڈرن سروسز میں ڈپلومہ کر رہی ہوں۔

حضور انور نے فرمایا: یہ بھی ٹھیک ہے۔ چلڈرن سروسز میں بھی تو سائیکالوجی پڑھاتے ہیں۔ ٹھیک ہے یہ کر لو اور میرا خیال ہے کہ پھر ٹیچنگ میں چلی جاؤ۔

❁ ... ایک بچی نے سوال کیا کہ حضور انور کی زندگی میں کوئی ایسا موقع تھا جس سے حضور کو یہ لگا ہو کہ خدا تعالیٰ نے حضور کی فوراً مدد کی ہے۔ اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: بڑے بڑے ایسے مواقع آئے ہیں جب خدا تعالیٰ نے فوراً مدد کی ہے۔

ایک دفعہ ایک میرا کام تھا جو مَیں نے اپنے والد سے کہنا تھا کہ وہ کر دیں۔ لیکن مَیں نے ان سے کہا نہیں تھا کیونکہ میری عادت میں جھجک تھی کہ مانگوں گا نہیں اور پندرہ منٹ کا ٹائم تھا۔ اللہ میاں کو مَیں نے کہا یہ پندرہ منٹ ہیں اگر میرا کام ہو جائے تو مجھے ایمان تو پہلے ہی ہے اور بھی یقین ہو جائے گا۔ 12 منٹ گزر گئے، 13 منٹ گزر گئے، 14 منٹ گزر گئے اور پندرھویں منٹ میں میرے ابّا نے مجھے بلایا اور جو کام تھا، میرے دل میں جو خواہش تھی کہ پوری ہو جائے وہ ابّا نے پوری کر دی۔ اسی طرح اَور بھی بہت سے موقعے ہیں۔

❁ ... ایک بچی نے سوال کیا کہ کیا حضور کو میلبورن شہر (Melbourne) اچھا لگا؟ حضور انور نے فرمایا آپ نے جو یہاں اپنا سینٹر لیا ہے بہت خوبصورت جگہ لی ہے لیکن اس میں ابھی پلاننگ مزید بہتر ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آج مَیں تھوڑے وقت کے لئے سیر کرنے گیا تھا۔ یہاں قریب ہی Botanical Garden دیکھا ہے۔ پھر وہ جو پہاڑی پر اونچی جگہ ہے۔ Dandenong اس کا نام ہے۔ وہاں میلبورن شہر کا نظارہ اچھا لگا۔ حضور انور نے فرمایا ہر جگہ اچھی ہوتی ہے۔ اگر تم لوگ اچھے ہو اور اچھی بن جاؤ تو چیزیں بھی اچھی ہو جائیں گی۔

❁ ... ایک بچی نے سوال کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کیوں

نظر نہیں آتا؟

اس سوال کا جوب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو ایک نور ہی نور ہے، وہ کس طرح نظر آسکتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی قدرتیں نظر آتی ہیں۔ جب تم دعا کرتی ہو اور وہ قبول ہوتی ہے تو دعا کی قبولیت میں خدا تعالیٰ کا نظر آنا ہی ہے۔ ابھی مَیں نے آپ کو بتایا ہے کہ مَیں نے اللہ میاں کو کہا کہ پندرہ منٹ ہیں اور مَیں چاہتا ہوں کہ اس میں میرا کام ہوجائے تو اللہ تعالیٰ نے میری خواہش پوری کردی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جو ساری Creation ہے، پودے ہیں، Vegetation ہے اور آسٹریلیا تو Flora and Flova مشہور جگہ کہلاتی ہے تو یہ جو ساری چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ ویسے کہتے ہیں کہ پلانٹ کے اگر پتے نہ ہوں تو جو کلوروفِل ہے اس کے ساتھ پلانٹ کی زندگی بنتی ہے اور پتے ہوہیں اپنا رول play کررہے ہوتے ہیں۔ لیکن مَیں نے یہاں ایسے پودے بھی دیکھے ہیں کہ صرف ایک سٹک ہے اور وہی پتوں کا رول بھی ادا کررہی ہے اور اس سٹک کے اوپر ایک بہت بڑا خوبصورت سا رنگ برنگا پھول لگا ہوا ہے۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک قدرت ہی ہے۔...... ہر چیز جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اس کو غور سے دیکھو تو وہیں اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے۔

❁... ایک واقفہ نو نے سوال کیا کہ جب ہماری شادی ہوتی ہے تو ہمارے اوپر گھر، فیملی کی یا بچوں کی ذمہ داری آتی ہے، اُس وقت ہم اپنے وقف نو ہونے کا رول صحیح طریقے سے کیسے ادا کرسکتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ پانچوں نمازیں فرض ہیں وہ پڑھو۔ اگر تہجد پڑھ سکتی ہو تو وہ پڑھو، قرآن شریف پڑھو، اس کا ترجمہ پڑھو۔ اگر لجنہ کا کوئی کام تمہارے سپرد ہوتا ہے تو وہ جس حد تک ہوتا ہے وہ کرو۔ پھر سب سے بڑی ذمّہ داری یہ ہے کہ جو بچے ہیں ان کی ایسی تربیت کرو کہ ان کا اللہ سے تعلق پیدا ہوجائے۔ خاوند کو یہ Realise کرواؤ کہ مَیں وقف نو ہوں اور میرا کام یہ ہے کہ اپنی بھی تربیت کرنا اور اپنے گھر کی بھی تربیت کرنا۔ اپنے بچوں کی تربیت کرنا اس لئے تم بھی اس میں میرا ساتھ دو۔ کیونکہ اگر خاوند، باپ بچوں کی تربیت میں اپنا رول ادا نہ کررہا ہو تو پھر بچوں کی تربیت صحیح نہیں ہوتی۔ تو سب سے بڑی ذمّہ داری گھر کی ہے اور تم لوگوں کے لئے یہی بہت بڑا ثواب ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی۔ اس نے کہا ہمارے جو خاوند ہیں وہ کماتے ہیں، جہاد پر بھی جاتے ہیں، چندے بھی دیتے ہیں اور بہت سارے ایسے کام کرتے ہیں جو باہر مرد کرتے ہیں۔ ہم عورتیں وہ کام گھروں میں نہیں کرسکتیں تو کیا یہ جہاد اور چندہ دینے کا جو ثواب ہے وہ ہمیں بھی ملے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ملے گا کیونکہ تم اُن کے گھر کی اچھی طرح نگرانی کرتی ہو اُن کے بچوں کی تربیت کرتی ہو اور اُن کی غیر حاضری میں بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہو۔ پھر جو نیک نسل پیدا ہورہی ہے اس وجہ سے تو تمہیں بھی اس کا اتنا ہی ثواب ملے گا۔ پھر یہ بھی برداشت کرتی ہو کہ اپنے خاوندوں کو بھیجتی ہو کہ جاؤ دین کی خدمت کرو۔ اور اگر خاوند دنیا کی خدمت بھی کر رہا ہے دین کی نہیں بھی کررہا تو یہ بھی حدیث میں ہے کہ عورت جو ہے وہ گھر کی نگران ہے۔ پس ذمّہ داری جو وقف نو کی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نئی نسل کو احمدیت پر قائم کرو۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق جوڑو۔

❁... ایک بچی نے سوال کیا کہ جب ہم سکول جاتے ہیں تو ہمیں کونسی عمر میں سر پر سکارف لینا چاہئے؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ جب تم پانچ سال کی ہوتی ہو تو تمہیں فراک بغیر Legging کے نہیں پہننی چاہئے۔ تمہاری ٹانگیں ڈھکی ہوئی ہونی چاہئیں تاکہ تمہیں احساس ہو کہ اب آہستہ آہستہ ہمارا لباس ڈھکا ہوا ہونا چاہئے۔ Sleveless فراک نہیں پہننی چاہئے۔ پھر جب تمہاری چھ سات کی عمر ہو تو Legging پہن کر سکول جاؤ اور جب تم دس سال کی ہوجاتی ہو تو تھوڑا سا سکارف لینے کی عادت ڈالو اور تم گیارہ سال کی ہوجاتی ہو تو پھر پوری طرح سکارف لو۔ سکارف تو یہاں بھی لوگ سردیوں میں لے لیتے ہیں۔ سردی ہوتی ہے تو اپنے کان وغیرہ لپیٹ لیتے ہیں،، وہ سکارف ہی ہوتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ بعض لڑکیاں دس سال کی عمر میں بھی چھوٹی نظر آتی ہیں اور بعض دس سال کی عمر میں بارہ سال کی لڑکی کی طرح نظر آتی ہیں۔ قد لمبے ہوجاتے ہیں۔ تو ہر لڑکی دیکھے کہ وہ اگر بڑی نظر آتی ہے تو پھر اس کو سکارف لے لینا چاہئے۔ چھوٹی عمر میں سکارف لینے کی عادت ڈالو پھر شرم نہیں آئے گی۔ نہیں تو پھر ساری عمر شرماتی رہوگی۔ اگر تم کہوگی کہ 12 سال کی عمر میں، 13 سال کی عمر میں، 14 سال کی عمر میں جاکر سکارف لوں گی تو پھر سوچتی رہوگی اور تمہیں شرم آجائے گی۔ پھر تم کہوگی کہ اب اگر مَیں نے سکارف لیا تو کہیں لڑکیاں میرا مذاق نہ اڑائیں اور مجھ پر ہنسیں گی۔ اس لئے سکارف لینا عادت ڈالو کہ کبھی کبھی سکارف سات، آٹھ، نو سال کی عمر میں لینا شروع کردو۔ لڑکیوں کے سامنے بھی لو تاکہ تمہاری جو شرم ہے وہ ختم ہوجائے۔ اور جب تم بڑی نظر آؤ تو پوری طرح سکارف لو، تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

ہاں جو بڑی ہیں ان کو علم ہونا چاہئے کہ پردے کا مقصد یہ ہے کہ حیا ہونی چاہئے۔ جو یورپین ہیں یا ویسٹرن Influence کے اندر آتے ہیں پرانے زمانے میں ان کے لباس بھی لمبے ہوتے تھے۔ لمبی میکسی فراک ہوتی تھی۔ اب تو یہ ننگے پھرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جو مرد ہے وہ اچھا Well Dressed تب کہلاتا ہے جب اس نے ٹراؤزر پورا پہنا ہو، کوٹ پہنا ہو، ٹائی لگائی ہو اور عورت کو کہتے ہیں کہ تم WelDressed اُس وقت ہوگی جب تم نے مِنی سکرٹ پہنی ہو۔ حضور انور نے فرمایا کہ مجھے ان کا یہ فلسفہ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے مردوں کو نہ دیکھو۔ عورتیں خود بھی اپنے آپ کو ننگا کرکے اپنی بے عزّتی کرواتی ہیں۔ پس ایک احمدی لڑکی، احمدی عورت کا وقار اسی میں ہے کہ اپنی حیا کو قائم کرے اور اصل چیز حیا ہے اور یہ حیا ہی ہے جو دوسروں کو تمہارے اوپر غلط نظر ڈالنے سے روکتی ہے۔

❁... ایک واقفہ نو نے سوال کیا کہ جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے تو عورت کو کونسی ایسی دعا مانگنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک بنائے۔ اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ اس کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ جو بھی پیدائش ہونے والی ہے اللہ تعالیٰ اس کو نیک اور صالح بنائے۔ دین پر قائم رہنے والا بنائے، صحت مند ہو، کسی بھی طرح نہ مجھے شرمندہ کرے، نہ خاندان کو شرمندہ کرے، نہ جماعت کو شرمندہ کرنے والا ہو، دین پر قائم رہنے والا ہو۔ جس طرح حضرت مریمؑ کی والدہ نے دعا کی تھی کہ جو میرے پیٹ میں ہے مَیں اسے اللہ تعالیٰ کی نذر کرتی ہوں۔ نذر کرنے کا مطلب کیا ہے کہ مَیں یہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ تیرے جو حکم ہیں ان پر چلنے والی ہو، ان کے مطابق عمل کرنے والی ہو۔ نیکیوں پر قائم رہنے والی ہو، مَیں اسے تیرے سپرد کرتی ہوں، تیرے دین کی خاطر۔

تو یہ کوشش کرو۔ یہ دعا کرو کہ بچہ دین پر قائم رہے۔ ابھی لڑکوں کی کلاس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھا گیا تھا کہ دین کو حاصل کرنے کی کوشش کروگے تو دنیا خود ہی مل جائے گی۔ جو دنیا کے پیچھے پڑے رہتے ہیں کچھ تھوڑا سا کما لیتے ہیں لیکن ہر وقت فکر ہی رہتی ہے۔ ان کو ہر وقت یہی فکر رہتی ہے کہ اب اتنے پیسے کم ہوگئے، اتنے زیادہ ہوگئے۔ بینک بیلنس میں کمی آگئی۔ آج بلڈ پریشر ہوگیا، آج شوگر ہائی ہوگئی۔ فکریں ان کو بھی پڑی رہتی ہیں۔ حضور انور نے فرمایا: مَیں ایک ہندو آدمی کو جانتا ہوں۔ سندھ میں کُنری میں رہتا تھا۔ وہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اس پر انٹرسٹ بڑا ملٹی پلائی ہوتا رہتا تھا۔ تو پھر لوگ قرض کے عوض اس کے پاس عورتوں کے سونے کے زیور رکھواتے تھے۔ اس طرح اس نے کافی سونا اکٹھا کرلیا تھا۔ میرا خیال ہے کوئی چالیس پچاس کلو سونا اس کے گھر میں پڑا تھا۔ وہ یہ سونا بینک میں نہیں رکھواتا تھا کہ کہیں بینک والے کھا نہ جائیں۔ اس نے زمین میں ایک گڑھا کھودا ہوا تھا اور ایک سیف بنایا ہوا تھا اور اُس میں سونا رکھتا تھا اور اس کے اوپر اپنی چارپائی رکھی ہوئی تھی اور وہاں سوتا تھا کہ رات کو کہیں کوئی چور ہی نہ آجائے۔ اور رات کو کئی دفعہ جاگتا تھا کہ پتہ نہیں کہ سونا ہے یا نہیں۔ تو ایک روز اِسی غم میں کہ کہیں کوئی سونا تو نہیں لے گیا، اُس کو ہارٹ اٹیک ہوگیا اور یہ فوت ہوگیا، سونا وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اس کا جو بیٹا تھا وہ ذرا عیاش طبع تھا۔ اس نے سونا نکالا اور جو دنیا کی چیزیں استعمال کی تھیں، وہ لیں اور سونا ختم ہوگیا اور اس کے بھی کام نہیں آیا۔ تو جو تم نے سوال کیا ہے کہ بچے کے لئے کیا دعا کرنی چاہئے تو بچے کے نیک اور دیندار ہونے کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ ایسی چیز جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے ویسے بچے ہوں۔ پس یہ دعا ہو اور اس طرح بچے کی تربیت ہو۔

❁... ایک واقفہ نو نے سوال کیا کہ جب ہم رمضان میں روزے رکھتے ہیں تو کس عمر میں روزے رکھنے شروع کریں؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: تم پر تب روزے فرض ہوتے ہیں جب تم پوری طرح میچور (Mature) ہوجاؤ۔ اگر تم طالبعلم ہو اور تمہارے امتحان ہورہے ہیں۔ ان دنوں میں اگر تمہاری عمر تیرہ، چودہ یا پندرہ سال ہے تو پھر تم روزے نہ رکھو اور اگر تم برداشت کرسکتی ہو پندرہ یا سولہ سا کی عمر میں تو پھر ٹھیک ہے۔ لیکن عموماً جو فرض روزے ہیں سترہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں یا اس کے بعد بہرحال رکھنے چاہئیں۔ اور یہ فرض ہوتے ہیں۔ باقی آٹھ دس سال کی عمر میں اگر شوقیہ دو تین، چار یا پانچ روزے رکھنے ہیں تو رکھ لو لیکن فرض کوئی نہیں ہیں۔ فرض تم پر اُس وقت ہوں گے جب تم بڑی ہوجاؤ گی اور جب روزوں کو برداشت کرسکوگی۔

حضور انور نے دریافت فرمایا: یہاں سحری اور افطاری میں کتنا فرق ہے؟ حضور انور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ سردیوں میں تو بارہ گھنٹے کا ہوتا ہے لیکن گرمیوں میں تو انیس گھنٹے کا ہوتا ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: تو بس انیس گھنٹے تو تم بھوکی نہیں رہ سکتیں۔ یوکے میں جو گزشتہ روزے گزرے ہیں۔ ساڑھے اٹھارہ گھنٹے کے روزے تھے اور سویڈن وغیرہ میں تو بعض علاقوں میں بائیس گھنٹے کے روزے ہوتے ہیں۔ وہاں تو بہرحال ایڈجسٹ کرنا پڑتا ہے۔ اتنا لمبا روزہ تو نہیں رکھا جاسکتا۔ لیکن برداشت اُس وقت ہوتی ہے جب تم جوان ہوجاتی ہو۔ سترہ اٹھارہ سال کی کم از کم ہوجاؤ تو پھر ٹھیک ہے۔ پھر روزے رکھو۔

حضور انور نے فرمایا: دس گیارہ سال کی عمر میں عادت ڈالنے کے لئے دو تین روزے رکھ لینے چاہئیں۔ ہر رمضان میں چھوٹے بچوں کو بھی پتہ چلے کہ رمضان آرہا ہے۔ لیکن روزے نہ بھی رکھنے ہوں تو صبح اٹھو۔ اماں ابّا کے ساتھ سحری کھاؤ، نفل پڑھو، نمازیں باقاعدہ پڑھو۔ تم لوگوں کا رمضان یہی ہے۔ سٹوڈنٹس اور بچیاں رمضان میں اٹھیں اور ضرور سحری کھائیں۔ نفل پڑھیں، سحری سے پہلے دو یا چار نفل پڑھ لیں۔ پھر نمازیں باقاعدہ پڑھیں۔ قرآن شریف باقاعدہ پڑھیں۔

واقفات نو بچیوں کی یہ کلاس نو بجے ختم ہوئی۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز مغرب وعشاء جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

(باقی آئندہ)

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل ۲۲ نومبر ۲۰۱۳ء)

اسلام اور امنِ عالم

(قیامِ امن کے تقاضے اور ذرائع۔ اسلام اُنہیں کس رنگ میں پورا کرتا ہے)

محمد کریم الدین شاہد۔ قادیان

سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دَور میں جہاں ہمیں بے شمار سہولتیں میسّر آئی ہیں وہاں اِس نئے زمانے کا المیہ یہ ہے کہ انسان آج اِس مشینی دَور میں خود بھی مشین کا ایک پُرزہ بنتا چلا جارہا ہے۔ جو جذبات و احساسات سے عاری ہو کر صرف اپنے محور میں کام کرنے کا عادی ہے جس کے نتیجے میں مادّہ پرستی، خودغرضی اور مفاد پرستی کا بول بالا ہے۔ اور اس پر طُرّہ یہ کہ سائنسی ایجادات نے تباہ کن ہتھیاروں کا ایک بھیانک اور خوفناک انبار لگا دیا ہے۔ ہتھیاروں کی اِس بدترین دوڑ میں ہر ملک دوسرے ملک سے سبقت لے جانے پر تُلا ہوا ہے۔ دو عالمگیر جنگیں اور اُن کے بھیانک نتائج تو ہم دیکھ چکے ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم میں جاپان کے دو بڑے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر جو تباہی کی گئی اُس کے بداثرات کا اب تک کئی نسلیں خمیازہ بھگت رہی ہیں۔ اور اگر اسی طرح کے دھماکہ خیز حالات برقرار رہے تو وہ دن دُور نہیں جب ایٹم بموں کے دھماکوں سے ساری دنیا موت کی گود میں ابدی نیند سو جائے گی اور باقی جو بچ رہیں گے اُن کی حالت مُردوں سے بدتر ہو جائے گی۔ ان حالات سے یہ بات بڑی وضاحت سے سامنے آجاتی ہے کہ اِس زمانے میں ہم تمام بنی نوع انسان عالمگیر طور پر ایک بہت ہی نازک دَور سے گزر رہے ہیں۔ بلا شک بحیثیت انسان ہم نے بڑی غلطیاں کی ہیں اور کر رہے ہیں۔ اور انہی غلطیوں کے سبب تیسری عالمگیر جنگ کے امکان کو ختم کرنے کی بجائے اُسے قریب سے قریب تر لاتے جارہے ہیں۔

اِس خطرے کو روکنے کے عموماً دو طریق ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ طریق ہے جو آج کی بڑی قوموں نے اپنایا ہوا ہے اور وہ ہے تیسری عالمگیر جنگ کو ٹالنے کا طریق۔ اس کے لئے وہ زیادہ سے زیادہ ہتھیار بنا کر اور اُن کی ہلاکت خیزی میں روز بروز اضافہ کر کے خوف اور دہشت کی فضا کو فروغ دے رہے ہیں۔ مگر یہ طریق خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس سے جنگ کا امکان ختم نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اندر ہی اندر پکنے والا لاوا کسی دن اچانک پھوٹ سکتا ہے۔ پھر اس سے جو تباہی ہوگی اُس کے تصوّر ہی سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

دوسرا طریق اِس خطرے اور بدامنی کے سدّ باب کا یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے اور مفاہمت کے جذبے کو فروغ دینے کی کوشش کریں۔ ایک دوسرے سے پیار کرنا سیکھیں۔ باہم دوستی کی فضا پیدا کریں۔ خود غرضی کی بجائے پوری نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کو مدّنظر رکھیں۔ موجودہ خطرناک صورتِ حال کی اصلاح کا یہی اصل طریق ہے۔

حضرات! امن کی خواہش کے باوجود لوگوں کو اُس وقت تک امن میسّر نہیں آسکتا جب تک مختلف قسم کی مخلوق کے لئے کسی ایک قاعدے کے ماتحت امن کا حصول نہ ہو۔ کیونکہ دنیا کے انسانوں میں ہزاروں اختلافات ہیں۔ اُن کے مفاد مختلف، جذبات مختلف، خواہشات مختلف اور ضرورتیں مختلف، ان متضاد باتوں کے ہوتے ہوئے امن تبھی قائم ہوسکتا ہے جب ساری دنیا خدا تعالیٰ کے قائم کردہ اور اُس کے پسندیدہ مذہب ''اسلام'' پر عمل پیرا ہو جو امن دینے والا اور سلامتی کا حامل ہے۔ اسلام نے بین الاقوامی سطح پر امن و آشتی، باہمی محبت و پیار، شرفِ انسانی کے قیام اور انسانی حقوق کے احترام کی جو تعلیم دی ہے وہ ہر لحاظ سے مکمل مفید، بے مثال اور قیامِ امن کی ضامن ہے۔ اسلام نے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے وہ الملک القدوس السلام (حشر) کا تصور ہے۔ یعنی وہ امن دینے والا ہے۔ اُس کا نام سلام ہے۔ جب تک کوئی انسان سلامتی اختیار نہ کرے اس وقت تک وہ خدا کا پیارا نہیں بن سکتا۔ اِسی لئے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان (امن پسند شہری) محفوظ رہیں۔ (بخاری کتاب الایمان) نیز فرمایا ''مومن وہ ہے جن سے دوسرے تمام انسان امن میں رہیں۔

(مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ مطبوعہ بیروت)

سامعین کرام! یہ کس قدر ظلم اور ستم ظریفی ہے کہ اسلام جس کے معنی ہی امن و آشتی اور صلح و شانتی کے ہیں اور جس نے خدائے سلام کا تصور پیش کیا ہے اور جس کے قیام کی غرض ہی دنیا کو فتنہ و فساد اور بدامنی سے بچانا اور تمام بنی نوعِ انسان کو خدائے واحد کا پرستار اور سلامتی کا علمبردار بنانا ہے اُس پاکیزہ مذہب کو بعض نادان ازراہ تعصب دہشت گرد مذہب بتانے لگے تاکہ دنیا اس کے حُسن اور خوبی سے متاثر نہ ہوجائے۔ گزشتہ چند دہاکوں سے تو یہ پروپیگنڈا شدّت اختیار کر گیا ہے۔ اور ''اسلامی دہشت گردی'' کی اصطلاح کو اسلام کے خلاف بلا جھجک استعمال کیا جارہا ہے۔ عوام کی بات تو جانے دیں، دو ماہ قبل جرمنی میں پوپ بینی ڈکٹ جو عالم مسیحیت کے روحانی پیشوا ہیں، انہوں نے بھی اپنے ایک خطاب میں اسلام کو دہشت گرد مذہب قرار دیا۔ اور جب اُن کے اِس بیان کے خلاف مسلمانوں نے عالمگیر طور پر شدید احتجاج کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہا کہ مَیں نے ایک جرمن مصنّف کے حوالے سے یہ بیان کی ہے۔ حالانکہ اتنے بڑے روحانی منصب پر فائز رہتے ہوئے اُن کا یہ فرض بنتا تھا کہ ایسے مصنّف کی بات کی تحقیق کرتے۔ اسلامی اُصول و تعلیمات کا خود مطالعہ کرتے پھر اُس کے بعد موازنہ کرتے کہ مسیحیت اور اسلام نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے جو تعلیمات پیش کی ہیں اُن میں کتنی یکسانیت ہے اور کتنا اختلاف ہے؟ بلکہ پوپ بینی ڈکٹ کو یہ بھی دیکھنا چاہئے تھا کہ دو عالمگیر جنگیں جو لڑی گئی ہیں وہ کس کے خلاف لڑی گئی ہیں؟ عیسائیوں نے عیسائیوں کے خلاف ہی یہ جنگیں کی ہیں لیکن کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ مسیحی دہشت گردی ہے۔ پھر امریکہ نے حال ہی میں عراق کو تباہ و برباد کیا اور اب وہ ایران کو اپنی آنکھیں دکھا رہا ہے جبکہ ایسا کرنے کا اُس کا کوئی حق نہیں ہے مگر کوئی نہیں کہتا کہ یہ مسیحی دہشت گردی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے پہاڑی وعظ میں عیسائیوں کے لئے یہ واضح ہدایت موجود ہے کہ اگر کوئی تیرے داہنے گال پر تھپّڑ مارے تو بایاں بھی اس کی طرف پھیر دے۔ یعنی پلٹ کر حملہ نہ کرو اور بدلہ نہ لو۔ لیکن اس کے برخلاف مسیحیوں نے بے شمار صلیبی جنگیں لڑی ہیں۔ ''اہنسا پرمودھرما'' کے اصول کے باوجود حضرت رام چندر جی نے راون سے یُدھ کیا۔ حضرت کرشن جی نے کوروں کے مقابلہ میں پانڈووں کا ساتھ دیا اور مہا بھارت کی جنگ لڑی کیونکہ ظلم بدی اور ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بھی ایک ظلم ہے۔ اسی لئے یہ یُدھ کئے گئے۔ لیکن کوئی مؤرّخ، کوئی مبصّر اور کوئی جرنلسٹ بھی اِن جنگوں کو دہشت گردی قرار نہیں دیتا۔

لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جب بانئ اسلام سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی انتہا ہونے پر اپنے حقوق کی حفاظت اور قیام امن کے لئے مدافعانہ (Defencive) جنگیں لڑیں تو غیر مسلم مؤرخین، مبصّرین اور خصوصاً عیسائی مستشرقین نے ان جنگوں کو ظلم و تعدّی اور بزورِ شمشیر دینِ اسلام کو پھیلانے کا باعث قرار دے کر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اب تک کرتے چلے جارہے ہیں۔ جبکہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جنگوں کے ایّام میں اسلام کی ترقی برائے نام ہوئی لیکن جب ۶ سنہ ھجری میں صلح حدیبیہ کے تحت دس سال تک جنگ بندی کا معاہدہ ہوا تو اس امن کے عرصہ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیلا ہے اور آخر کار فتح مکّہ عمل میں آئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جنگیں تو اسلام کی ترقی میں رُکاوٹ کا باعث بنی رہیں۔ موجودہ زمانے میں اگر بعض مسلمان اسلامی تعلیمات کے برخلاف بدامنی اور دہشت گردی میں ملوّث ہوتے ہیں تو اس کا دوش اور الزام اسلام پر لگانا سراسر ناانصافی ہے۔

آیئے! اب میں آپ کے سامنے وہ اُصول اور تعلیمات بیان کرتا ہوں جو اسلام نے قیامِ امن کے لئے بطور بنیاد اور لازمی قرار دی ہیں۔

اسلام نے تمام بنی نوع انسان اور تمام اہل مذاہب کو اس بات پر غور کرنیکی دعوت دی ہے کہ مذہب کا نقطہ مرکزی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کوئی اس کو پرمیشور اور بھگوان کہتا ہے۔ کوئی خدا اور God کہتا ہے اور کوئی اس کو واہگورو کے نام سے یاد کرتا ہے۔ لیکن ناموں کے اختلاف سے خدا کی ذات تو الگ الگ نہیں بن جاتی۔ جس نام سے بھی اس کو پکاریں تمام اچھے نام اُسی کے ہیں۔ ربّ تو سب کا ایک ہی ہے۔ اسلام نے اس تعلق میں خدا تعالیٰ کی ذات کو ربّ العالمین کے طور پر پیش کیا ہے کہ وہ سب جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ وہ صرف مسلمانوں کا ربّ نہیں بلکہ سب اقوام کا ربّ ہے۔ اس رنگ میں اگر خدا تعالیٰ کی صفات اور انسانوں سے اُس کے سلوک پر غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جس طرح خدا ہندوؤں کی پرورش کر رہا ہے اُسی طرح عیسائیوں، مسلمانوں اور دوسری اقوام کی بھی پرورش کر رہا ہے۔ اُس کے سلوک میں کوئی بھید بھاؤ نہیں ہے بلکہ خدا تو اُس کی بھی پرورش کر رہا ہے جو اُس کو گالیاں دینے والا ہے۔ خدا تو اُس کو بھی اپنی نعمتوں سے نواز رہا ہے جو اُس کے وجود ہی کا منکر ہے۔

پس اسلام ہمیں یہی سکھاتا ہے کہ جس طرح ہمارا رب اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں دونوں سے یکساں سلوک کر رہا ہے اس طرح ہمارا بھی عمل ہونا چاہئے کہ ہر انسان کو انسان سمجھتے ہوئے، اُس کی مخلوق سمجھتے ہوئے اُس کے ساتھ پیار، محبت اور ہمدردی کا سلوک کریں خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ۔الخلق عیال اللہ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ (بیہقی فی شعب الایمان) یعنی تمام مخلوقات اللہ کی عیال یعنی اُس کا پریوار اور کنبہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات میں سے وہ شخص سب سے زیادہ پیارا اور پسندیدہ ہے جو اُس کے پریوار (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ اِسی بناء پر جماعت احمدیہ کا نعرہ ہی یہی ہے کہ "Love For All Hatred For None" محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں۔ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اپنی کتاب ''سراج منیر'' صفحہ ۲۸ میں فرماتے ہیں:-

''ہمارا یہ اصول ہے کہ کُل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اُس کے گھر میں آگ لگ گئی ہے اور یہ نہیں اُٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اُس کے چھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو مَیں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ مَیں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن ہے اُن کے عقائد کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اور اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خدا کی جناب میں ہے نہ کسی اَور عدالت میں اور باایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔''

حضرات! تعصب دُور ہو کر ہمدردی کا یہ جوش اُس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک ہم ایک دوسرے کے پیشوایان اور مذہبی بزرگوں کا احترام نہ کریں۔ جب تک ہمارا یہ نظریہ نہ ہو کہ سب مذہبی بزرگ دراصل خدا کی طرف سے سچے ریفارمر تھے جن کو خدا نے اپنے اپنے وقت پر دنیا کی ہدایت و اصلاح کے لئے بھیجا تھا، تب تک دلوں میں خلوص۔ محبت اور پیار پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو شخص کسی مذہب کے پیشوا اور بزرگ کو جھوٹا اور فریبی سمجھتا ہے وہ اُس کے مذہب اور اُس مذہب کے ماننے والوں کو کب مخلص سمجھے گا۔ اور یہیں سے نفرت۔ حسد اور بُغض کا بیج بڑھتے بڑھتے تعصب و عداوت کا تناور درخت بن جاتا ہے۔ جس کو ظاہری طور پر اگر کاٹ بھی دیا جائے تو اُس کی جڑیں پاتال تک باقی رہتی ہیں۔ اس کو ختم کرنے کے لئے اسلام نے یہ زریں اُصول سکھایا ہے کہ ہر قوم کے بزرگوں کا احترام لازمی ہے کیونکہ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد: آیت ۸) ہر قوم کی طرف خدا کے فرستادہ اور ہادی آئے ہیں۔ اور فرمایا: وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر: آیت ۲۵) دنیا کی ہر قوم کی طرف خدا کے رشی منی اَوتار اور پیغمبر آئے ہیں۔ اس سنہری اصل کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا سچا پیرو ہوگا وہ دنیا کی ہر قوم کے بزرگ و پیشوا کا احترام کرنا اپنا جزو ایمان سمجھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم حضرت مسیحؑ ہوں یا مہاتما بدھ۔ حضرت رام چندر جی ہوں یا حضرت کرشن جی یا حضرت بابا نانک صاحبؒ، سب کو خدا کا بزرگ مانتے ہیں اور سچے دل سے مانتے ہیں۔ کسی کو خوش کرنے کے لئے یا چاپلوسی کے طور پر نہیں بلکہ اس اُصول کو اپنے ایمان کا ایک حصّہ سمجھتے ہیں۔ کاش! کہ موجودہ دَور میں دنیا کی تمام قومیں اِس سنہری اُصول پر کاربند ہو جائیں تو فساد اور بدامنی کی فضا میں یکدم ایک عظیم انقلاب برپا ہوگا جو یقینا انسانیت کے لئے یومِ امن اور راہ نجات ثابت ہوگا۔

تیسری اہم بات جس کا مذہبی طور پر امن سے بڑا گہرا تعلق ہے، اسلام یہ بیان کرتا ہے کہ اہل مذاہب میں جو اُصول مشترک ہیں اُن کو باہمی تعلقات کے خوشگوار بنانے کے لئے بنیاد قرار دینا چاہئے۔۔ چنانچہ فرمایا:-

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا

(آل عمران: آیت ۶۴)

یعنی اے اہل کتاب! (کم از کم) ایک ایسی بات کی طرف تو آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ (اور وہ یہ ہے کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ گویا توحید کامل امن کے لئے بنیاد ہے اخوت اور مساوات توحید سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک باپ کی اولاد میں اگر اختلاف بھی ہو تو دو بھائی کبھی بھی آپس میں شریف النّسب ہونے پر نہیں لڑتے۔ اسی اصول کے مطابق بانی اسلام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو بطور مہمان مدینہ میں اپنی مقدس مسجد، مسجد نبویؐ میں ٹھہرایا اور جب اُن کی عبادت کا وقت آیا تو آپؐ نے کھلے دل سے فرمایا کہ یہ مسجد تو بنی ہی خدائے واحد کی عبادت کے لئے ہے تم اس میں اپنے طریق کے مطابق عبادت کر سکتے ہو۔ اسی اُصول کے مطابق تمام دنیا میں جہاں کہیں ہم مسجد بناتے ہیں وہاں ہمارا یہی اعلان ہوتا ہے کہ مسجد خدا کا گھر ہے، اس کے دروازے ہر اُس شخص کے لئے کھلے ہیں جو خدائے واحد کی عبادت کرنے والا ہے۔ اور اسی نظریئے کے مطابق دیگر مذاہب میں بھی قیام امن کے لئے جو تعلیمات پائی جاتی ہیں اُن میں تعاون کے لئے بلایا جائے تو جماعت احمدیہ ہر وقت اُن سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہے۔

چوتھی اہم بات قیام امن کے لئے یہ ملحوظ رکھنی چاہئے کہ دوسرے مذاہب کی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے اگر تنقید کی ضرورت پیش آئے تو جائز اور مناسب اور مہذّب رنگ میں تنقید کی اجازت ہے لیکن یہ خیال رہے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اور گندی زبان استعمال نہ کی جائے۔ چنانچہ اسلام کی تعلیم ہے:

لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (سورۃ الانعام: آیت ۱۰۹)

کہ تم بُت پرستوں کے بُتوں کو بھی گالیاں نہ دو نہیں تو وہ دشمن ہو کر عدم علم کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ گویا اسلام نے قیام امن کے لئے ایک طرف تو یہ تعلیم دی کہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو مان لو اور اُن کا احترام کرو۔ اور جو چیزیں سچی نہ تھی ان کے متعلق کہہ دیا کہ اُنہیں بُرا بھلا نہ کہو۔ یہ بات صرف نظریاتی حد تک نہیں تھی بلکہ عملاً آپؐ نے غیر مذاہب و اقوام سے اس کا مظاہرہ بھی فرمایا۔ چنانچہ مدینہ میں ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان اس بات پر جھگڑا ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰؑ میں سے کون افضل اور اُتم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو تلقین فرمائی کہ مجھے موسیٰؑ پر فضیلت مت دو۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاعراف) ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ لے جایا جا رہا تھا۔ آپؐ اُس نعش کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور صدمے کے آثار آپؐ کے روئے مبارک پر عیاں ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ میں سے ایک نے تعجب سے کہا حضورؐ! یہ تو یہودی کی نعش ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ لیکن اُس کی بھی جان تھی اور جان نکلنے میں شدید تکلیف ہوتی ہے۔

سامعین کرام! دنیا میں بدامنی و بے چینی کی ایک بڑی وجہ ذات پات اور اعلیٰ و ادنیٰ کی تفریق اور بھید بھاؤ ہے۔ اس لئے قیامِ امن

کے لئے اسلام پانچویں اہم بات یہ پیش کرتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ سب ایک باپ کی اولاد ہیں۔ اس لئے اُن سب میں برابری اور مساوات ہے۔ اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے سب سے پہلے انسانی اقدار کا تقدس قائم کیا۔ احترام آدمیت کی تعلیم دی اور انسانیت مانوتا یا Humanity کو رواج دے کر تمام بھید بھاؤ۔ چھوت چھات۔ ذات پات اور اونچ نیچ کے بندھنوں سے دکھی انسانیت کو آزاد کر دیا۔ اگرچہ آج کے دَور میں U.N.O نے Human Rights Charter یعنی منشور حقوقِ انسانی منظور کر کے تمام انسانوں میں مساوات، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کا حق دیا ہے۔ مگر ان تمام اقدارِ انسانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے عرب کی سرزمین میں عملاً قائم فرما دیا تھا۔ اقوام متحدہ کے بیان کردہ اُصول دنیا کے لئے نئے ہوں تو ہوں لیکن اسلام کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اسلام نے تمام قومی اور نسلی امتیازات مٹا کر مساوات کو قائم فرمادیا۔ اور بانگ دہل یہ اعلان فرمایا کہ

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ (الحجرات: ۱۴)

یعنی انسانوں کے جو مختلف قبائل اور خاندان نظر آتے ہیں یہ تو محض آپس میں شناخت اور پہچان کے لئے ہیں ورنہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت اور تعظیم کے لائق وہی لوگ ہیں جو سب سے زیادہ نیک ہوں۔

چنانچہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"اے لوگو! کان کھول کر سُن لو کہ تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ اور پھر کان کھول کر سُن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے۔ نہ گوروں کو کالوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کالوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے۔ سوائے ایسی ذاتی خوبی کے جس کے ذریعے کوئی شخص دوسروں سے آگے نکل جائے۔"

(مسند احمد بن حنبلؒ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف نظریئے کی حد تک یہ مساوات کی تعلیم نہیں دی بلکہ عملاً اس کو اپنے سماج میں رائج بھی کر دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ قریش کے ایک معزز گھرانے کی فاطمہ نامی مخزومی عورت جو بڑے گھر سے تعلق رکھتی تھی چوری کے کیس میں گرفتار کر کے لائی گئی۔ قریش کے لوگوں نے یہ خیال کر کے کہ بڑے گھرانے کی عورت ہے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے ذریعہ آپؐ کی خدمت میں اُس عورت کو چھوڑ دیئے جانے کی سفارش کی تا کہ اُس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہؓ کو تو یہ فرما کر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ کیا تم اللہ کی حدود میں شفاعت کرنے آئے ہو؟ اور پھر آپؐ نے تمام لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:-

"اے لوگو! تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے ہلاک ہوگئیں کہ جب کوئی شریف اور ذی حیثیت آدمی چوری کرتا تو لوگ اُسے چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اُس پر حد (سزا) جاری کر دیتے۔ اور خدا کی قسم ہے (تم اس فاطمہ مخزومی کی کیا بات کرتے ہو) اگر فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔"

(بخاری کتاب الحدود باب کراہیۃ الشفاعۃ فی الحدود)

اللہ! اللہ! کیسے زوردار الفاظ ہیں اور کس جلال کے ساتھ آپؐ نے اسلامی مساوات کو قائم فرمایا ہے کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے میں چاہے وہ ملکی عہدے ہوں سوشل اجتماع اور برادرانہ تعلقات ہوں۔ یا خادم و آقا کے تعلقات ہوں۔ بیاہ شادی۔ عورت مرد کے حقوق ہوں یا اقتصادی اُمور۔ حتیٰ کہ نماز جو عبادت کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے اُس میں بھی کوئی بھید بھاؤ نہیں رکھا گیا۔ ایک خادم یا نوکر مسجد میں پہلے آتا ہے تو وہ پہلی صف میں جگہ پائے گا اور ایک آقا یا مالک بعد میں آتا ہے تو وہ آخری صف میں بیٹھے گا۔ غرض خدا کے گھر میں بھی امیر و غریب۔ خادم و آقا۔ حاکم و محکوم۔ طاقتور اور کمزور سب برابر ہوتے ہیں ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

چھٹی اہم بات قیام امن اور اتحاد اقوام کے لئے اسلام یہ پیش کرتا ہے کہ دوسرے مذاہب میں بھی خوبیاں پائی جاتی ہیں اُن کا اعتراف کرنا چاہئے (البقرہ: آیت ۱۱۴) اس لئے اپنے مذہب کا پرچار کرنا ہے تو اس اُصول کو اپناتے ہوئے مہذبانہ اور حکیمانہ طور پر لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف بلاؤ (النحل: ۱۲۶) اور یہ کہ مذہبی پرچار میں جبر و تشدد اور زبردستی ہرگز اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ ہر انسان آزاد ہے ہر ایک کو آزادیٔ ضمیر حاصل ہے فرمایا: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ: ۲۵۷) مذہب کے پرچار میں کوئی زبردستی نہیں کرنا اور فرمایا:

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

(کھف: ۳۰)

یہ بات کھول کر بتا دو کہ یہ حق اور سچائی تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ اس کے قبول کرنے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ جو چاہے مانے اور جو چاہے انکار کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے اسلام منوانے کے لئے کبھی بھی کسی پر جبر نہیں کیا۔ آج وہ لوگ جو آپؐ کے حالات اور اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہیں محض ضد اور تعصب کی وجہ سے اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام بزورِ تلوار پھیلایا گیا ہے ایسے لوگوں کو مسٹر تھامس کارلائل کی اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو تلوار کے ذریعہ مسلمان بنایا تھا تو پھر اُن کے پاس وہ شمشیر زن جو لوگوں کو مسلمان بناتے تھے وہ کس تلوار سے مسلمان بنائے گئے تھے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہت سے ایسے مواقع آئے کہ اگر آپؐ چاہتے تو زبردستی اُن لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر سکتے تھے جو حفاظت یا حمایت کے لئے آپؐ کے پاس آتے یا آپؐ کو جن پر تسلط اور غلبہ حاصل ہو چکا ہوا تھا۔ لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی اپنے عقیدہ پر قائم رہنے کے باوجود یہ کہہ کر معاف کر دیا کہ جاؤ تم سب آزاد ہو، تم پر آج کوئی سرزنش نہیں ہے۔ سُبحان اللہ!

سامعین کرام! امنِ عالم کے لئے اسلام نے ساتویں اہم بات یہ پیش کی ہے کہ:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ

(الحجرات: آیت ۱۰)

یعنی اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کراؤ۔ پس اگر اُن میں سے ایک دوسرے کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اُس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلے کی طرف لوٹ آئے۔

حضرات! بعض دفعہ ایک ہی قوم کے دو گروہوں میں یا دو قوموں میں یا دو ملکوں میں لڑائی بھی ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بھی انسانی نیچر اور فطرت ہے۔ اس لئے ایسے موقعہ کے لئے ایک با اختیار مصالحتی بورڈ یا سکیورٹی کونسل ہو جس کا کام زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ ظالم کا ہاتھ روکنا اور مظلوم کی مدد کرنا ہو۔ اگر کوئی فریق اس کونسل کے فیصلے کو ردّ کرے یا VITO کرے تو اسلام کہتا ہے کہ قیامِ امن کے لئے اس تنظیم کی ساری طاقتیں اُس کے خلاف برسرِ پیکار ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اپنی ضد چھوڑ کر صلح کا راستہ اختیار کر لے اور یہی صحیح اسلامی لیگ آف نیشنز کی صورت ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں کیا گیا ہے۔ اس اُصول کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ہی موجودہ U.N.O اپنے فیصلوں میں اور اُن فیصلوں کی تنفیذ کروانے میں بسا اوقات بے بس نظر آتی ہے۔ اور طاقتور ملک اور قومیں کمزور ممالک اور اقوام کے حقوق پامال کرتی چلی جاتی ہیں۔ اس لئے جب تک قیام امن کے لئے اسلامی تعلیمات کو اپنایا نہ جائے تب تک دنیا اپنے خودساختہ اُصولوں سے امن قائم نہیں کر سکتی۔ اسلام کی انہی امن بخش اور فراخدلی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ہندوستان کے عظیم سیاسی لیڈر مہاتما گاندھی جی نے ہندو بھائیوں کو یہ نصیحت کی کہ:-

"اسلام سچا مذہب ہے۔ ہندوؤں کو چاہئے کہ وہ نیک نیتی سے اس کا مطالعہ کریں۔ وہ بھی اسلام سے ایسی ہی محبت کریں گے جس طرح کہ میں کرتا ہوں۔ اگر ہندو اپنی حالت درست کر لیں تو مجھے یقین ہے کہ اسلام ایسے مناظر پیش کرے گا جو اُس کی قدیم فراخدلی کی

(باقی صفحہ 79 پر ملاحظہ فرمائیں)

اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے

محمد حمید کوثر۔ قادیان

سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم 571-632 نے ایک مذہب کی بنیاد رکھی، جس کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ’’اسلام‘‘ اور اس میں شامل ہونے والوں کا نام مسلمان رکھا۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ (آل عمران 19/3) یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ ھُوَ سَمّٰکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الحج 79/22) یقیناً اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

اسلام کا مفہوم

’’اسلام‘‘ عربی زبان کا لفظ ہے جو ’’سَلِمَ‘‘ سے بنا ہے۔ سَلِمَ کا مطلب ہے امن وسلامتی۔ بانیٔ اسلام سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’اَلسَّلَامُ مِنَ الۡاِسۡلَامِ‘‘ امن اور سلامتی اسلام سے ہی ہے۔ نیز فرمایا: اَلۡمُسۡلِمُ مَنۡ سَلِمَ النَّاسُ مِنۡ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ یعنی حقیقی مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو فرماتا ہے وَاللّٰہُ یَدۡعُوۡۤا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ (یونس 26/10) اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ اسلام کے ایک اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ احکامات کی مکمل طور پر فرمانبرداری کی جائے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے ماننے والے ہر مسلمان کو دنیا کے ہر انسان سے محبت اور پیار اور خیر خواہی کی تعلیم دیتا ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی مذہب وملت وعقیدہ اور جگہ سے ہو۔ ایک مسلمان دن میں پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے اور ہر نماز کے اختتام پر دائیں طرف رُخ کر کے ’’اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ‘‘ کہتا ہے پھر بائیں طرف رُخ کر کے یہی کلمات دوہراتا ہے اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ اَے میرے دائیں طرف والو (خواہ کوئی بھی ہو) تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو۔ پھر اسی طرح کی دعا بائیں طرف والوں کیلئے بھی مانگتا ہے۔ جس کسی سے وہ ملتا ہے اُسے ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘‘ کہتا ہے۔ یعنی تجھ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ پس اسلام اور مسلمان کا نام ہی اس حقیقت کا غماز ہے کہ یہ دین اپنے متبعین کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ وہ دنیا کے انسانوں کیلئے جہاں تک اُن کے بس میں ہے امن وسلامتی اور طمانیت مہیا کریں۔

اسلام کے بانی تمام جہانوں کے لئے رحمت

اللہ تعالیٰ نے بانیٔ اسلام سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ذکر ہے: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء 108/21) یعنی اَے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت کے طور پر بھیجا ہے۔ اس میں صرف مسلمانوں، یا عربوں کا ذکر نہیں بلکہ آپ کا وجود تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے۔ اسی لئے ہر وہ مسلمان جو سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتا ہے اسے بھی اپنے رسول کے اُسوہ پر چلتے ہوئے مخلوق خدا کے لئے رحمت بننا ہوگا۔ اور اُسے انسانوں کے لئے زحمت بننے سے اپنے آپ کو ہر پہلو سے بچانا ہوگا۔

ہر انسان سے محبت کیوں؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر انسان سے محبت و ہمدردی کیوں کی جاوے؟ اس کا جواب سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ملتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: اَلۡخَلۡقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الۡخَلۡقِ اِلَی اللّٰہِ مَنۡ اَحۡسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ (مشکوٰۃ کتاب الآداب) یعنی ساری مخلوق اللہ کا عیال (خاندان) ہے۔ پس مخلوق میں سے اسے سب سے پیارا وہ ہے جو اس کے عیال سے سب سے زیادہ اچھا سلوک کرے۔ پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنۡھَا زَوۡجَھَا وَبَثَّ مِنۡھُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً (النساء: 1)

ترجمہ:: اے لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّاُنۡثٰی وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ (الحجرات: ۱۴)

یعنی اَے لوگو یقیناً ہم نے تم کو نر اور مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا اور ہمیشہ باخبر ہے۔

قرآن مجید کی آیات اور حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب وعقائد نیز خطوں اور علاقوں کے لوگ اللہ کا عیال و خاندان ہیں۔ جیسے انسان اپنے خاندان کے لوگوں سے محبت کرتا ہے اسی طرح اسے دنیا کے تمام لوگوں کو اپنا خاندان سمجھ کر ان سے محبت وحسن سلوک کرنا ہے۔ ایسا کرنے سے ہی ہم اللہ کے محبوب اور پیارے بن سکتے ہیں اس کے بغیر ممکن ہی نہیں کیونکہ جس اللہ پر ہر مسلمان ایمان رکھتا ہے وہ ’’ربّ العالمین‘‘ اور ’’اَلسَّلَامُ‘‘ یعنی سلامتی دینے والا ہے۔ لہٰذا ان صفات والے خدا کی طرف منسوب ہونے کا تقاضا اور ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دائرے اور ماحول میں اپنی استطاعت اور مقدرت کے مطابق ربوبیت اور صفت ’’السَّلَام‘‘ کا حقیقی مظہر بنے ورنہ وہ خدا کی طرف منسوب ہونے کا حق کھو بیٹھے گا۔

رحمت للعالمین نے جنگیں کیوں لڑیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب 40 سال کی ہوئی تو اللہ کی طرف سے آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا جس کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو یہ کہا کہ مجھے اللہ نے رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پس تم ایک اللہ کی عبادت کرو اور گناہوں اور برائیوں اور ظلموں سے بھری زندگی سے توبہ کرو۔ عربی کی ایک مثال ہے لِلۡمَطَرِ مُحِبٌّ وَکَارِہٌ کہ بارش کو پسند کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور ناپسند کرنے والے بھی۔ مادّی بارش کی طرح روحانی بارش کو بھی کچھ لوگوں نے پسند کرنا شروع کیا اور کچھ نے ناپسند کرنا شروع کیا۔ پسند کرنے والے اور ماننے والوں نے نرمی اور حسن اخلاق اور محبت کا رستہ اختیار کیا اور ناپسند کرنے والے مخالفین نے تشدّد ونفرت اور ایذاء رسانی کا طریق اختیار کیا اور روز بروز یہ فاصلہ بڑھتا چلا گیا۔ مکہ کے مخالفین یہ سمجھتے تھے کہ ہم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کو طاقت و جبر کے استعمال سے صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ دوسری طرف محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا یہ تھا کہ ہم محبت اور دلائل کی زبان سے تم کو اسلام کی سچائی سمجھاتے چلے جائیں گے ہم تمہیں مجبور بھی نہیں کرتے کہ اسلام قبول کرو کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ (البقرہ 257/2) کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ نیز یہ بھی ارشاد ہے کہ وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ (الکھف 30/18) یعنی تُو کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے ربّ کی طرف سے ہو پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے۔

ایک دن نہیں ایک ماہ نہیں ایک سال بھی نہیں بلکہ مسلسل تیرہ سال سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مخالفین کے ہاتھوں، اذیتیں، دکھ اور تکالیف اُٹھاتے رہے۔ بعض ان میں سے شہید بھی ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں تشدُّد کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ کسی پتھر مارنے والے کو پتھر نہیں مارا۔ کسی گالی دینے والے کو گالی نہیں دی۔ اور ایسی بات بھی نہ تھی کہ یہ نرمی کسی کمزوری یا بزدلی کی وجہ سے تھی بلکہ محض انسانیت اور انسانوں کی محبت کی وجہ سے تھی۔ اور

اس خیال سے تھی کہ ان کی طرف سے اذیتیں ان کی ناسمجھی کی وجہ سے ہیں۔ ورنہ حضرت عبدالرحمن بن عوف جو مکہ کے رؤسا میں سے تھے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ جب ہم مسلمان نہیں ہوئے تھے تو ہم معزز اور بارُعب تھے۔ کسی کی ہمت نہ تھی کہ ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے جب سے مسلمان ہوئے ہیں مکہ کے مخالفین اسلام ہمیں کمزور وضعیف سمجھنے لگے ہیں۔ آپ ہمیں مقابلہ کی اجازت دیں۔ انسانوں سے بے حد پیار کرنے والے رحمۃٌ لِّلعالمین نے جواب دیا ''اِنِّیْ اُمِرْتُ بِالْعَفْوِ'' (نسائی) کہ مجھے عفو، درگزر اور معاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے مَیں تمہیں مقابلے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ 13 سال مکہ کے مخالفینِ اسلام کے ہاتھوں مسلسل ظلم سہنے کے بعد آپؐ نے سوچا کہ یہ نہ تو اسلام سمجھ رہے ہیں اور نہ اسلام قبول کرنے والوں کو آزادی سے جینے دے رہے ہیں تو اب دو ہی راستے ہیں یا تو ان کے ساتھ لڑائی کی جائے یا پھر اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر کہیں اور ہجرت کر لی جائے۔ آپ اپنے جذبۂ رحمت کے تحت کسی انسان کا بھی خون بہانا نہیں چاہتے تھے اور مورخہ 28 صفر 1ھ بمطابق 11 ستمبر 622ء کو مکہ سے تین سو میل دُور یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کر گئے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ مخالفین حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ہجرت کرنے کے بعد ان کا پیچھا چھوڑ دیتے لیکن افسوس اور صد افسوس کہ ایسا نہ ہوا، بلکہ انہوں نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور تجارتی قافلہ بھیجا تا کہ اس کی آمدن سے جنگی ساز و سامان خریدا جاسکے۔ چنانچہ مکہ والوں نے ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل لشکر جو ہر طرح کے جنگی ساز و سامان سے لیس تھا مدینہ پر حملہ کیلئے روانہ کیا۔ حضور نے بھی وطن نیز گھروں سے بے گھر کئے گئے مہاجرین اور انصار پر مشتمل 313/افراد کے ذریعہ ان کو بدر کے مقام پر روکا جن میں سے بہتوں کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ مورخہ 17/رمضان 2ہجری بمطابق 14 مارچ 624ء کو مسلمانوں نے ان حملہ آوروں کے خلاف پہلی دفاعی جنگ لڑی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی دعاؤں کی بدولت نمایاں فتح عطا کی۔ یہ جنگ غزوۂ بدر کے نام سے مشہور ہے۔

مخالفین کو چاہیئے تھا کہ اس شکست سے عبرت حاصل کرتے اور آئندہ لڑائی سے باز آجاتے۔ خود بھی امن چین سے جیتے اور مسلمانوں کو بھی جینے دیتے مگر بُرا ہو تکبر و گھمنڈ کا جس نے انہیں اس شکست کے ایک سال بعد پھر مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے پر اُکسایا اور وہ تین ہزار جنگجوؤں کا لشکر لیکر مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضور کو یہ اطلاع ملی تو آپ اپنے سات سو اصحاب کے ساتھ اس لشکر کو روکنے کیلئے مدینہ سے باہر اُحد کے مقام پر پہنچ گئے مورخہ 7 شوال 3ہجری بمطابق 23 مارچ 625ء کو مسلمانوں نے دین اسلام کی بقا کی خاطر دوسری دفاعی جنگ لڑی۔ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت کے ساتھ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے وہ فتح اس شکل میں باقی نہ رہی جیسے ابتداء میں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ و لڑائی سے ہمیشہ بچتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا: ''یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْئَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ''

(صحیح مسلم کتابُ الجھاد والسیر، بَابُ کراھۃِ تَمَنّی لِقَاءَ الْعَدُوِّ)

کہ اے لوگو! دشمن سے جنگ کی خواہش نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگو۔ مگر کیا کیجئے گا ابلیسی و طاغوتی طاقتوں کا جو ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے انبیاء اور رسولوں کی مخالفت اور دشمنی پر تلی رہتی ہیں۔ ایک بار نہیں بلکہ بار بار انہیں مٹانے اور ناکام کرنے کی خاطر سازشیں کرتی رہتی ہیں۔ اگر اس دس سالہ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے جو سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ میں گذارے تو معلوم ہوگا کہ تقریباً 80 مرتبہ ایسے مواقع آئے جب عرب و عجم کے مخالفینِ اسلام نے مسلمانوں پر کسی نہ کسی طرح حملہ کرنے کی کوششیں کیں۔ 77 مرتبہ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی کی بدولت خونریز جنگیں ٹل گئیں۔ صرف تین لڑائیاں ہوئیں جن میں سے بدر اور اُحد کا ذکر کیا جا چکا ہے اور تیسری لڑائی حنین تھی جو کہ شوال 8ہجری بمطابق جنوری فروری 630ء میں ہوئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین لڑائیاں بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے اس لئے کرائیں تا کہ مخالفین اسلام یہ نہ سمجھ لیں کہ نعوذ باللہ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان بزدل اور کمزور ہیں اور ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس غرور و تکبر کو توڑنے کے لئے آپریشن کی ضرورت تھی۔ جیسے ایک سرجن گنگرین (gangrene) کے مریض کی ٹانگ کاٹنے پر اس وجہ سے مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر اُسے نہ کاٹا گیا تو سارا جسم ہی مر جائے گا۔ ٹانگ کاٹنے والے ڈاکٹر کو کوئی بھی ظالم یا محبت و شفقت سے عاری نہیں کہتا بلکہ اسے خراج تحسین پیش کرتا ہے کہ اس نے مریض کی جان بچائی۔ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسان و انسانیت کیلئے ایک شفیق سرجن سے بڑھ کر تھے۔ ان کے یہ آپریشن انسانیت کو بچانے کیلئے تھے۔ اسی طرح کے آپریشن شری رام چندر جی نے راون کے خلاف اور شری کرشن جی نے کوروؤں کے خلاف مہابھارت میں کئے۔ اور اسی طرح کے آپریشن کیلئے حضرت مسیح نے فرمایا تھا ''یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔'' (متی 34/10)

پس واضح ہوا کہ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں جذبہ رحمت کے تحت، باذنہٖ تعالیٰ انسان اور انسانیت کے تحفظ و حفاظت کے لئے تھیں، نہ کہ اقتدار اور حکومت کے حصول کے لئے۔ مگر افسوس سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے بعد جو عرب اور عجمی مسلمان حکمران برسر اقتدار آئے انہوں نے جو جنگیں لڑیں وہ اپنے اقتدار کی بقا یا حکومت کے حصول کے لئے لڑیں اور اس کا نام انہوں نے اسلامی جہاد رکھا۔ حالانکہ اگر قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا جائے تو ان میں سے اکثر کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ عصر حاضر میں بھی وہ ممالک جہاں مسلمان کہلانے والے حکمران برسر اقتدار ہیں اگر اسلام کے نام پر کوئی جنگ، جہاد یا قتال کرتے ہیں تو وہ اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی جو تنظیمیں اسلام یا جہاد یا قتال کے نام پر دہشت گرد کاروائیاں کرتی ہیں وہ بھی اسلامی تعلیمات کے صریحاً خلاف ہے۔ اسلامی جہاد اصغر (یعنی قتال) تب جائز ہوتا ہے جب کوئی غیر مسلم طاقت یا ملک دین اسلام کو یا مسلمانوں کو محض اسلام کی وجہ سے صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے جنگی کاروائی کرتا ہے اور محض رَبُّنَا اللّٰہُ کہنے کی وجہ سے گھروں سے بے گھر کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۨ○ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ

(سورۃ الحج: ۴۱۔۴۲)

ترجمہ: اُن لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جارہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے۔ اور یقیناً اللہ اُن کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جنہیں انکے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے۔

اسلام جس قتال کی اجازت دیتا ہے اُس کے جواز کی دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک واجب الاطاعت امام ہو کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

یعنی امام ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر قتال کیا جاتا ہے اور اسی کے ذریعہ بچا جاتا ہے۔ ایسے قتال کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ عصر حاضر میں ایسے ممالک جن میں مسلمان کہلانے والے حکمران یا ایسی دہشت گرد تنظیمیں جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتی ہیں اور ہر محاذ پر شکست اور ناکامی پر ناکامی کا سامنا کر رہی ہیں اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ انہیں مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں تائید الٰہی حاصل نہیں۔ ہاں جن سیاسی مفادات کیلئے جنگیں ہیں انہیں سیاست کے نام پر لڑنا چاہئے مذہب اور اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں

حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عفو

جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مورخہ ۱۱/ستمبر ۶۲۲ کو ہجرت فرمائی۔ تقریباً چھ سال کے بعد آپ کا قریش مکہ سے ایک معاہدہ طے پایا جو کہ ''صلح حدیبیہ'' کے نام سے معروف ہے۔ لیکن مکہ کے مخالفین اسلام نے اسے بھی توڑ دیا۔ مجبوراً حضورؐ نے دسمبر ۶۲۹ء کو دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کیا۔ مکہ کے مخالفین اسلام کو اتنے بڑے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی قسم کا تصادم چاہتے تھے۔ چنانچہ مخالفین اسلام نے شکست تسلیم کر لی۔

حضورؐ نے ان سے پوچھا بتاؤ تمہارے ظلموں اور شرارتوں کا کیا بدلہ دیا جائے، جو کہ تم نے خدائے واحد کی عبادت کرنے والے غریب بندوں پر کئے تھے۔ مکہ کے مخالفین اسلام نے کہا کہ ہم آپ سے اُسی سلوک کی امید رکھتے ہیں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے اعلان فرمایا: خدا

کی قسم آج تم سے کسی قسم کا بدلہ نہیں لیا جائے گا ،جاؤتم آزاد ہو۔

اللہ ، اللہ ! تیرہ سال ظلم سہنے کے بعد جب بدلہ لینے کا موقع آیا تو ایک لمحہ میں سب کو معاف فرمادیا۔

حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنی نوع انسان سے محبت و ہمدردی

ہمارا ایمان ویقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کولوگوں کے لئے اسوہ بنایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب : ۳۳-۲۲)

یعنی تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

آپؐ نے بنی نوع انسان سے سچی ہمدردی ومحبت کی۔آپ ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت پر فائز بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپؐ نے چندلوگوں کے ساتھ مل کر ایک عہد کیا تھا کہ ہم ہمیشہ حقدار کو اس کا حق حاصل کرنے میں مدد دیں گے اور ظالم کوظلم سے روکیں گے۔اس عہد کا نام تاریخ اسلام میں ''حِلفُ الفُضول'' رکھا گیا۔بعض روایتوں کی رُو سے اس تجویز کے محرک ایسے شخص تھے جن کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا تھا اس لئے یہ عہد ''حِلفُ الفُضول'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔

(روض الانف امام سہیلی جلد ا صفحہ ۱۱ بحوالہ سیرۃ خاتم النبیین)

اگر چہ آپ اس حلف میں نبوت پر فائز ہونے سے قبل شریک ہوئے مگر نبوت پر فائز ہونے کے بعد بھی آپؐ نے اس عہد کو پورا کیا اور مظلوم انسان کی ہمیشہ مدد کی چنانچہ تاریخ میں آتا ہے کہ 'اراشہ' نامی ایک شخص مکہ میں کچھ اونٹ بیچنے آیا۔ابوجہل نے اس کے اونٹ خرید لیے اور قیمت ادا نہ کی۔ وہ رؤساءِ قریش کے پاس گیا تو انہوں نے اُسے شرارت سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن دنوں قریش مکہ اور خاص طور پر ابوجہل کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا تھا مگر اس کے باوجود آپ اس مظلوم کی مدد کے لئے اُسے ساتھ لے کر چل پڑے اور ابوجہل کے دروازے پر دستک دی ۔حضورؐ نے ابوجہل سے کہا کہ اس کی رقم ادا کردو۔ابوجہل اس قدر مرعوب اور خوفزدہ ہوا کہ فوراً اندر گیا اور رقم لاکر دے دی۔اس طرح آپ نے مظلوم کی مدد کی اعلیٰ مثال قائم فرمائی۔

آج بھی لاکھوں انسان ایسے ہیں جن کا حق ظالم لوگ غصب کر لیتے ہیں۔ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ حسب استطاعت قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے مظلوم کی مدد کرنی چاہئے۔اور ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا چاہئے ۔چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا ۔یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر ہم دُنیا میں حقیقی امن قائم کرنا چاہتے ہیں توہمیں اسلامی تعلیمات کے مطابق مظلوم قوموں کواُن کا حق دلوانے میں مدد کرنی ہوگی۔اس کے بغیر بدامنی کو دُور کرنا ممکن نہیں ہے۔

اسی طرح انسانوں کا وہ طبقہ جو کہ انتہائی کمزور اور غریب ہے، بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے بھی محبت کی اور مسلمانوں کو بھی ان سے ہمدردی کا حکم دیا۔

چنانچہ تاریخ اسلام میں آتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ''زاھر'' نامی ایک شخص مسلمان ہوگیا۔دیہات کا رہنے والا انتہائی غریب اور جسمانی لحاظ سے بھی اُس کی شکل و صورت عوام الناس کے نزدیک اچھی نہ تھی۔عام لوگ اُس سے ملنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ مدینہ کے بازار میں اناج فروخت کررہا ہے اور اُس کا جسم پسینے ومٹی سے تر بتر ہے۔حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جن کا دل اللہ تعالیٰ نے ہر انسان سے محبت و ہمدردی کے لئے بنایا تھا،زاھرؓ کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ اُٹھا۔آپ نے پیچھے سے جا کر اُن کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔حضرت زاہرؓ ہاتھوں کو چھوتے ہیں اور اُن کی نرمی سے ان کا دل کہہ اُٹھتا ہے کہ اُس سے محبت کرنے والا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کون ہوسکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر ان کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا لیتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ میرا غلام ہے، اُسے کون خریدے گا؟ وہ کہتے ہیں یا رسول اللہ میرے جیسے کو تو کوئی نہیں خریدے گا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی بات سنکر تڑپ اُٹھے۔فرماتے ہیں ایسا نہ کہو تمہارا خریدار تو عرش کا خدا ہے۔

یارسول اللہ آپ پر اللہ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہوں کہ آپ نے ایک غریب انسان کو اپنے سینے سے لگا کر انسان کی وہ عزت افزائی فرمائی جس کی نظیر تلاش کرنا ممکن نہیں۔آپ نے اپنے متبعین کوانسان سے پیار کرنے کا ابدی سبق سکھادیا ۔ اور اسی اُسوہ پر عمل کرتے ہوئے کروڑوں انسان بنی نوع انسان سے محض اس لئے محبت کرتے ہیں کہ آپ نے انہیں اپنے نمونہ سے محبت کا سلیقہ سکھلایا۔اُس زمانے میں بڑے بڑے قبائل وخاندان غلاموں اور غریب انسانوں کو جانور سے بدتر سمجھتے تھے۔آپ بھی عرب کے معزز ترین قبیلہ قریش کے چشم وچراغ تھے مگر آپ نے ایک غریب بظاہر بدصورت انسان کو اپنی چھاتی سے لگا کر دنیا والوں کو انسانیت اور انسان کی قدر کرنے کا اعلیٰ سبق سکھایا۔ایک احمدی شاعر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے کیا ہی خوب کہا ہے :

محبت سے گھائل کیا آپ نے
دلائل سے قائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپ نے
شریعت کو کامل کیا آپ نے
بیاں کردیئے سب حلال و حرام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سوال کرے گا کہ اَے آدم کے بیٹے (یعنی اَے انسان) میں (اللہ) بیمار ہوا، اورتُو میری عیادت کے لئے نہ آیا۔انسان جواب دے گا اَے اللہ مَیں تیری عیادت کیسے کرتا تُو تو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ اللہ کہے گا تجھ کو معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تُو نے اس کی عیادت و بیمار پُرسی نہ کی۔اگر تُو اس کی بیمار پُرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اللہ پھر سوال کرے گا اَے آدم یعنی اَے انسان میں نے تجھ سے کھانا مانگا تُو نے مجھ کو کھانا نہ کھلایا۔ وہ جواب دے گا اَے میرے ربّ میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا تُو تو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔اللہ کہے گا کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تُو نے اُس کو کھانا نہ کھلایا اگر تُو اس کو کھانا کھلاتا تو تُو مجھے اس کے پاس پاتا ۔ اللہ پھر سوال کرے گا اَے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا پر تُو نے نہ پلایا۔انسان جواب دے گا میں تجھے پانی کیسے پلاتا تُو تو خود مالک ہے تمام جہانوں کا! اللہ جواب دے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تُو نے اُس کو نہ پلایا اگر تُو اس کو پانی پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا ۔(صحیح مسلم ، کتاب البرّ والصّله والادب)

یہ حدیث قدسی ہر مسلمان کو ہر انسان سے سچی محبت و ہمدردی نیز خیر خواہی کا درس دیتی ہے اور اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے حاجت مند انسان کی حاجت روائی کو اپنی حاجت روائی قرار دیا ہے۔ضرورت مند انسان کی ضرورت پورا کرنا ہی حقیقی انسانیت ہے ۔ مسلمان اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے بنی نوع انسان کو خواہ وہ کہیں کے ہوں بیماریوں ، فاقہ کشی اور پیاس کی مشکلات سے نجات دلانے کی کوشش کرینگے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جائیں گے اور وہ انہیں وہ سب کچھ دے گا جس کی وہ تمنا کرتے ہیں۔

اسی اُصول کی طرف یہ قرآنی آیت اشارہ کرتی ہے کہ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى○ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى○ (سورہ طٰہٰ : ۱۲۰)

یعنی سچّی بہشتی زندگی کی یہ علامت ہے کہ اَے انسان !تُو اس میں بھوکا نہ رہے اور نہ ضروری لباس سے محروم ہو۔اور نہ ہی سردی سے ٹھٹھرے اور نہ ہی پیاس کی تکلیف اُٹھائے اور نہ ہی دھوپ کی شدت میں جلے۔

اسلام تمام انسانوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصًا یہ حکم دیتا ہے کہ اُن کی حکومتوں کا نیز اُن کا انفرادی اور اجتماعی طور پر یہ فرض ہے کہ ہر انسان کے کھانے، صاف پانی پینے اور لباس، نیز موسم کی شدت سے بچانے کے لئے گھر کا انتظام کرے۔

انسانوں کی انہی اغراض کو پورا کرنے کے لئے اسلام میں زکوٰۃ کا نظام جاری ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اِنَّ اللہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْہِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآئِہِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَآئِہِمْ (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ) یعنی اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کی ہے جو مالداروں سے لے کر غریبوں میں تقسیم کی جائے گی۔

یہ وہ انسانیت اور حقوق العباد کی ادائیگی

کا حقیقی مفہوم ہے جو سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو سکھایا تھا۔ مگر افسوس بعد میں آنے والے مسلمانوں نے اس مفہوم کو یکسر نظرانداز کر دیا۔ انہوں نے اسلام کو ایک ایسے مذہب کی شکل میں پیش کیا جس میں انسان سے ہمدردی اور اس کی خیرخواہی کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ اکثر مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں نے اپنی حکومتوں اور اقتدار کے استحکام اور بقا کے لئے اسلامی تعلیمات کے خلاف رعایا اور عوام الناس کے دلوں میں خوف و دہشت پیدا کرنا ضروری سمجھا۔ اور انہی حکمرانوں سے خوف زدہ ہوکر اس زمانہ کے بہت سے علماء فقہاء نے قرآن مجید اور سنت نبوی سے اُن کی مرضی کے مطابق مسائل کو کھینچ تان کر نکالا اور زیادہ نمایاں طور پر پیش کیا جو ان کے جور وظلم اور متشددانہ کارروائیوں کی تائید کرتے ہوں حالانکہ ان کا اسلام سے دُور کا بھی تعلق نہیں تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بنی نوع انسان کے لئے دین رحمت بنایا تھا اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا تھا کہ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور اولیاء وصوفیاء عظام کے نمونہ پر چلتے ہوئے اسے نرمی اور محبت کے ساتھ دوسروں کو سمجھائیں۔ یقینا اسلام کی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر مشتمل روحانی واخلاقی تعلیمات انسانوں کے دلوں پر اثر کریں گی۔ عصر حاضر میں اللہ تعالیٰ نے اسی روح کے ساتھ تبلیغ اسلام اور دعوۃ الی اللہ کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود و مہدی معہود بنا کر بھیجا جو کہ بانی جماعت احمدیہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں :-

(1)''وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اُس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اس کو دُور کرکے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرکے صلح کی بنیاد ڈالوں۔''

(لیکچر لاہور صفحہ 47)

(2)''خدا نے مجھے دُنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا میں حلم اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نُور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہ راست پر چلاؤں۔''

(تریاق القلوب صفحہ 13)

حضرت بانی جماعت کی مذکورہ تحریرات سے واضح ہے کہ آپ نے عصر حاضر میں اسلام کا پیغام صلح کاری، محبت و اخلاص، حلم اور نرمی سے دوسروں تک پہنچایا۔ اور اسی طریق کو آپ کی جماعت نے بھی اپنایا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب تک 204 سے زائد ممالک میں کروڑوں لوگ جماعت احمدیہ کی تبلیغ سے احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوچکے ہیں۔ دوسری طرف آپ کے دل میں انسان اور انسانیت سے جو محبت کا جذبہ تھا اس کا اظہار بھی آپ کی تحریرات سے ہوتا ہے۔ حسب گنجائش تین اقتباس درج ذیل ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں :-

''ہمارا یہ اصول ہے کہ کُل بنی نوع سے ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اُٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 12، سراج منیر صفحہ 28)

''میں تمام مسلمانوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دُنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف اُن باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔''

(روحانی خزائن جلد 17 اربعین نمبر 1 صفحہ 344)

''انسان اصل میں اُنسان سے لیا گیا ہے۔ یعنی جس میں دو حقیقی اُنس ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ سے اور دوسرا بنی نوع کی ہمدردی سے۔ جب یہ دونوں اُنس اس میں پیدا ہوجاویں اُس وقت انسان کہلاتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو انسان کا مغز کہلاتی ہے۔ اور اسی مقام پر انسان اُولوالالباب کہلاتا ہے۔ جب تک یہ نہیں کچھ بھی نہیں۔ ہزار دعویٰ کر دکھاؤ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اس کے نبی اور اس کے فرشتوں کے نزدیک ہیچ ہے۔''

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل صفحہ 416)

''زمانہ مسیح موعود میں جس کا دوسرا نام مہدی بھی ہے تمام قوموں پر اسلام کی برکتیں ثابت کی جائیں گی اور دکھلایا جائے گا کہ ایک اسلام ہی بابرکت مذہب ہے جیسا کہ بیان کیا گیا کہ وہ ایسا برکات کا زمانہ ہوگا کہ دنیا میں صلحکاری کی برکت پھیلے گی۔''

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن، جلد 16 صفحہ 24)

جماعت احمدیہ کے دوسرے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ (پیدائش 1889ء آغاز خلافت 1914، وفات 1965ء) بنی نوع انسان سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں
مجھے بیر ہرگز نہیں ہے کسی سے
میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے دنیا کے کسی انسان سے کوئی بیر دشمنی یا عناد نہیں ہے۔ میں تو دنیا کے تمام انسانوں کا بھلا اور خیر چاہتا ہوں۔

جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے انسان سے اپنی محبت کا اظہار جماعت کو یہ شعار slogan دے کر کیا۔

Love for all hatred for none

جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (پیدائش 1928ء آغاز خلافت 1982ء وفات 2003ء) نے فرمایا :

یہ محبتوں کا لشکر جو کرے گا فتح خیبر
ذرا تیرے بغض و نفرت کے حصار تک تو پہنچے

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب نصرہ اللہ نصرًا عزیزًا نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :-

Love for honesty
and hatred for dishonesty

گزارش

اس مضمون کے آخر میں مسلمانوں سے جو جماعت احمدیہ میں شامل نہیں یہ گزارش ہے کہ دین اسلام اپنے متبعین کو دوسرے مذاہب کے افراد سے محبت ہمدردی اور اخلاص سے پیش آنے کا درس دیتا ہے۔ لہٰذا اس جذبہ کے اظہار کی عصر حاضر میں اشد ضرورت ہے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ دوسروں کے دلوں میں اسلام کے تئیں پیدا شدہ غلط فہمیوں کو اپنے حسن اخلاق سے دُور کیا جائے۔ اگر مسلمان ایسا نہیں کریں گے تو دانستہ یا نادانستہ وہ دوسروں کو اسلام کی امن بخش تعلیمات سے دُور کرنے کا باعث بن کر اپنے ربّ کی ناراضگی کے مورد بن جائیں گے خدا نہ کرے ایسا ہو۔

دوسری گزارش ان دوستوں سے ہے جو دوسرے مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں کہ حقیقی اسلام وہ ہے جو سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید اور اپنے اُسوہ حسنہ سے پیش کیا، صرف اور صرف وہی قابل تقلید ہے۔ اگر کوئی شخص زید، بکر، عمر نام رکھ کر اس اسوہ کے مطابق عمل نہ کرے تو وہ حقیقی اسلام نہیں بلکہ کچھ اَور ہی ہے۔ آپ اسے اسلام کا نمائندہ نہ سمجھیں۔

عصر حاضر میں اسلام کو حقیقی صورت میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ نے پیش کیا ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کیجئے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق یہی وہ دین ہے جس پر عمل کرکے انسان آسانی سے اپنے خالق کی رضا حاصل کرسکتا ہے اور اپنی زندگی کے مقصد کو پاسکتا ہے۔ حقیقت اسلام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں :

''اسلام کی حقیقت نہایت ہی اعلیٰ ہے اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہل اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود مع اس کی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کردیوے اور اپنی انانیت سے مع اس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اُٹھا کر اس کی راہ میں نہ لگ جاوے۔ پس حقیقی طور پر اس وقت کسی کو مسلمان کہا جائے گا جب اس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت انقلاب وارد ہوکر اس کے نفس امارہ کا نقش ہستی مع اس کے تمام جذبات کے یکدفعہ مٹ جائے اور پھر اس موت کے بعد محسن للہ ہونے کی نئی زندگی اس میں پیدا ہوجائے اور وہ ایسی پاک زندگی ہو جو اس میں بجز طاعت خالق اور ہمدردی مخلوق کے اور کچھ بھی نہ ہو۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5، صفحہ 61-60)

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کی حقیقت سمجھتے ہوئے طاعت خالق اور ہمدردی مخلوق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ۞

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امن کے سب سے بڑے پیغامبر

سید شمشاد احمد ناصر، لاس اینجلس امریکہ

بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھکر دنیا میں کوئی اور نبی ایسا نہیں گزرا جس نے ہر قیمت پر ہر قسم کی قربانی دیکر امن کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہو اس مضمون میں دنیا کے سب سے بڑے روحانی لیڈر جناب حضرت سید ولد آدم وجہ تخلیق کائنات ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امن سے بھر پور تعلیم اور آپؐ کے عملی نمونہ کی کچھ جھلکیاں دکھانی مقصود ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ شدت محبت سے ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ کچھ گھڑی ہمارے پاس بیٹھ جاؤ تا کہ ان بیتے ہوئے سنہرے دنوں کی یاد تازہ کریں۔ یہی کیفیت کچھ ہماری بھی ہے اور ہونی بھی چاہئے کہ ہماری زندگی کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سننا اور پھر ان پر عمل کر کے خدا تعالیٰ کا محبوب بننا ہے۔ اللہ اسکی ہر ایک کو توفیق دے۔ آمین۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہی پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے ساری عمر امن کی کوششوں میں گزاری آپؐ امن کا پیغام لائے۔ امن کی تعلیم لائے امن قائم کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ امن کے قیام کے لیے ہر قربانی دی اور اس کے لئے اپنا عملی نمونہ بھی پیش فرمایا۔

صرف ایک یہی بات کہ وہ مذہب جو آپؐ سب دنیا کے لئے لے کر آئے اس کا نام بھی خدا تعالیٰ نے ''اسلام'' ہی رکھا یعنی امن دینے والا۔ امن کو قائم کرنے والا پیغام۔ پھر مسلمانوں کو آپ نے بڑی شدت کے ساتھ تاکید فرمائی کہ جب ایک دوسرے کو ملیں تو السلام علیکم کہیں۔

مکہ سے ہجرت فرمائی اور آپؐ کا مدینہ میں ورودِ مسعود ہوا تو آپ نے جو پہلا خطاب فرمایا اس میں امن کا یہ پیغام دیا کہ

''اے لوگو! سلام کو رواج دو، ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، اگر تم ایسا کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی ابواب الصفۃ القیامۃ)

آپؐ کا ایک اور ارشاد اس بارے میں یوں ہے، فرمایا:

اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم جنت میں ہرگز داخل نہ ہو گے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ۔ اور تمہارا ایمان لانا بے معنی ہوگا اگر تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کس طرح ایک دوسرے سے محبت کر سکتے ہو اور وہ یہ ہے کہ جب ایک دوسرے کو ملو تو کثرت سے السلام علیکم کہا کرو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ صحابہ تو السلام علیکم کہنے کے لئے بازاروں میں چلے جاتے تھے۔ تا کہ ثواب بھی حاصل کریں اور امن کے اس پیغام کو بھی پہنچا دیں۔

اُوپر جو حدیث لکھی گئی ہے یعنی مدینہ میں ورود پر آپؐ نے جو خطاب فرمایا اس کا لفظ لفظ اور حرف حرف امن کی تعلیم اور امن کا پیغام دے رہا ہے۔ مثلاً السلام علیکم رحمۃ اللہ کے بارے میں لکھ چکا ہوں کہ کثرت سے ایک دوسرے کو السلام علیکم کہو۔ اور یہ ضمانت ہے کہ میری طرف سے آپ کے لئے امن ہی ہوگا یہ ہیں السلام علیکم کے اصل معانی۔ دوسری بات جو آپؐ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ ضرورتمندوں کو کھانا کھلاؤ۔

سوسائیٹی میں اکثریت غریب غرباء اور مساکین کی ہوتی ہے اس لئے توجہ دلائی کہ سوسائیٹی کے اس حصہ کی خبر گیری کرنا ہے۔ ضرورت مندوں کا خیال رکھنا ہے ان کی پریشانی اور فکر کو دور کرنا سب کا کام ہے۔ یہ بھی امن کی ایک راہ ہے۔ جب آپ دوسرے کی خدمت کریں گے تو وہ بغاوت تو نہ کرے گا۔ آپ کا احسان مند ہوگا اور احسان مند خود بھی امن میں رہتا ہے اور دوسرے کو بھی پریشانی سے بچاتا ہے۔

تیسرے آپؐ نے فرمایا صلہ رحمی کرو۔ بدامنی کی ایک صورت رشتہ داروں سے بھی ہو سکتی ہے اس لئے یہ حکم دے کر کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو ان پر احسان کرو، ان کی بھی ضروریات کا خیال رکھا۔ انکی بھی تکریم کرو۔ آپ نے امن کی تعلیم دے دی۔

پھر خدا تعالیٰ سے بھی امن میں رہو اس کا طریق نماز بتایا۔ اور نماز بھی تہجد کی، اور فجر کی۔ دونوں مراد ہیں۔ گویا ان سارے امور کی سر انجام دہی کے لیے خدا تعالیٰ سے دعائیں بھی کرو۔ ان احکامات پر عمل، سلامتی کے ساتھ جنت میں لے جانے کا موجب ہوگا۔۔ گویا ہر وقت ہی امن کا پیغام مدنظر رہے۔

دنیا اس وقت امن سے محروم ہے۔ اگرچہ ہر قوم امن امن کا نعرہ بلند کر رہی ہے مگر یہ سارے نعرے، یہ ساری تقریریں، کھوکھلی ہیں کیونکہ ان لوگوں کی امن کی کوششیں خود ان کے عمل کو جھٹلا رہی ہیں، زبانوں پر نعرہ بازی ہے کہ امن ہونا چاہئے لیکن خود اپنے عمل امن کے خلاف ہیں۔

امریکہ بھی امن کی کوشش کر رہا ہے، انگلستان، فرانس، جرمنی، اور تمام یورپین ممالک امن امن کی بات کر رہے ہیں۔ ایشیاء، چین، جاپان، مڈل ایسٹ کے لوگ، افریقہ کے براعظموں کے تمام ممالک بدامنی کا شکار ہیں اور امن چاہتے ہیں۔ پاکستان، سعودی عرب، ایران، عراق، شام، فلسطین، انڈونیشیاء کس کس ملک کا نام لوں سب بدامنی کا شکار ہیں۔۔ اور حسرت اور افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان ممالک کے پاس اسلام جیسی حسین تعلیم۔ قرآن جیسی خدا کی کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا عظیم الشان نبی ہے، پھر بھی وہ امن سے دور بہت دور ہیں، کیونکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس پر عمل نہیں ہے۔

امن کے قیام کے لئے، عدل کا ہونا بہت ضروری ہے۔ انصاف کا ہونا بہت ضروری ہے۔ پس اگر امن کے خواہاں ہیں تو عدل و انصاف کے ترازو کو بھی پکڑیں۔ لینے کے باٹ مختلف اور دینے کے باٹ مختلف نہ ہوں۔

امن پہلے گھر سے شروع ہوتا ہے، پھر ہمسایہ میں، پھر کمیونٹی میں پھر ملک میں اور اس طرح عالمی سطح پر امن کا قیام ہوگا۔ اگر کوئی سٹیج پر رونق افروز ہو کر تو امن کی تعلیم دیتا ہے لیکن نہ اس کے گھر میں امن ہے نہ اس کا عمل امن کے مطابق ہے تو کہاں سے اسکی باتوں میں اثر ہوگا۔ تو وہ ناکام ہے لہذا پہلے گھروں سے امن کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔

گھر میں کون ہوتا ہے، ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے، رشتہ داران سب کے ساتھ پیار محبت عزت واحترام کی تعلیم اسلام نے پیش کی ہے، مثلاً

ماں باپ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے۔ فرمایا بڑا ہی بدبخت ہے وہ انسان جس کے ماں باپ تھے اور وہ دونوں کی خدمت کر کے جنت میں نہ جا سکا۔

ایک دفعہ ایک بوڑھے اور کمزور شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بوڑھا ہوں، غریب ہوں، میرا لڑکا مالدار ہے میرا خیال نہیں رکھتا، آپؐ نے لڑکے کو بلایا اور باپ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ جا تو بھی اور جو کچھ تیری ملکیت ہے وہ سب کچھ تیرے باپ کا ہے۔ پس ماں باپ کی عزت و تکریم ان سے حسن سلوک کر کے امن پیدا کریں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امن کا پیغام ہے۔

میاں بیوی:

قرآن کریم نے میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں ایکدوسرے کے ساتھ پیار اور محبت اور امن سے رہنے کے بارے میں یہ تعلیم دی ہے فرمایا:

''اور اس کے نشانوں میں سے ایک نشان یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس میں سے تمہارے لئے جوڑے بنائے تا کہ تم انکی طرف مائل ہو کر تسکین حاصل کرو اور تمہارے درمیان پیار اور رحم کا رشتہ پیدا کیا ہے۔ اس میں فکر کرنے والی قوم کے لئے بڑے نشان

ہیں‘‘(۲۲:۳۰الروم)

قرآن کریم نے اس سورت کی اس آیت میں ایک لفظ ’’تسکین‘‘ یعنی ’’سکون‘‘ استعمال کر کے میاں بیوی کی رفاقت کی جس حقیقت کو ظاہر کیا ہے وہ ازدواجی فلسفے کی ساری باریکیوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات اتنے اچھے ہونے چاہئیں کہ نکاح کے سارے اغراض و مقاصد احسن رنگ میں پورے ہوں۔ یہ باہمی میل جول، یہ رفاقت، صرف اور صرف اس صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔ ایک دوسرے سے محبت کریں۔ ایک دوسرے کا احترام کریں۔ ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کریں۔ اور سب سے بڑھکر برداشت کا مادہ پیدا کریں، عدم برداشت گھروں کو اجاڑ رہی ہے، ایک تو مغربی معاشرے کا ماحول ہی ایسا ہے، یہاں تعلیم ہی ایسی دی جاتی ہے کہ ۱۸ سال کے بعد تم آزاد ہو، اس آزادی کے غلط تصور نے بھی گھروں کو اجاڑ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دوسرے کی خوبیوں کو دیکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ورنہ کون سا انسان ہے جو غلطیوں اور کمزوریوں سے پاک ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات میں سے یہ بھی ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لباس کے طور پر ہیں یہ قرآنی ارشاد ہے۔ ایک دوسرے کے زینت ہیں۔ لہذا ایک دوسرے کی غلطیوں کی پردہ پوشی بھی کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے خلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے۔

حضرت ام سلمیٰؓ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا خاوند اس سے خوش اور راضی ہے تو وہ جنت میں جائے گی۔

اسی طرح آپؐ نے ایک نصیحت یہ بھی فرمائی کہ مومن کو اپنی مومنہ بیوی سے بغض اور نفرت نہیں رکھنی چاہئے۔ اگر اسکی ایک بات اسے ناپسند ہے تو دوسری بات پسندیدہ ہو سکتی ہے۔ یعنی صرف غلطیوں پر ہی نظر نہ رہے، اس میں کچھ اچھی باتیں، اچھا خلق اور اچھی عادات بھی ہیں اس کی طرف بھی نظر رکھے۔

پس ’’عدم برداشت‘‘ نے اس وقت کام خراب کیا ہے، برداشت کا مادہ پیدا کریں اور گھروں کو اجڑنے سے بچائیں، اور امن کی اس تعلیم پر عمل کریں کہ ایک دوسرے کی زینت بنیں۔ ایک دوسرے کا لباس بن کر پردہ پوشی کریں، ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کریں، یہ گھروں میں امن لائے گا انشاء اللہ۔

اولاد:

ماں باپ، میاں بیوی کے بعد اولاد ہے۔ انسان فطرتاً اولاد سے محبت کرتا ہے، اور اولاد ہونے کی خواہش رکھتا ہے، مگر اس کی تعلیم و تربیت سے اکثر غفلت برتی جاتی ہے۔ جہاں اولاد خدا کی طرف سے ایک نعمت ہے وہاں یہ ابتلاء کا بھی موجب ہے۔ اس لئے اولاد کو خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھتے ہوئے اسکی صحیح تعلیم و تربیت اور اسے باخدا اور بااخلاق بنانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے، بچوں کے ساتھ پیار اور محبت اور انکا احترام نہایت ضروری ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دفعہ اپنے نواسے کو پیار کر رہے تھے، اقرع بن حابس صحابی بیٹھے تھے، دیکھکر حیران ہونے لگے اور پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ بچوں کو چومتے بھی ہیں۔ خدا کی قسم میرے بھی تو دس بچے ہیں میں نے تو کبھی کسی کو نہیں چوما۔

آپؐ نے فرمایا کہ اگر تمہارے دل سے خدا نے رحم چھین لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

ایک اور موقعہ پر آپؐ نے فرمایا کہ ’’اپنی اولاد کی جائز عزت و تکریم کرو اور انہیں عمدہ اخلاق سکھاؤ۔‘‘

ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ بہترین اخلاق سکھانے سے زیادہ عمدہ تحفہ کوئی باپ اپنی اولاد کو نہیں دے سکتا۔

اگر ہر شخص اپنی اولاد کو اخلاق حسنہ سکھائے، تو کیا وہ اولاد بدامنی پھیلائے گی یا دنیا میں امن پھیلائے گی۔ لیکن گھروں میں اگر ہر وقت لڑائی ہو رہی ہو، ماں باپ جھگڑ رہے ہوں، گالی گلوچ دی جا رہی ہو تو اس کا اولاد پر کیا اثر پڑے گا۔

اولاد کے نیک اور عمدہ اخلاق کے لئے دعا کا دامن کبھی نہ چھوڑیں، انسان کتنی ہی کوشش کرے اس کے ساتھ دعا کرتا رہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنے گا۔ ہمیں اپنی اولاد کے ساتھ بھی محبت کرنی چاہئے اور انکا احترام کرنا انکی عزت نفس بھی بہت ضروری ہے ورنہ ایسے بچے جن کے ماں باپ نے بچوں کی صحیح تربیت نہیں دی ان سے پیار محبت نہیں کیا بڑے ہو کر وہ معاشرہ کے لیے ایک مصیبت بن جاتے ہیں۔ بے شمار خبریں اور واقعات اس مضمون سے بھرے ہوتے ہیں جنکو اس چھوٹے سے مضمون میں لکھنا طوالت کا موجب ہے۔ ایک موقع پر تو آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور بڑے کا شرف نہیں پہچانتا۔ یعنی بڑے کی عزت نہیں کرتا۔ گویا تمام چھوٹے بڑے اس میں شامل کر دیئے یہ نہیں کہ انسان اپنے بچوں کی عزت نفس کو تو قائم رکھے لیکن معاشرہ کے دوسرے دوسرے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔

معاشرہ کا ایک طبقہ کمزور اور غریب لوگ ہیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ ۳ باتیں ایسی ہیں کہ جس میں بھی ہونگی اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت میں اور رحمت میں رکھے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ پہلی یہ کہ کمزوروں پر رحم کرے دوسرے یہ کہ وہ ماں باپ سے محبت کرے تیسرے یہ کہ وہ خادموں اور نوکروں سے اچھا سلوک کرے۔

گویا نیک سلوک کرنے سے بھی امن اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ غریبوں، کمزوروں کا خیال رکھنا بہت ثواب کا موجب ہے۔ ہند و پاک کے معاشرے میں تو نوکروں سے بہت ہی غلط سلوک ہوتا ہے۔ امراء کے بچے بھی اپنے نوکروں سے عزت سے پیش نہیں آتے۔ یہ سوءِ ادب بھی ہے۔

مجھے یاد ہے اور یہ میرے لئے بھی سبق ہے۔ میرا گاؤں چنی گوٹھ ضلع بہاولپور ہے۔ ہمارا زمینداری گھرانہ تھا۔ گھر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک ایک وقت میں ۱۵۔۲۰ جانور جن میں گائے، بکریاں، بیل، گھوڑے اور دیگر جانور بھی تھے۔ زمینداری کی وجہ سے گھر میں نوکر بھی تھے۔ ہماری دادی جان سیدہ دولت بی بی صاحبہ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے اور انکے درجات بلند کرے۔ سب سے پہلے گھر میں نوکروں کو کھانا دیتی تھیں پھر ہمیں۔ میں صرف اس سلسلہ میں ایک واقعہ لکھتا ہوں۔

ایک دفعہ کھانے کا وقت تھا، میری دادی جان نے پہلے نوکر کو بلایا، میں بھی پاس ہی تھا اور میرے والد صاحب بھی وہیں تھے۔ نوکر کو بلا کر تازہ تازہ روٹی پکا کر اس پر مکھن لگا کر اور سالن کے ساتھ نوکر کو دی۔ اور اپنے پاس بٹھا کر اسے کھانا کھلایا۔ اس کے بعد میری باری آئی، میں نے بھی کھانا کھایا پھر میرے ابا جان نے۔ لیکن ہمیں مکھن وغیرہ نہیں دیا۔ میرے پوچھنے پر، کیونکہ میں نے اپنی دادی جان سے پوچھا کہ آپ نے نوکر کو روٹی پر مکھن لگا کر دیا ہمیں کیوں نہ دیا۔ کہنے لگیں کہ نوکر سارا دن کام کرتا ہے گرمی، دھوپ وغیرہ کی شدت برداشت کرتا ہے آپ لوگ تو اتنا کام نہیں کرتے اسکا حق زیادہ بنتا ہے۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک:

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپ نے ہمسایہ کے بارہ میں سخت

تاکید فرمائی تھی کہ اس کے ساتھ اچھا حسن سلوک کرو آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ جبرائیل نے مجھے بار بار ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے اور اس شدت سے یہ باور کرایا کہ میں سمجھا کہ شائد ہمسایہ وراثت میں بھی حقدار ہو جائے گا۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم وہ شخص ہرگز مومن نہیں جس کا پڑوسی اسکی شرارتوں اور تکلیفوں سے محفوظ نہ ہو۔

بعض صحابہ اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ پڑوسی کے گھر روزانہ کچھ نہ کچھ بھجواتے خصوصاً سالن وغیرہ۔ اگر آپ ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کرینگے تو پھر ہمسایہ بھی آپ کے لئے امن کے قیام کا ذمہ دار ہو جائے گا۔

ایک اور بات بھی اس ضمن میں لکھنی مناسب ہوگی کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''رستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہاں بیٹھے بغیر کوئی چارہ نہیں ہم وہاں بیٹھ کر ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا، اگر یہ بات ہے تو پھر راستے کا بھی حق ادا کرو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا آنکھیں نیچی رکھنا (غض بصر کا حکم ہے) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا۔ سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔''

اگرچہ بظاہر یہ چھوٹی چھوٹی معمولی باتیں ہیں۔ آج کی دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے راستے کے حقوق نہیں دیئے جاتے، یعنی گزر گاہ کا خیال نہیں رکھا جاتا، مساجد کے دروازے ہیں لوگ وہاں کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگ جاتے ہیں جس سے دوسرے گزرنے والے تکلیف میں آجاتے ہیں۔ یا جہاں جوتے رکھے جاتے ہیں وہاں ہی کھڑے ہو جاتے ہیں اور باتیں کرنے لگ جاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ دوسروں نے بھی اپنے جوتے لینے ہونگے۔ دروازوں سے ہٹ کر کھڑے ہونا چاہیے تا کہ دوسروں کو آنے اور جانے میں دقت اور تکلیف نہ ہو۔ کیا کوئی ایسا نبی گزرا ہے جس نے اتنی باریکی میں جا کر نیکی اور امن کی ایسی عظیم الشان تعلیم دی ہو، اگر ہے تو دکھائیں تو سہی؟

آپؐ کی حسین تعلیم کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ آپؐ نے ایک موقعہ پر فرمایا

کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسرے کے لئے بھی وہی چیز پسند نہیں کرتا جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، یعنی اگر اپنے لئے آرام سکھ اور بھلائی چاہتا ہے تو دوسرے کے لئے بھی یہی چاہے۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں۔ امن کے قیام کے لئے یہی ایک تعلیم یہی ایک حدیث پر عمل ہو جائے تو کافی ہوگا۔ کاش وہ لوگ جو رسول اللہ کے ساتھ محبت اور عشق کا دم بھرتے ہیں ان امور کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔

ایک دفعہ ایک شخص نے ملنے کی اجازت چاہی آپؐ نے اجازت مرحمت فرمائی، ساتھ ہی فرمایا ''وہ اپنے قبیلہ کا اچھا آدمی نہیں ہے'' لیکن جب وہ حاضر خدمت ہوا تو نہایت نرمی کے ساتھ اس سے گفتگو فرمائی۔ حضرت عائشہؓ کو اس پر تعجب ہوا کہنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ آپ تو اس کو اچھا آدمی نہیں سمجھتے تھے پھر اس طرح اس کے ساتھ نرمی پیار اور محبت سے کلام کرنے کا کیا مطلب؟ آپؐ نے فرمایا خدا کے نزدیک سب سے بُرا وہ شخص ہے جس کی بدزبانی سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں۔

آنحضرت ﷺ کی امن سے متعلق ایک زبردست حدیث جو تمام منفی رجحانات کا قلع قمع کرتی ہے پیش کرتا ہوں یہ مسلم کتاب البر والصلہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے سے حسد نہ کرو ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے بڑھ چڑھ کر بھاؤ نہ بڑھاؤ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو ایک دوسرے سے پیٹھ نہ موڑو یعنی بے تعلقی کا رویہ اختیار نہ کرو ایک دوسرے پر سودا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، مسلمان اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کی تحقیر نہیں کرتا، اس کو شرمندہ یا رسوا نہیں کرتا۔ آپؐ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقویٰ یہاں ہے۔ یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ دہرائے۔ پھر فرمایا: انسان کی بدبختی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے، ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے اور اس کے لئے واجب الاحترام ہے۔

اس حدیث میں انسانی بھائی چارے اور برادری کا وہ نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اگر اس پر سچائی اور اخلاص اور نیک نیتی سے عمل کیا جائے تو یہ شر اور فساد سے بھری ہوئی دنیا دفعۃً جنت بن جائے اور دنیا میں امن قائم ہو جائے۔

چشم پوشی:

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنی کتاب دیباچہ تفسیر القرآن میں ایک اور اہم نیکی جسکی نصیحت آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے بیان کرتے ہیں:

آنحضرت ﷺ ہمیشہ اس بات کی نصیحت کرتے تھے کہ خواہ مخواہ دوسرے کے کاموں پر اعتراض نہ کیا کرو۔ اور ایسے معاملات میں دخل نہ دیا کرو جو تمہارے ساتھ تعلق نہیں رکھتے کیونکہ اس طرح فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کے اسلام کا بہترین نمونہ یہ ہے کہ جس معاملہ کا اس سے براہ راست کوئی تعلق نہ ہو اس میں خواہ مخواہ دخل اندازی نہ کیا کرے، آپ کا یہ خلق ایسا ہے کہ جسکی نگہداشت کرکے دنیا میں امن قائم کیا جا سکتا ہے۔ ہزاروں ہزار خرابیاں دنیا میں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ لوگ مصیبت زدہ کی مدد کرنے کو تو تیار نہیں ہوتے مگر خواہ مخواہ لوگوں کے معاملات پر اعتراضات کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں''

(دیباچہ تفسیر القرآن اردو صفحہ ۲۶۵)

پس چشم پوشی اور لوگوں کے برے اعمال پر پردہ پوشی اختیار کرنا بہت بڑا خلق ہے اس خلق سے امن کے قیام میں مدد مل سکتی ہے اگر لوگ اسے اختیار کریں گے تو یقیناً یہ کئی فسادوں کو جنم لینے سے روک دے گی۔

ترمذی کتاب الفتن میں ایک واقعہ یوں درج ہے کہ ایک دفعہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھا کون ہے؟ حاضرین چپ رہے آپؐ نے دوسری بار یہ سوال کیا پھر تیسری بار پوچھا۔ ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ فرمائیے! ارشاد ہوا۔

''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس سے اچھائی کی امید کی جائے اور جسکی برائی سے لوگ امن میں ہوں اور تم میں سب سے برا وہ ہے جس سے کوئی اچھائی کی امید نہ کی جائے اور جسکی برائی سے کوئی امن میں نہ ہو''

آپؐ نے ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ ''اگر تم کسی سے بھلائی نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے شر سے اسکو محفوظ رکھو''

ان سب احادیث اور اسلامی تعلیمات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ معاشرہ میں امن قائم کرنے کے لئے پہلے انسان کو باخدا بننا پڑے گا کیونکہ خدا سے تعلق رکھنے والا، خدا تعالیٰ سے محبت کرنے والا، خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہی امن قائم کر سکتا ہے اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کی مخلوق سے ہمدردی کرنیوالا، انکے ہم و غم کو دور کرنیوالا، انکی پردہ پوشی کرنے والا، انکے ساتھ نیک اور حسن سلوک کرنیوالا اور انکا ہمدرد ہی دراصل امن قائم کر سکتا ہے۔

پس آیئے عہد کریں کہ ان تعلیمات نبوی پر عمل کرکے ہر ایک کے لئے امن قائم کریں گے۔ خدا توفیق دے۔ ❀❀❀

عالمی امن اور اسلامی تعلیم کے دس سنہرے عالمگیر اُصول

طاہر محمود احمد۔ کینیڈا

دنیا، تمام اقوام عالم کا ایک مجموعہ ہے اور تمام ہم خیال، ہم مذہب اور ہم وطن افراد کا مجموعہ ایک قوم کہلاتا ہے۔ اگر افراد میں بے چینی پیدا ہو جائے تو ساری قوم بے چین ہو جاتی ہے اور بدامنی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ علاقہ جات کی بدامنی سے ملکوں کی بدامنی شروع ہو جاتی ہے جس سے دنیا کا امن تباہ ہو جاتا ہے اور عالمگیر بے چینی کا شکار ہو جاتی ہے۔ تمام قوموں کا سکون تباہ ہو جاتا ہے ۔ ایک ہولناک اضطراب پیدا ہو کر لوگوں کے دلوں میں مختلف قسم کے مایوسی کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں اہلِ دانش کے دلوں میں سب سے بڑھ کر اس بات کا فکر لاحق ہوتا ہے کہ ان حالات میں دنیا کا انجام کیا ہوگا؟ وہ امنِ عالم کے لئے بیقرار ہوتے ہیں اور ہر ذریعہ سے اس کے حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں ۔ یہی لوگ انسانیت کے ہمدرد اور دنیا کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔

موجودہ حالات

اگر آج کل دنیا پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا ایک غیر معمولی بے چینی کا شکار ہو رہی ہے۔ اسلامی ممالک میں حیرتناک تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ بظاہر جمہوریت کی طرف سفر کر رہے ہیں لیکن حقیقت ان کے پیچھے کچھ اَور ہے۔ افراد کے دل سکون سے عاری ہیں اور انسانی دماغ افکار و انتشار کی آماجگا بن رہے ہیں۔ افراد بھی غیر مطمئن ہیں، قومیں بھی بے تاب ہیں اور ممالک ہر گھڑی ہولناک خطرہ محسوس کر رہے ہیں ۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسانیت تباہی کے گڑھے کے کنارے پر ہے اور خوفناک بربادی کے بادل قوموں اور ملکوں کے سروں پر منڈلا رہے ہیں ۔ ہر ملک کے سیاست دان اور والیان اقتدار آنے والے خطرہ کے پیش نظر اپنی حفاظت کے خیال سے یا اپنے دشمنوں کی بیخ کنی کی نیت سے تباہ کن اسلحہ کی تیاری میں ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہے ہیں ۔ ایٹمی مہلک ایجادات کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ ملکوں کی آمدنی کا بہت گراں قدر حصہ ہتھیاروں کی تیاری میں صرف ہو رہا ہے۔ بظاہر وہ یہ سب کچھ امنِ عالم کے نام پر کر رہے ہیں مگر دوربین نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ یہ طور طریقے امن قائم کرنے کے نہیں بلکہ تباہی و بربادی کے ہیں۔

مادی ترقیات نے انسان کو دنیا کے حصول کے لئے دیوانہ کر رکھا ہے ۔ ہر جگہ استحصال اور ناجائز ذرائع سے حصولِ زر کے لئے زبردست جنگ جاری ہے۔ اخلاقی اقدار کو خیر باد کہہ دیا گیا ہے اور باہمی اخوت اور للّٰہی ہمدردی ایک قصہ پارینہ ہو کر رہ گئی ہے۔

ان حالات میں افراد کے دل بھی سکون اور طمانیت سے خالی اور اضطراب و انتشار کا شکار ہیں اور قومیں بھی بہ حیثیت مجموعی امن کی نعمت سے محروم نظر آتی ہیں۔ پس آج دنیا امن کا گہوارہ کیسے بن سکتی ہے؟ اس کا جواب صرف اور صرف اسلام کی آغوش میں آجانے سے ہی مل سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام صلح اور آشتی کا مذہب ہے اور اس کے معنی ہی محبت، صلح اور امن و سلامتی کے ہیں۔

دنیا کے جھگڑوں کے دو قسم کے موجبات

دنیا میں امن کو برباد کرنے والے جتنے نزاع پیدا ہوتے ہیں ان کے موجبات دو قسم کے ہوتے ہیں۔

اول: اعتقادی اور مذہبی موجبات

پہلی قسم میں مذہبی اختلافات اور نظریاتی تضادات شامل ہیں۔ اس قسم کے نزاع امن کو برباد کر دیتے ہیں۔ قوموں اور ملکوں میں نہ ختم ہونے والی جنگ کا آغاز کر دیتے ہیں۔

دوم: مادی اور جسمانی موجبات

دوسری قسم میں مشہور مقولہ کے مطابق زر، زن اور زمین کی وجہ سے پیدا ہونے والے اختلافات شامل ہیں ۔ مادی حرص و ہوا میں انسان اندھے ہو جاتے ہیں ۔ حقائق ان کی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں ناجائز ذرائع کو استعمال کر کے وہ دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں اور ظلم کے نتیجہ میں تباہی اور بربادی کا باعث بن جاتے ہیں ۔ یہ موجبات بھی امن کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور انسانوں کے سکون کو چھین لیتے ہیں اور مسلسل بے چینی پیدا کر دیتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو بڑے بڑے ممالک کی موجودہ سرد جنگ نظریاتی جنگ ہے جس میں آخر تباہ کن آلات استعمال ہو سکتے ہیں ۔ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں اعتقادی اختلافات موجب پرخاش بن جاتے ہیں جس سے ماضی میں نہایت بھیانک اور طویل جنگیں ہو چکی ہیں اور اگر آج بھی یہ اختلاف مزید شدت اختیار کر جائیں تو دنیا کا امن برباد ہو سکتا ہے۔ اقتصادی غلبہ کا خیال ، توسیعی پسندانہ عزائم اور جارحانہ اقدام قوموں کے لئے بربادی کا باعث بن رہے ہیں۔ غرض دنیا کی موجودہ بے چینی کے اسباب و موجبات انہی دو قسموں پر مشتمل ہیں یا وہ اعتقادی اور نظریاتی ہیں یا مادی اور اقتصادی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان موجبات اور اسباب کا ازالہ کیے بغیر دنیا کی حالت بدل نہیں سکتی اور قلوب میں امن پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اب ہم دنیا کی موجودہ بے امنی کی حالت اور اس کے موجبات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام کے پیش کردہ اصولوں پر غور کریں گے جن سے وہ دنیا کے افراد کو امن کا پیغام دیتا ہے اور اُن کے قلوب میں سکینت اور اطمینان پیدا کرنے کی راہ بتاتا ہے۔

دس سنہرے عالمگیر اُصول

اسلام نے ہر قسم کے موجبات نزاع و بے امنی کے حل کے لیے دونوں قسم کے اُصول بیان فرمائے ہیں۔ اس نے اعتقادی اور نظریاتی طور پر بھی ہماری راہ نمائی کی ہے اور مادی اور اقتصادی رنگ میں بھی پرامن اور اعلیٰ تعلیمات پیش کی ہیں ۔ میں اسلام کے پیش کردہ اصولوں میں سے دس عالمگیر زرّیں اصول بیان کرتا ہوں۔ ان اصول پر عمل پیرا ہونے سے دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے اور انسانی قلوب اطمینان سے لبریز ہو سکتے ہیں وہ دس اصول یہ ہیں۔

1۔ توحید خالق

اعتقادی اور نظریاتی طور پر اسلام نے بنیادی اصول یہ پیش فرمایا ہے کہ ساری دنیا، سارے ملکوں اور ساری کائنات کا ایک خالق ہے۔ ایک مالک ہے۔ ایک پیدا کرنے والا ہے ۔ ہم سب انسان، گورے ہوں یا کالے، سب اس کے بندے ہیں اور وہ ہم سب کا اکیلا رب ہے۔ ہر انسان اپنے اعمال اور اقوال کے لیے اس کے سامنے جواب دہ ہے۔

اسلام کا یہ عقیدہ واقعاتی طور پر درست اور حقیقت ہونے کے علاوہ دنیا کے امن کے لئے بمنزلہ ایک بنیادی چٹان ہے۔ اس عقیدہ سے دل کی پاکیزگی کے علاوہ اخلاقی قدریں پیدا ہوتی ہیں۔ انسانوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور وہ سب اپنے خدا کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔

2۔ انسانی مساوات

عقیدہ توحید باری تعالیٰ امن کے قیام کے لئے دوسرے بنیادی اصل کی اساس بھی ہے۔ مراد اس سے انسانوں کی باہمی مساوات ہے۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ وہ سب کا خالق ہے اور سب انسان یکساں طور پر برابر اس کے بندے ہیں۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے مشرق و مغرب یا گورے کالے کا کوئی امتیاز نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○

(الحجرات 14:49)

ترجمہ: کہ سب لوگ ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ گروہ اور قبیلے صرف باہمی تعارف کا ذریعہ ہیں نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔ انسانوں میں سے اللہ کے ہاں زیادہ باعزت وہی ہے جو زیادہ نیکوکار اور تقویٰ شعار ہے۔

جب سب لوگ برابر ہیں تو انسانوں کو اعلیٰ و ادنیٰ قرار دے کر دنیا میں بدامنی کی لہر پیدا کرنا خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ کہ کوئی قوم اپنے آپ کو دوسری قوم سے بہتر اور اعلیٰ ٹھہرا کر دوسروں کی تحقیر نہ کرے کیونکہ مستقبل کی جدوجہد سے ہی پتہ لگے گا کہ بنی نوع انسان کے لئے کس کا وجود زیادہ مفید اور فائدہ مند ہے۔

اسلام کے ظہور کے وقت قوموں میں عداوتیں موجود تھیں۔ اچھوت اور برہمن کی تمیز کارفرما تھی۔ غلام اور آقا کی تفریق نے انسانوں کے حصے بخرے کر دیئے تھے۔ قرآن مجید نے فرمایا۔

وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا

تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی (المائدۃ:۹)

دیکھو کسی قوم کی پرانی دشمنی تمہیں آج اللہ تعالیٰ کے اس اصل کو ماننے سے نہ روکے کہ سب قومیں برابر ہیں۔ تمہیں بہرحال اس نظریہ کو اپنانا چاہیئے۔ اسی سے امن قائم ہوگا۔ اسی سے انصاف کی بنیاد رکھی جائے گی۔ یہی تقویٰ کی راہ ہے۔

3۔ انبیاء کرام کا احترام

اسلام نے بشری مساوات کی عملی اور اعتقادی ساری صورتوں کو اختیار کیا ہے۔ نماز میں سب مومن برابر ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اسلامی قضاء کے سامنے سب برابر ہیں۔ شہری حقوق میں اسلامی نقطہ نگاہ سے کافر اور مومن یکساں ہیں۔ اسلام کے اس مساوات کے نظریہ کا لازمی نتیجہ تھا کہ اسلام یہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ خدا جو رب العالمین ہے اسرائیلیوں یا اسماعیلیوں ہی کا خدا نہیں بلکہ سب جہانوں کا رب ہے۔ جس طرح اس نے سب انسانوں کے اجسام کی بقاء اور حفاظت کے لئے غذا مہیا کی، اسی طرح ضروری تھا کہ وہ سب انسانوں کی ارواح کی بقاء اور نشوونما کے لئے ہر قوم کی ہدایت کا سامان بھی کرتا۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیۡهَا نَذِیۡرٌ کہ خدا کی طرف سے ہر قوم میں نبی اور رسول گزرے ہیں۔ وَلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ۔ ہر قوم کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہادی اور راہنما بھیجے ہیں۔ یہ عقیدہ ایک واضح صداقت اور عالمگیر قانون کے مطابق ہے۔ علاوہ ازیں اس سے امنِ عالم کی نہایت مستحکم بنیاد رکھی جاتی ہے۔ ہر مذہب کے پیرو اپنے اپنے پیشوا کی عزت و احترام کے قیام کے لئے فدا ہونے کے لئے تیار ہیں۔ مگر باقی اہل مذاہب تو صرف اپنے اپنے مذہب اپنی اپنی قوم کے نبیوں اور رشیوں پر ایمان لاتے ہیں۔

دوسرے ملکوں اور قوموں کے نبیوں پر ان کے ہاں ایمان لانے کے لئے کوئی تاکید نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مذاہب کے بعض غلط کار پیرو دوسرے مذاہب کے مقدسوں کی بے حرمتی کا ارتکاب کر کے امن کو برباد کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اسلام نے کہا ہے کہ دوسروں کی دلآزاری نہ کرو بلکہ اس نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے سب رشیوں اور نبیوں کو خدا کا برگزیدہ تسلیم کریں۔ وہ گورے اور کالے سب انسانوں کے پیشواؤں کو اپنا نبی اور رسول یقین کرتے ہیں کیونکہ خدائے رب العلمین نے نیک فطرت لوگوں کے لئے مختلف قوموں، مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں حق وصداقت اور رشد و ہدایت کی نورانی مشعلیں جلا رکھی ہیں۔

4۔ اخلاقی لائحہ عمل

زمین، زر اور زن کے باعث جو تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام نے ان کے حل کے لئے بڑے جامع اصول مقرر فرمائے ہیں۔

قرآن مجید نے خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا کہہ کر کائنات کی ساری نعمتوں کو ساری انسانیت کے لئے عام قرار دیا اور سب لوگوں کو زمین کی مادی نعمتوں سے متمتع ہونے کا حق دیا ہے۔ سرمایہ داری کی اسلام نے مذمت کی ہے فرماتا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ یَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَهَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ (التوبۃ:۳۴)

کہ جو لوگ اپنے جمع کردہ سونے اور چاندی پر سانپ کی طرح بیٹھے رہتے ہیں اور بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے انہیں خرچ نہیں کرتے ہیں وہ بڑے ظالم ہیں وہ خدا کی ناراضگی کو حاصل کریں گے۔

اسلامی قانون کے مطابق ہر شخص کے لئے ضروریات زندگی کا مہیا ہونا لازمی ہے۔ کسی شخص کو ان سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ سورۃ طٰہٰ میں وَاَنَّكَ لَا تَظۡمَؤُا فِیۡهَا وَلَا تَضۡحٰی (طٰہٰ 120:20) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔

اسلام نے قدرتی ذرائع سے سب کے لئے استفادہ کا یکساں حق دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی انسانوں کی استعدادوں کے منصۂ شہود پر لانے کے لیے اور اپنی کاہلی اور تعطل سے بچانے کے لیے اور ان کی اخلاقی ترقی کے لئے ان میں سے ہر ایک کی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا ہے۔

اگر آپ اسلام کے اس ترقی بخش اور عافیت خیز قانون کی تفصیلات پر غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ سرمایہ داری اور بالشوازم ایسی دو انتہائیں ہیں جن سے انسانوں میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ ہاں اسلامی نظریۂ اقتصادیات درمیانی کامیاب راہ ہے۔

اسلام، سرمایہ دارانہ نظام Capitalism کے خلاف ہے۔ اس نے اس کو ختم کرنے کے لئے تفصیلی احکام جاری فرمائے ہیں۔ مجملاً عرض ہے کہ اس نے

1۔ ورثہ کو جاری فرمایا۔
2۔ سُود کو حرام ٹھہرایا۔
3۔ تعاونی قرض کی تلقین کی۔
4۔ تجارت کی ترغیب دی۔
5۔ صدقہ و خیرات اور کفارات مقرر فرمائے۔

دوسری طرف اسلام نے ہر انسان کو محنت کر کے کھانے کا حکم دیا۔ بھیک مانگنے کو ایک لعنت قرار دیا۔ بیکاری کو شیطانی کام ٹھہرایا۔

اگر ہر انسان اپنے کام میں منہمک ہو اور ان پاکیزہ نظریات کا قائل ہو تو دنیا میں امن و اطمینانیت کا دَور دورہ ہوسکتا ہے اور فساد اور بے امنی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اخلاقی تعلیمات میں قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ (النور 31:24) ایک بہترین تجویز ہے جس سے امن کے قیام میں مدد ملتی ہے۔ اس ضمن میں بھی مکمل ضابطہ موجود ہے۔

6۔ جمہوری نظام

اسلام نے امن کی بنیاد رکھی ہے۔ حکومت کو ایک امانت قرار دیا ہے اور فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهۡلِهَا (النساء 59:4)

اے انتخاب کرنے والو! یہ حکومت اور اقتدار کی امانت اپنے ووٹ کے ذریعے اُن لوگوں کے سپرد کرو جو واقعی اس کے اہل ہوں اور پھر آیت کے اگلے حصہ میں منتخب ہونے والے نمائندوں سے فرماتا ہے۔

وَاِذَا حَكَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ (النساء 59:4)

کہ جب تم اقتدار حاصل کرلو تو عدل وانصاف سے کام لو۔ کسی کی جنبہ داری نہ کرو۔

حکومت کے جملہ معاملات کو طے کرنے کے لئے اسلام نے اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ (شوریٰ 42: 39) کا ارشاد فرمایا ہے کہ سب معاملات مشورہ سے طے ہونے چاہئیں۔

اسلام استبدادیت کا سخت مخالف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَسۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِمُصَیۡطِرٍ۔ تو ان پر داروغہ نہیں۔ ان پر ان کی طوعی اطاعت کے بغیر ظالمانہ حکمرانی کرنے والا نہیں۔

ظاہر ہے کہ دنیا کے لیے جمہوری نظام ہی امن عالم کا ذریعہ ہے اگر آج بھی دنیا کے لوگ اسلام کی ہدایت کے مطابق صحیح اسلامی جمہوری نظام کو اپنالیں تو دنیا میں امن قائم ہوجاتا ہے۔

7۔ عالمگیر بااختیار مصالحتی بورڈ

اسلام نے صلح اور محبت کی تلقین فرمائی ہے۔ افراد اور قوموں کو باہمی امن سے رہنے کی ہدایت کی ہے۔ ظلم اور بے انصافی سے روکا ہے اور یہاں تک فرمایا۔

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىهُمَا عَلَی الۡاُخۡرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰی تَفِیۡٓءَ اِلٰۤی اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ○ (الحجرات :۱۰)

اگر مومنوں میں دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسرے کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یہ اصول ہی دراصل لیگ آف نیشنز اور اب جمعیت اقوام متحدہ کے لیے بنیادی ہدایت ہے مگر قرآن مجید کے اس اصل میں غیر جانبداری اور عدل کی جو لازمی شرط ہے افسوس وہ دوسرے نظاموں میں موجود نہ ہونے کے باعث انہیں امن عالم کے قائم کرنے میں ناکام بنا رہی ہے۔ اے کاش! مغربی قومیں اپنی جمعیتوں میں اَقۡسِطُوۡا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ کے حکم پر عمل پیرا ہوں۔

8۔ حقوق و ذمہ داریوں کا مکمل ضابطہ اور اسوہ حسنہ

امن دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اخلاق پر اس کی بنیاد ہے۔ اس لیے اسلام نے روحانیت اور اخلاق کے لئے اعلیٰ لائحہ عمل پیش کیا ہے۔ انسانی حقوق کی پوری تفصیل پیش کر دی ہے۔ گھر کے افراد میاں بیوی سے لے کر ملکی سلطنت تک، اور ایک ملک کی سلطنت سے لے کر عالمگیر حکومت تک کے متعلق ایسے تفصیلی احکام دیئے ہیں جن سے ہر شخص کو اپنے حقوق اور اپنی ذمہ داریوں کا پتہ لگ جاتا ہے۔ فساد کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے حقوق تو لینا چاہتے ہیں مگر اپنے فرائض کو ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ لیکن اسلامی ہدایات کی روشنی میں یہ صورت پیدا نہ

ہوگی ۔ بلکہ ہر شخص ، ہر قوم اور ہر ملک اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے گا اور اپنے واجبات کو ادا کرے گا۔ اپنے حقوق کو حاصل کرنے کا کام کرنے والے کو اجرت ملے گی اور مالک کو اس کا حق مل جائے گا ۔ چونکہ فساد کی ایک بڑی وجہ مکمل اور منصفانہ ضابطہ نہ ہونا ہے اور اسلام نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے ۔اس لیے اسلام ہی دنیا میں امن قائم کرسکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی جامعیت ہے علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور اسوۂ حسنہ پیش کرکے عملی تصویر بھی دکھادی ہے۔

9۔ مذہبی آزادی اور دلیل پر بنیاد

جبر و اکراہ سے دنیا اور مذہب میں فساد برپا ہوتا ہے۔ اسلام نے مذہبی جبر کو اتنا ناپسند فرمایا اور اسے امن عالم کے لئے اتنا مضر ٹھہرایا ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے آزادیٔ مذہب کے مخالفین کی چیرہ دستیوں کے خلاف محاذ قائم کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلا اہم کام یہ فرمایا کہ ایک میثاق کے ذریعہ مدینہ کے یہود، مشرکین اور مسلمانوں کو باہم آزادی سے رہنے کا پابند بنایا۔ ہر گروہ کو اپنے مذہب کی آزادی تھی۔ صرف دلیل اور برہان کے ذریعہ ایک دوسرے کو تبلیغ کی جا سکتی تھی۔ میثاقِ مدینہ کی روح سے اہل شہر مذہبی آزادی کے علمبردار تھے اور تشدد اور زبردستی کے خلاف متفق تھے۔

اسی لیے یہ شرط بھی تھی کہ اگر باہر سے شہر پر کوئی حملہ آور ہو تو سب مل کر دفاع کریں گے ۔ البتہ اگر کسی خاص گروہ کے مخالفین حملہ کریں۔ تو اس گروہ کے افراد اپنا دفاع کریں گے باقی اہل مذاہب امن اور صلح سے شہر کی اندرونی حفاظت میں پورے شریک ہوں گے۔

جب قریش مکہ نے جو جبر کے حامی تھے مظلوم مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے مدینہ پر حملہ کیا تو اسلام نے ان ظالموں کے خلاف دفاعی جنگ کا اعلان فرمایا۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ

(الحج 22 : 40)

کہ آج مظلوم مسلمانوں کو جن سے خواہ مخواہ جنگ کی جارہی ہے ہم اجازت دیتے ہیں کہ وہ بھی اپنا دفاع کریں یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد و نصرت پر قادر ہے۔

گویا اسلامی جنگوں کی بنیاد کفار کے جبر و تشدد کے دفاع کے لئے ہوئی ہے ۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرۃ 257:2)

دین کے معاملہ میں جبر ہرگز روا نہیں ۔ ہدایت گمراہی سے بالکل واضح ہو چکی ہے۔ مذہب کی بنیاد دلیل اور برہان پر ہے۔

اگر اسلام کے اس اصل کو تسلیم کر لیا جائے اور ہر ملک کے باشندوں کو مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ حق خود اختیاری بھی حاصل ہو تو یقینا دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے اور نہایت اچھی فضاء میں باہمی سمجھوتے ہوسکتے ہیں۔

9۔ معاہدات کی پابندی

جب قومیں مختلف ہیں اور حکومتوں کی پالیسی الگ الگ ہے تو ظاہر ہے کہ دنیا کا امن قوموں اور حکومتوں کے باہمی معاہدات پر موقوف ہوگا۔ لیکن اگر معاہدات کو محض کاغذ کا پرزہ قرار دے دیا جائے تو پھر امن کا قیام خیال باطل ہے۔

اسلام نے حکم دیا ہے کہ ہمیشہ صاف گوئی اور سچائی سے کام لیا جائے ۔ اپنی گواہی اور اپنے بیان اور اپنے معاہدات میں قولِ سدید کو اختیار کیا جائے ۔ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا کا حکم دیا گیا ہے اور سچی گواہی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ خواہ اس سچی گواہی کا نقصان تم کو یا تمہارے اعزہ واقرباء یا تمہارے ماں باپ کو بھی پہنچے تمہارے لیے بہرحال سچ بولنا ضروری ہے جھوٹ یا جھوٹ سے ملوث ڈپلومیسی اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

(النساء 136:4)

ایک طرف صاف گوئی اور صداقت شعاری کی یہ تلقین کی ہے تو دوسری طرف اسلام نے معاہدات کی پابندی پر ایسا انتہائی زور دیا ہے کہ اس کی مثال تلاش کرنا بیکار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل 35:17)

کہ معاہدات کی پوری پابندی کرو کیونکہ عہد کے بارے میں تم سے باز پرس ہوگی۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی ایک آیت خاص توجہ کے قابل ہے فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ

(الانفال 173:8)

جو لوگ مرکز اسلام سے باہر ایمان لاتے ہیں لیکن ہجرت نہیں کرتے۔ تمہاری ان سے دوستی اسی وقت ہوگی جب وہ ہجرت اختیار کریں گے۔ ہاں اگر ایسے مسلمان دین کی وجہ سے مظلوم ہونے پر تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد ضرور کی جائے لیکن اگر ان مسلمانوں پر ظلم کرنے والی کافر قوم ایسی ہے جس سے تمہارا معاہدہ ہے تو تم ان کافروں کے خلاف اپنے بھائیوں کی مدد نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے معاہدہ شکنی لازم آتی ہے۔

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدات کی پابندی کا جو بے مثال نمونہ پیش فرمایا ہے وہ تاریخ کا زرّیں ورق ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ نے وہ تمام شرائط منظور کرلیں جو عام مسلمانوں کی نظر میں شکست کے مترادف تھیں ۔ آپؐ کی غرض یہی تھی کہ امن قائم ہوجائے اور لوگوں کی زندگیاں محفوظ ہوجائیں ۔ ان شرائط میں ایک یہ شرط تھی کہ جب قریش کا کوئی آدمی مسلمان ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا آپؐ اُسے واپس کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔ عجیب ماجرا ہوا کہ جب شرائط لکھی جارہی تھیں اور ابھی دستخط ہونے باقی تھے ایک نوجوان زنجیروں سے جکڑا ہوا کسی طرح مکہ سے رہائی پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور یہ قریش کے ایلچی سہیل کا بیٹا ابوجندل تھا جسے مسلمان ہوجانے کی پاداش میں جکڑ دیا گیا تھا۔ اس نے مجسم درخواست رحم بن کر کہا کہ مجھے یہاں رکھا جائے اور مکہ واپس نہ کیا جائے ۔ اس کی حالت دیکھ کر ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کے جذبات اُبھر آئے اور بعض نے کہا کہ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے اس لئے ابوجندل کو روک لیا جائے مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا کہ معاہدہ کے مطابق ابوجندل واپس جائے چنانچہ وہ آخر کار واپس چلے گئے۔

معاہدہ کی پابندی کی یہ ایک نہایت شاندار مثال ہے۔ آج اگر دنیا کے بڑے بڑے ملکوں کے سربراہ معاہدات کی پابندی صحیح معنوں میں کریں تو دنیا کے امن کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو مگر حالت یہ ہے کہ ہر قوم کا سربراہ دوسری قوم کے سربراہ کو اپنے امن پسند ہونے کا یقین بھی دلا رہا ہے مگر ساتھ ہی اسلحہ اور ایٹمی ایجادات کے اضافہ کی دوڑ میں دوسروں سے سبقت بھی لے جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ کسی قوم کو دوسری قوم پر اعتماد نہیں ہے۔ ہر ملک یہ سمجھتا ہے کہ نہ معلوم دوسرا ملک کب حملہ کر دے ۔ پس معاہدات کی حقیقی پابندی عالمی امن کے قیام کے لئے ناگزیر ہے۔

10۔ آخرت پر یقین

ساری خرابی کی جڑ یہ ہے کہ افراد اور قومیں آخرت پر یقین نہیں رکھتیں۔ اسی دنیا کو اپنا آخری مقصد سمجھتی ہیں۔ اس لیے ظالمانہ طریقوں سے اپنی مادی زندگی کو بہتر بنانے میں کوشاں رہتی ہیں اور ناجائز ذرائع سے دوسروں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتی ہیں۔

قرآن مجید نے اس دنیا کی اہمیت کو ضرور قائم کیا ہے ۔ مگر ساتھ ہی فرما دیا ہے کہ مرنے کے بعد ایک دائمی زندگی ہے ۔ آخرت کی زندگی یقینی ہے جہاں پر ظالم کو پوری سزا دی جائے گی اور ہر مظلوم کو اس کا پورا پورا حق ملے گا اور دائمی راحت نصیب ہوگی۔ اس یقین سے اخلاق بھی سدھر جائیں گے۔ دلوں میں امن و اطمینان بھی پیدا ہوگا اور انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ سمجھے گا ۔ پھر نہ ظلم ہوگا نہ امن برباد ہوگا ۔ دل بھی مطمئن ہوں گے اور ظاہری طور پر بھی امن کا دور دورہ ہوگا۔

قرآن مجید نے اسی لئے فرمایا ہے کہ خدا اور آخرت پر سچا ایمان اور اس کے مطابق عمل صالح دنیا میں امن قائم کرسکتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرۃ 63:2)

سارے مذاہب کے پیروکار اگر حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لے آئیں تو وہ خوف و حزن سے نجات پاجائیں گے۔ اس آیت میں اخروی نجات کا بھی ذکر ہے اور جملہ ایمانیات پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے ۔ مگر آیت کا ایک عمومی مطلب یہ بھی ہے کہ دنیوی خوف اور حزن اسی صورت میں دور ہوسکتے ہیں اور اصلی امن تبھی قائم ہوسکتا ہے جب سب لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لے آئیں اور آخرت کی زندگی کے متعلق ان کو یقین ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ دنیا کے لئے رحمت کے فرشتے اور امن کے پیغامبر ہوں گے اور ان کے وجود سے دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ آج اگر دنیا ان اصولوں کو اپنالے تو ہر جگہ امن ہوسکتا ہے۔

(احمدیہ گزٹ کینیڈا۔ مارچ ۲۰۱۳ء)

امن وسلامتی کے قیام کیلئے شہزادہ امن
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لامثال کوششیں

منیر احمد خادم
قادیان

اس وقت دنیا ہر طرح کی بدامنی اور بے چینی کا شکار ہے اور یہ بے چینی و بدامنی دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے اور اس کی بنیادی وجہ ہے خدا سے دُوری اور اس پیغام سے دُوری جو سرور کائنات حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کی عالمگیر اور دائمی شریعت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کے ساتھ ساتھ جب تک اللہ سے تعلق قائم نہ ہوگا چاہے قرآن مجید کے ماننے والے بھی کیوں نہ ہوں۔ دنیا سے جھوٹ کرپشن بے حیائی اور مفاد پرستی اور ناانصافی کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ چاہے یہ بیماریاں علاقائی اور ملکی سطح پر ہوں یا بین الاقوامی سطح پر اور اس کیلئے گزشتہ چودہ سو سال میں ہر دور میں اللہ نے قرآن مجید کے سمجھانے والے مجددین اور اولیاء اللہ بھیجے ہیں جو الہام الٰہی کی روشنی میں قرآن مجید کی حقیقی تعلیم سے دنیا کو روشناس کرتے رہے اور جب دنیا ایک خاندان کی طرح ہوگئی تو اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے ایک مثیل کو امام مہدی و مسیح موعود کے نام سے مبعوث فرمایا جس نے قرآن مجید کی تعلیم کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ الہام کی روشنی میں دنیا میں پھیلایا۔ آنے والے امام مہدی کے متعلق یہ بھی پیشگوئی تھی کہ وہ جنگوں کے سلسلہ کو ختم کرکے امن و سلامتی کو پھیلائے گا۔“

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مذاہب کے علماء کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔

”میں بکمال ادب وانکسار حضرات علماء مسلمانان و علماء عیسائیان و پنڈتان ہندوآن و آریان یہ اشتہار بھیجتا ہوں اور اطلاع دیتا ہوں کہ میں اخلاقی و اعتقادی و ایمانی کمزوریوں اور غلطیوں کی اصلاح کیلئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں میں اس بات کا مخالف ہوں کہ دین کیلئے تلوار اٹھائی جائے اور مذہب کیلئے خدا کے بندوں کے خون کیے جائیں۔۔۔ میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔“ (اربعین صفحہ ۱،۲)

مذہبی فضا میں امن کے قیام کے متعلق ضروری ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر و تشدد نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

۱۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ آیت نمبر ۲۵۷)

ترجمہ: دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر (جائز) نہیں کیونکہ ہدایت اور گمراہی کا (باہم) فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔

۲۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاۗءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا (الکہف: ۳۰)

ترجمہ: لوگوں کو کہہ دے کہ یہ سچائی تمہارے رب کی طرف سے ہی نازل ہوئی ہے پس جو چاہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے اس کا انکار کردے۔

مذہبی فضا میں امن کے قیام کیلئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے معبود ان اور مذہبی بزرگوں کو برے ناموں سے یاد نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں مسلمانوں کو جو حسین تعلیم دی ہے وہ اس طرح ہے۔

۳۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ (الانعام: ۱۰۹)

ترجمہ: اور تم انہیں جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں گالیاں نہ دو نہیں تو وہ دشمن ہوکر جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دیں گے۔

اب دیکھو کہ باوجودیکہ خدا کی تعلیم کی رو سے بت کچھ چیز نہیں ہیں مگر پھر بھی خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھاتا ہے کہ بتوں کی بدگوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو اور صرف نرمی سے سمجھاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مشتعل ہو کر خدا کو گالیاں نکالیں اور ان گالیوں کے تم باعث ٹھہر جاؤ۔

امن عالم کے سلسلہ میں قرآن مجید نے ایک تعلیم یہ بھی دی ہے کہ دنیا میں مبعوث ہونے والے تمام انبیاء رسل، رشی، منی، اوتاروں کو عزت کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کے درمیان تفریق نہ ڈالی جائے چنانچہ فرمایا:۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران آیت ۸۵)

ترجمہ: تم اے مسلمانو! یہ کہو کہ ہم دنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں یہ تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو رد کردیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”اسلام وہ پاک اور صلح کا مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا“ (پیغام صلح صفحہ ۳۰)

امن عالم کے قیام کے سلسلہ میں اور احترام انسانیت کے سلسلہ میں سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد عربی ﷺ نے جو بے نظیر تعلیم دنیا کے سامنے رکھی وہ اس طرح ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری خطبہ حج میں جو ایک لحاظ سے آپ کی وصیت تھی فرمایا:۔

”میری بات کو غور سے سنو! میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد پھر کبھی تم لوگوں کے درمیان میں کھڑے ہو کر کوئی تقریر کرسکوں۔ آج جاہلیت کے تمام دستور میں اپنے پاؤں کے تلے روندتا ہوں۔ اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ (یعنی آدم) بھی ایک تھا۔ سنو! کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ غیر عربی کو عربی پر کوئی فوقیت ہے۔ نہ سیاہ کو سرخ پر نہ سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت ہے۔۔۔ تا قیامت تمہارے مال تمہاری جانیں اور عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ جاہلیت کے سب سود آج ختم ہیں۔۔۔ تم تمام انسان خواہ کسی قسم یا کسی حیثیت کے ہو انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو یہ کہتے ہوئے آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملائیں اور فرمایا جس طرح دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں برابر ہیں اسی طرح تم بنی نوع انسان آپس میں برابر ہو جس طرح یہ دن مقدس ہے یہ علاقہ مقدس ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی جان اور اس کے مال کو مقدس قرار دیا ہے پھر فرمایا یہ باتیں جو میں تم سے آج کہتا ہوں ان کو دنیا کے کناروں تک پہنچادو“۔

(دیباچہ تفسیر القرآن مصنفہ حضرت مصلح موعودؓ)

آج وقت ہے کہ رسول مقبول ﷺ کی اس آخری نصیحت اور وصیت کو دنیا میں ڈنکے کی چوٹ سے پھیلایا جائے کیونکہ آج اس عظیم الشان خطاب کی تشہیر اور اس پر عمل پیرا ہونے کی اشد ضرورت ہے لیکن اب یہ کام کسی کے بس کی بات نہیں اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے خلفاء عظام اور ان کی جماعت کو مامور فرمایا ہے جس کا نام جماعت احمدیہ ہے۔

آج جماعت احمدیہ کے علاوہ مسلمان کہلانے والے اسلام کی پُرامن تعلیم سے نہ صرف کوسوں دور ہیں بلکہ اسلام کے حسین چہرے پر انہوں نے ایسے بدنما داغ لگا دیئے

ہیں جس سے غیروں کو برملا یہ کہنے کا موقع ملا ہے کہ اسلام ایک خونی مذہب ہے اور یہ کہ اسلام کو اپنی اشاعت کیلئے تلوار کے استعمال کی ضرورت ہے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

چنانچہ خونی مہدی کی آمد کا عقیدہ اور اس کا اپنی آمد کے بعد اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلانا یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس سے دیگر مذاہب کے ماننے والے اسلام سے سخت تنفر اور بیزار ہوئے اور اس عقیدے سے تبلیغ اسلام کی راہ میں زبردست رکاوٹیں کھڑی ہوگئیں۔

سُنیے خونی مہدی کی آمد کے متعلق کیا فرماتے ہیں علماء دین! حجج الکرامہ میں لکھا ہے۔

مہدی کے متعلق اہل حدیث کا عقیدہ یہ ہے کہ جب امام مہدی ظاہر ہوگا تو وہ بہت سے عیسائیوں کو قتل کرے گا۔ جو ان میں سے باقی رہ جائیں گے ان کو حکومت اور بادشاہت کا حوصلہ نہ رہے گا اور ریاست کی بُو ان کے دماغ سے نکل جائے گی اور ذلیل ہوکر بھاگ جائیں گے، پھر حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۴۷ میں لکھا ہے۔

اس فتح کے بعد مہدی ہندوستان پر چڑھائی کرے گا ہندوستان کے بادشاہ کو گردن میں طوق ڈال کر اُس کے سامنے حاضر کیا جائے گا اور تمام خزانے اور بینک گورنمنٹ کے لوٹ لیں گے، اسی طرح حجج الکرامہ کے صفحہ ۴۲۴ پر لکھا ہے:۔

عیسیٰ بھی مہدی کی طرح تلوار سے اسلام پھیلائے گا۔ دو ہی باتیں ہوں گی یا قتل یا اسلام

کتاب احوال الآخرۃ میں لکھا ہے۔

جو عیسائی ایمان نہیں لائیں گے سب قتل کردئے جائیں گے۔ (بحوالہ حقیقۃ المہدی)

اس باطل عقیدہ کو پاش پاش کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص اس وقت دین کیلئے لڑائی کرتا ہے یا کسی لڑنے والے کی تائید کرتا ہے یا ظاہر یا پوشیدہ طور پر ایسا مشورہ دیتا ہے یا دل میں ایسی آرزوئیں رکھتا ہے وہ خدا اور رسولؐ کا نافرمان ہے۔''
(حقیقۃ المہدی صفحہ ۴)

نیز فرمایا:۔

''اے مسلمانو! اپنے دین کی ہمدردی تو اختیار کرو مگر سچی ہمدردی۔ کیا اس معقولیت کے زمانہ میں دین کیلئے یہ بہتر ہے کہ ہم تلوار سے لوگوں کو مسلمان کرنا چاہیں۔۔۔۔ خدا سے ڈرو اور یہ بے ہودہ الزام دین اسلام پر مت لگاؤ۔۔۔ معاذاللہ ہرگز قرآن شریف کی یہ تعلیم نہیں ہے اور نہ کبھی آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح آئے گا جو جبراً مسلمان کرے گا اور انسانوں کو قتل کرنا اس کا کام ہوگا۔'' (تریاق القلوب صفحہ ۲۸)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کے سامنے جب یہ عقیدہ رکھا کہ کسی خونی مہدی کا آنا مذہب اسلام کے خلاف ہے اور یہ کہ اسلام کو پھیلانے کیلئے کسی تیر و تلوار اور بندوق و توپ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسلام مذہب کو پھیلانے کیلئے انسانی خون کو بہانے کا سخت مخالف ہے تو مخالف مولویوں اور کٹر ملاؤں نے اس شہزادہ امن و انسانیت کو نعوذ باللہ کافر و بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

''افسوس کہ جس وقت سے میں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ خبر سنائی ہے کہ کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح دنیا میں آنے والا نہیں ہے بلکہ ایک شخص صلح کاری کے ساتھ آنے والا تھا جو میں ہوں اس وقت سے یہ نادان مولوی مجھ سے بغض رکھتے ہیں اور مجھ کو کافر اور دین سے خارج ٹھہراتے ہیں عجیب بات ہے کہ یہ لوگ بنی نوع کی خونریزی سے خوش ہوتے ہیں مگر یہ قرآنی تعلیم نہیں ہے۔''
(تحفہ قیصریہ صفحہ ۱۳۔۱۴)

معزز قارئین! یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ کے علاوہ دیگر فرقہ ہائے اسلامیہ کے نزدیک اسلام کے پھیلانے کا واحد ذریعہ تلوار ہی تھی گویا ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی بیش قیمت نصائح کفار مکہ پر اثر نہ کرسکیں تب نعوذ باللہ من ذلک مجبور ہوکر رسول مقبول ﷺ کو تلوار ہاتھ میں لینا پڑی اور یہی فلسفہ ہے ان کے نزدیک اسلامی جہاد کا۔

چنانچہ اس بارہ میں جماعت اسلامی کے لیڈر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا ایک حوالہ ان کی کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' سے پیش ہے۔ موصوف رقمطراز ہیں:۔

''رسول اللہ ﷺ ۱۳ برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے وعظ و تلقین کا جو مؤثر سے مؤثر انداز ہوسکتا تھا اسے اختیار کیا۔ مضبوط دلائل دیئے واضح حجتیں پیش کیں فصاحت و بلاغت اور زور خطابت سے دلوں کو گرمایا اللہ کی جانب سے محیر العقول معجزے دکھائے اپنے اخلاق اور پاک زندگی سے نیکی کا بہترین نمونہ پیش کیا اور کوئی ذریعہ ایسا نہ چھوڑا جو حق کے اظہار و اثبات کیلئے مفید ہوسکتا تھا لیکن آپ کی قوم نے آفتاب کی طرح آپ کی صداقت کے روشن ہوجانے کے باوجود آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا۔۔۔ لیکن جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی۔۔۔ تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی و شرارت کا زنگ چھوٹنے لگا طبیعتوں سے فاسد مادے خود بخود نکل گئے روحوں کی کثافتیں دور ہوگئیں اور صرف یہی نہیں کہ آنکھوں سے پردہ ہٹ کر حق کا نور صاف عیاں ہوگیا بلکہ گردنوں میں وہ سختی اور سروں میں وہ نخوت بھی باقی نہ رہی جو ظہور حق کے بعد انسان کو اس کے آگے جھکنے سے باز رکھتی ہے۔''

اسی طرح لکھتے ہیں:۔

''عرب کی طرح دوسرے ممالک نے بھی جو اسلام کو اس سرعت سے قبول کیا کہ ایک صدی کے اندر چوتھائی دنیا مسلمان ہوگئی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اسلام کی تلوار نے ان پردوں کو چاک کردیا جو دلوں پر پڑے ہوئے تھے۔''

مولانا مودودی صاحب کا مذکورہ اقتباس اگر ان کے نام اور کتاب کے حوالہ کے بغیر پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ اقتباس کسی اسلام دشمن یہودی کی کتاب کا تو ہوسکتا ہے کسی عیسائی کی کتاب کا تو ہوسکتا ہے لیکن کسی مخلص مسلمان کا نہیں اور وہ بھی ایسا مسلمان جو ایک طرف ''راہنما'' ہونے کے دعویدار کے علاوہ'' مزاج شناس رسول'' ہونے کا مدعی بھی ہے۔

چنانچہ سنئے ڈوزی لکھتا ہے۔

''محمد کے جرنیل ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیکر تلقین کرتے تھے''

سمتھ کا دعویٰ ہے کہ جرنیلوں کا کیا سوال خود'' آپؐ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لے کر مختلف اقوام کے پاس جاتے تھے۔''

پس وہ پتھر جو اسلام کے حسین چہرے پر غیروں نے پھینکے ہیں وہی پتھر آج ان لوگوں کی طرف سے بھی پڑے جو خود کو مسلم راہنما اور اسلام کے ٹھیکیدار بتاتے ہیں چنانچہ جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ اس بارے میں فرماتے ہیں:۔

''ان سب دشمنان اسلام کی آواز کو سُنیے اور پھر مولانا مودودی کی مندرجہ بالا عبارات کا مطالعہ کیجئے کیا یہ بعینہ وہ وہی الزام نہیں جو اس سے پہلے بیسیوں دشمنان اسلام نے رسول معصوم کی ذات پر لگایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک اور اس سے بھی زیادہ آپؐ کی قوت قدسیہ پر حملہ کرنے والا آپ دشمنان اسلام کی عبارتیں پڑھ کر دیکھ لیجئے کہیں بھی آپ کو آنحضرت کی قوت قدسیہ کی مزعومہ کمزوری اور معجزات کی ناطاقتی کا ایسا ہولناک نقشہ نظر نہیں آئے گا جیسا کہ مولانا مودودی نے کھینچا ہے۔ یعنی آپ کی مسلسل تیرہ سال کی دعوت اسلام تو دلوں کو فتح کرنے سے قاصر رہی مگر تلوار اور جبروت نے دلوں کو فتح کرلیا وعظ و تلقین کے مؤثر سے مؤثر انداز تو صحرائی ہواؤں کی نذر ہوگئے مگر نیزوں کی انی نے دلوں کی گہرائی تک اسلام پہنچا دیا۔ آپ کے'' مضبوط دلائل'' تو عقل انسانی میں جاگزیں نہ ہوسکے مگر گرزوں کی مار خودوں کو توڑ کر ان کی عقلوں کو قائل کرگئی۔ واضح حجتیں ان کی قوت استدلال کو متاثر نہ کرسکیں مگر گھوڑوں کی ٹاپوں نے ان کو اسلام کی صداقتوں کے تمام راز سمجھا دئے فصاحت و بلاغت بے کار گئی اور زور خطابت دلوں کو اس درجہ گرما نہ سکا کہ اسلام کا نور ان کے دلوں میں چمک اٹھتا حتی کہ خود عرش کے خدا کی طرف سے ظاہر ہونے والے محیر العقول معجزے بھی خائب و خاسر رہے اور ایک ادنیٰ سی پاک تبدیلی بھی پیدا نہ کرسکے۔'' جب داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی''۔۔۔ انا للہ و انا الیہ راجعون کس قدر مضحکہ خیز ہے یہ تصور اور کیسے تحقیر آمیز الفاظ ہیں جن کو پڑھ کر رونا آتا ہے کہ ایک اسلامی راہنما کے قلم سے نکلے ہیں جو رسول کی محبت کا دعویدار ہے۔''
(مذہب کے نام پر خون صفحہ ۳۰)

لیکن آج سے ٹھیک سوا سو سال قبل ایک عاشق اسلام عاشق رسول اور عاشق قرآن

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذہبی دنیا میں شہزادۂ امن وسلامتی بن کر اسلام کی حسین تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ظاہر بین سیاسی اور مفاد پرست علماء نے نہ صرف خدا کے اس فرستادے کی آواز کو ٹھکرا دیا بلکہ اس کی مخالفت میں اس کو دکھ پہنچانے میں اور ستانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلامی جہاد کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''بعض ناسمجھ جو اسلام پر جہاد کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ جبراً تلوار سے مسلمان کیے گئے تھے۔ افسوس ہزار افسوس کہ وہ اپنی بے انصافی اور حق پوشی میں حد سے گزر گئے ہیں۔ ہائے افسوس ان کو کیا ہوگیا کہ وہ عمداً صحیح واقعات سے منہ پھیر لیتے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے ملک میں ایک بادشاہ کی حیثیت سے ظہور فرما نہیں ہوئے تھے تا یہ گمان کیا جاتا کہ چونکہ بادشاہی جبروت اور شوکت اپنے ساتھ رکھتے تھے اس لیے لوگ جان بچانے کیلئے ان کے جھنڈے کے نیچے آگئے تھے۔

پس سوال تو یہ ہے کہ جبکہ آپؐ نے اپنی غریبی اور مسکینی اور تنہائی کی حالت میں خدا کی توحید اور اپنی نبوت کے بارے میں منادی شروع کی تھی تو اس وقت کس تلوار کے خوف سے لوگ آپ پر ایمان لے آتے تھے اور اگر ایمان نہیں لائے تھے تو پھر جبر کرنے کے لیے کس بادشاہ سے کوئی لشکر مانگا گیا تھا اور مدد طلب کی گئی تھی۔ اے حق کے طالبو! تم یقیناً سمجھو کہ یہ سب باتیں ان لوگوں کی افتراء ہیں جو اسلام کے سخت دشمن ہیں تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش کے چند دن بعد ہی فوت ہوگیا اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مرگئی تھی تب وہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا اور اس مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں چرائیں اور بجز خدا کے اور کوئی متکفل نہ تھا اور پچیس برس تک پہنچ کر بھی کسی چچا نے بھی آپ کو اپنی لڑکی نہ دی کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا ہے آپؐ اس لائق نہ تھے کہ خانہ داری کے اخراجات کے متحمل ہوسکیں اور۔۔ محض امی (یعنی ان پڑھ) تھے اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے پھر جب آپؐ چالیس برس کے سن تک پہنچے تو یک دفعہ آپ کا دل خدا کی طرف کھینچا گیا۔ ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے جس کا نام حراء ہے۔ آپؐ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے ایک دن اسی غار میں آپ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے تب خدا تعالیٰ آپ پر ظاہر ہوا اور آپ کو حکم ہوا کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور زمین گناہ سے آلودہ ہوگئی ہے۔ اس لئے میں تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجتا ہوں اب تو اور لوگوں کو متنبہ کر کہ وہ عذاب سے پہلے خدا کی طرف رجوع کریں اس حکم کے سننے سے آپؐ ڈرے کہ میں ایک امی یعنی ناخواندہ آدمی ہوں اور عرض کیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا تب خدا نے آپؐ کے سینہ میں تمام روحانی علوم بھر دیئے اور آپؐ کے دل کو روشن کیا تھا۔ آپ کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپ کے حلقۂ اطاعت میں آنے شروع ہوگئے اور جو بڑے آدمی تھے انہوں نے دشمنی پر کمر باندھ لی یہاں تک کہ آخر کار آپ کو قتل کرنا چاہا اور کئی مرد اور کئی عورتیں بڑے عذاب کے ساتھ قتل کر دئے گئے۔ اور آخری حملہ یہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کیلئے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا مگر جس کو خدا بچاوے اس کو کون مارے خدا نے آپ کو اپنی وحی سے اطلاع دی کہ آپ اس شہر سے نکل جاؤ اور میں ہر قدم میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ پس آپ شہر مکہ سے ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر نکل آئے اور تین رات تک غار ثور میں چھپے رہے۔ دشمنوں نے تعاقب کیا اور ایک سراغرساں کو لیکر غار تک پہنچے اس شخص نے غار تک قدم کا نشان پہنچا دیا اور کہا کہ اس غار میں تلاش کرو اس کے آگے قدم نہیں اور اگر اس کے آگے گیا ہے تو پھر آسمان پر چڑھ گیا ہوگا مگر خدا کی قدرت کے عجائبات کی کون حد بست کرسکتا ہے خدا نے ایک ہی رات میں یہ قدرت نمائی کی کہ عنکبوت (یعنی مکڑی۔ ناقل) نے اپنی جالی سے غار کا تمام منہ بند کر دیا اور ایک کبوتری نے غار کے منہ پر گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے اور جب سراغرساں نے لوگوں کو غار کے اندر جانے کی ترغیب دی تو ایک بڈھا بولا کہ یہ سراغرساں تو پاگل ہوگیا ہے۔ میں تو اس جالی کو غار کے منہ پر ایک زمانہ سے دیکھ رہا ہوں جب کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا اس بات کو سن کر سب لوگ منتشر ہوگئے اور غار کا خیال چھوڑ دیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوشیدہ طور پر مدینہ میں پہنچے اور مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ کو قبول کرلیا اس پر مکہ والوں کا غضب بھڑکا اور افسوس کیا کہ ہمارا شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور پھر کیا تھا دن رات انہیں منصوبوں میں لگے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کردیں اور کچھ تھوڑا گروہ مکہ والوں کا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا تھا وہ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے بعض نے حبشہ کے بادشاہ کی پناہ لے لی تھی اور بعض مکہ میں ہی رہے۔ کیونکہ وہ سفر کرنے کیلئے زادراہ نہیں رکھتے تھے اور وہ بہت دکھ دیئے گئے قرآن شریف میں ان کا ذکر ہے کہ کیونکر وہ دن رات فریاد کرتے تھے۔

اور جب کفار قریش کا حد سے زیادہ ظلم بڑھ گیا اور انہوں نے غریب عورتوں اور یتیم بچوں کو قتل کرنا شروع کیا اور بعض عورتوں کو ایسی بے دردی سے مارا کہ ان کی دونوں ٹانگیں دو رسوں سے باندھ کر دو اونٹوں کے ساتھ وہ رسے جکڑ دیے اور پھر ان اونٹوں کو دو مختلف جہات میں دوڑایا اور اس طرح پر وہ عورتیں دو ٹکڑے ہوکر مرگئیں۔

جب بے رحم کافروں کا ظلم اس حد تک پہنچ گیا خدا نے جو آخر اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اپنے رسول پر اپنی وحی نازل کی کہ مظلوموں کی فریاد میرے تک پہنچ گئی آج میں اجازت دیتا ہوں کہ تم بھی ان کا مقابلہ کرو اور یاد رکھو کہ جو لوگ بے گناہ لوگوں پر تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کیے جائیں گے مگر تم کوئی زیادتی مت کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

یہ ہے حقیقت اسلام کے جہاد کی جس کو نہایت ظلم سے بُرے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے یہ سن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین یعنی دین اسلام میں جبر نہیں۔''

(پیغام صلح صفحہ ۲۶ تا ۳۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے با دلائل ثابت فرمایا کہ مذہب اسلام کی پرامن اور بے جبر تعلیم میں نہ تو کسی خونی مہدی کی آمد کی گنجائش ہے اور نہ ہی یہ مذہب کبھی بھی کسی قسم کے تشدد، جبر اور تیر و تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ قارئین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ اسلام کے روح پرور اور سرسبز باغ کے راستوں پر پڑے ہوئے ان کانٹوں کو صاف کیا ہے جو کہ اپنوں اور پرایوں نے نہایت بے دردی سے اس گلشن میں بچھائے تھے بلکہ آپؑ نے قرآن مجید کی تعلیم کی روشنی میں امن عالم کیلئے درج ذیل حسین گر بھی بیان فرمائے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ امن عالم کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذاہب کے بانیان اور ان کی کتب مقدسہ کی عزت و صداقت کو قائم کیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھادی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کردی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا یہی اصول قرآن نے ہمیں سکھلایا اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آگئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔''

(تحفہ قیصریہ ص ۷)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔۔۔ خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افترا نہیں ہے۔ انسان کے افتراء میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے''۔

شری کرشن مہاراج کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''شری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اوتار تھا اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا تھا''

حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بانئ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

''اس بات میں کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ باوا نانکؒ ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کو خدائے عزوجل اپنی محبت کا شربت پلاتا ہے۔۔۔ وہ ہندو مذہب اور اسلام میں صلح کرانے آیا تھا مگر افسوس کہ اس کی تعلیم پر کسی نے توجہ نہیں کی اگر اس کے وجود اور اس کی پاک تعلیموں سے کچھ فائدہ اٹھایا جاتا تو آج ہندو اور مسلمان سب ایک ہوتے'' (پیغام صلح۔ص ۷ اور ۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اظہار محبت کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''جس قدر عیسائیوں کو حضرت یسوع مسیح سے محبت کرنے کا دعویٰ ہے وہی مسلمانوں کو بھی ہے گویا آنجناب کا وجود عیسائیوں اور مسلمانوں میں ایک مشترک جائداد کی طرح ہے اور مجھے سب سے زیادہ حق ہے کیونکہ میری طبیعت یسوع میں مستغرق ہے''

(تحفہ قیصریہ ص، ۲۳)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے فرمایا کہ قیام امن کیلئے ضروری ہے کہ مسلمان تمام انبیاء اور ان کی مقدس کتب کا احترام کریں اسی طرح غیر مذاہب والے آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی شان میں گستاخی نہ کریں۔ یہ اصول ایسا امن بخش اصول ہے کہ جس کے نتیجہ میں آج دنیا میں حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج سوائے جماعت احمدیہ کے نہ تو دیگر مسلمان اس اصول پر قائم ہیں اور نہ ہی دیگر مذاہب کے ماننے والے اس سنہری اصول پر عمل پیرا ہیں۔ مسلمانوں کا تو یہ حال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شری کرشن جی مہاراج اور رام چندر جی مہاراج کو خدا تعالیٰ کے انبیاء میں سے ثابت فرمایا اسی طرح ویدوں کی تقدیس کو قائم فرمایا تو چاروں طرف سے کافر کافر کی آوازیں اٹھنے لگیں لیکن جماعت احمدیہ ڈنکے کی چوٹ سے اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ اسے کسی کے کافر کہنے کی قطعاً پرواہ نہیں اگر اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور ان کی مقدس کتب کی عزت و ناموس کی خاطر جماعت احمدیہ کو اپنے خون کا آخری قطرہ تک بھی بہا دینا پڑا تو جماعت احمدیہ اس قربانی کیلئے تیار ہے مگر جماعت احمدیہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو بھی یہی درخواست کرے گی کہ جو عزت و پیار ہم آپ کے انبیاء اور رشیوں منیوں کو دیتے ہیں اور جس طرح ہم آپ کی مقدس کتب کا احترام کرتے ہیں ویسی ہی عزت و تکریم ہم آپ لوگوں سے بھی پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ اور قرآن مجید کے لیے چاہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی درج ذیل دردمندانہ نصیحت ذرا غور سے پڑھئے۔

''اے عزیز و قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کرسکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہوسکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی یا اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سنکر کس کو جوش نہیں آتا۔۔۔ وہ دلی صفائی جس کو درحقیقت صفائی کہنا چاہئے صرف اسی حالت میں پیدا ہوگی جبکہ آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کرلو گے اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دور کر کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرلیں گے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تم میں اور ہندو صاحبوں میں سچی صلح کرانے والا صرف یہی ایک اصول اور یہی ایک ایسا پانی ہے جو کدورتوں کو دھودے گا (پیغام صلح صفحہ ۱۴ اور ۲۰)۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں مذہبی راہنماؤں اور کتب مقدسہ کی تعظیم و تکریم کو قائم فرمایا ہے وہاں قرآن مجید کی تعلیم کی روشنی میں ان کی مذہبی عبادتگاہوں کی تقدیس و حرمت کا بھی خیال رکھا ہے اس ضمن میں اسلامی تعلیم بیان کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

'' خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔ تمام عبادت خانوں کا میں ہی حامی ہوں اور اسلام کا فرض ہے کہ اگر مثلاً کسی عیسائی ملک پر قبضہ کرے تو ان کے عبادت خانوں سے کچھ تعرض نہ کرے اور منع کردے کہ ان کے گرجے مسمار نہ کئے جائیں اور یہی ہدایت احادیث نبویہ سے مفہوم ہوتی ہے کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی اسلامی سپہ سالار کسی قوم کے مقابلہ کیلئے مامور ہوتا تھا تو اس کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ عیسائیوں اور یہودیوں کے عبادت خانوں اور فقراء کے خلوت خانوں سے تعرض نہ کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کس قدر تعصب کے طریقوں سے دور ہے کہ وہ عیسائیوں کے گرجاؤں اور یہودیوں کے معبدوں کا ایسا ہی حامی ہے جیسا کہ مساجد کا حامی ہے۔''

(چشمہ معرفت، ص ۳۹۳ اور ۳۹۴)

شہزادہ امن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصیحت فرمائی ہے کہ قیام امن کیلئے ضروری ہے کہ ایک ہی ملک میں رہنے والے کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے ہی ملک کے دوسرے باشندوں کی ملک سے وفاداری کو مشکوک سمجھیں۔ اس سے نہ صرف یہ کہ ملکی امن برباد ہوتا ہے بلکہ اس طریقے سے ہم غیروں کو اپنے اوپر مسلط ہونے کی دعوت دیتے ہیں

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلاوطن کردیں گے۔۔۔ جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے''

(پیغام صلح صفحہ ۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیام امن کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ ہر شہری میں وطن سے محبت کے جذبہ کو اُجاگر کیا جائے اسی طرح حکام وقت کی اطاعت کے جذبہ کو پیدا کیا جائے سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا حب الوطن من الایمان کہ وطن سے محبت ایمان کا جز ہے۔ اسی طرح حکام وقت کی اطاعت بھی دین اسلام کا حصہ ہے۔ حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''ایک سچا مسلمان جو اپنے دین سے واقعی خبر رکھتا ہے اُس گورنمنٹ کی نسبت جس کی ظل عاطفت کے نیچے امن کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے ہمیشہ اخلاص اور اطاعت کا خیال رکھتا ہے اور مذہب کا اختلاف اس کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری سے نہیں روکتا''۔

(تحفہ قیصریہ صفحہ ۲۹)

نیز فرمایا:۔

''اسلام ہمیں ہرگز نہیں سکھاتا کہ ہم ایک غیر قوم اور غیر مذہب والے بادشاہ کی رعایا ہو کر اور اس کے زیر سایہ ہر ایک دشمن سے امن میں رہ کر پھر اس کی نسبت بداندیشی اور بغاوت کا خیال دل میں لاویں بلکہ وہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم اس بادشاہ کا شکریہ نہ کرو جس کے زیر سایہ تم امن میں رہتے ہو تو پھر تم نے خدا کا شکریہ بھی نہیں کیا'۔ (تحفہ قیصریہ صفحہ ۳۰)

اسی بناء پر جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں کے عہد ناموں میں نوجوانوں اور بچوں سے جہاں یہ عہد لیا جاتا ہے کہ وہ دینی خدمات کیلئے ہردم تیار رہیں گے وہاں یہ عہد بھی لیا جاتا ہے کہ ہر نوجوان اپنے ملک کی خدمت کیلئے ہر وقت تیار رہے گا۔

جماعت احمدیہ کے پندرہ سال سے چالیس سال تک کی عمر کے نوجوانوں سے جو عہد لیا جاتا ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں:۔

''میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی قومی اور ملی (یعنی ملکی) مفاد کی خاطر میں اپنی جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کیلئے ہردم تیار رہوں گا''

گویا وطن کی عزت و آبرو کیلئے ہر قسم کی قربانی کی خاطر ہر وقت تیار رہنے کا حکم ہر احمدی نوجوان کو ہے۔ اسی طرح سات سال سے پندرہ سال تک کے احمدی اطفال سے یہ عہد لیا جاتا ہے کہ:۔

''میں وعدہ کرتا ہوں کہ دین اسلام اور وطن کی خدمت کیلئے ہردم تیار رہوں گا۔''

ان عہد ناموں سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ کوئی احمدی اپنے دین پر اس وقت تک پابند قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جب تک کہ وہ پوری طرح اپنے وطن سے محبت کرنے والا نہ ہو اور اپنے وطن کی عزت و ناموس کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کیلئے تیار نہ ہو۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احسان ہے کہ آپ نے اسلامی تعلیم کی روشنی میں وطن کی محبت

اور حکام وطن کی اطاعت کے جذبہ کو اس رنگ میں اپنی جماعت میں قائم فرمایا ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے احمدی دنیا کے جس ملک میں بھی موجود ہیں اپنے اپنے ملک کی محبت میں باقی تمام لوگوں سے آگے ہیں۔ آج وطن سے محبت کے کئی دعویدار ہیں لیکن یہ سب مدعیان جس پھلدار شاخ پر بیٹھ کر اس کے پھل کھا رہے ہیں اسی شاخ کو کسی موقع پر بڑی بے رحمی سے کاٹ دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ اپنے مفاد کے خلاف بات سننے پر ملکی املاک کو نقصان پہنچانے تخریب کاری اور توڑ پھوڑ کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ واجب قرار دیتے ہیں لیکن ظلم یہ ہے کہ پھر ایسے ہی لوگ اپنے آپ کو ملک کے حقیقی وفادار سمجھتے ہیں اور اقلیتوں کو اس ملک سے نکال دینا چاہتے ہیں۔ یہی بدقسمتی آج ہندوستان میں بھی پائی جاتی ہے اور اسی بدقسمتی کا شکار پاکستان بھی ہے۔ پاکستان میں بسنے والے احمدی اگرچہ اوروں سے کہیں بڑھ کر اپنے ملک کے وفادار ہیں، باوجود اس کے کہ ان پر خود حکومت پاکستان کی طرف سے طرح طرح کے مظالم ڈھائے جارہے ہیں ان کو ان کے بنیادی شہری حقوق تک سے محروم کیا جارہا ہے۔ لیکن دنیا گواہ ہے کہ آج تک احمدیوں کی طرف سے کسی قسم کی تخریب کاری توڑ پھوڑ اور ملکی املاک کو نقصان پہنچانے کا ایک بھی واقعہ منظر عام پر نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پاکستان کے مظلوم احمدیوں کے حالات امن سے بدل دے اسی طرح خدا کرے کہ ہندوستان میں بسنے والے مظلوم مسلمانوں اور دوسری مظلوم اقلیتوں اور کمزور ذات والوں اور محروم لوگوں کو ان کے حقوق مل جائیں۔ آمین۔

آج کے مذہبی اسٹیجوں کو اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہاں سے کی جانے والی اکثر تقریریں اشتعال پھیلانے والی اور مذہبی جذبات کو بڑھانے والی ہوتی ہیں۔ بجائے اپنے مذہب کی بات کرنے کے بہت حد تک دوسروں پر کیچڑ اچھالے جانے کو ہی اپنی خوبی خیال کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اچھی طرح اس بات کو محسوس فرمایا اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے فتنہ و فساد کو بھی آپ کی مستقبل کی دور نظر آنکھ نے خوب غور سے دیکھا۔ چنانچہ آپ نے دنیا کے تمام مذہبی لیڈروں سے اس سلسلہ میں نہایت دردمندانہ اپیل کی کہ اگر تمام مذاہب والے اپنے اپنے مذہبی سٹیج کے رخ کو بدل لیں اور بجائے اس کے کہ دوسرے کے مذہب پر حملہ کریں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں اپنی اپنی مقدس کتب کی روشنی میں بیان کریں تو اس طرح جس سٹیج پر بھی کوئی سامع جائے گا وہ اس مذہب کی خوبیاں سنے گا اس طرح جہاں پیار و محبت کی فضا قائم ہوگی امن و اتحاد کے پھول کھلیں گے وہاں ایک دوسرے کے جذبات بھی مجروح نہیں ہوں گے اور جذبات کے مجروح ہونے کے نتیجہ میں جو فتنہ و فساد ہوگا اور ظلم و ستم کی مسموم ہوا چلے گی، ایسی ہوا کہ جس کے چلنے کے نتیجہ میں معصوم لوگوں کا خون ہوتا ہے اور خدا کی اس زمین پر اس کا چلنا دوبھر ہو جاتا ہے، ان سب ظلموں سے معصوم انسان محفوظ ہو جائیں گے۔ ہر طرف پیار و محبت کی خوشبو دار ہوا چلے گی۔

بانیٔ احمدیت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی علیہ السلام کی اس سنہری تعلیم کی روشنی میں جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت میں جلسہ ہائے پیشوایان مذاہب کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ ۱۹۳۹ سے جماعت باقاعدگی سے پیشوایان مذاہب کے جلسے منعقد کر رہی ہے۔ ان اجلاسات میں جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام، حضرت کرشن علیہ السلام، حضرت رام چندر جی مہاراج، حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بانیان مذاہب کی تعریف میں پر اخلاص تقریریں کی جاتی ہیں ان کی سیرت وسوانح اور عمدہ اخلاق کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یقیناً یہ ایک مبارک قدم ہے جس کیلئے اگر خلوص قلب اور مستقل مزاجی کے ساتھ دیگر اہل مذاہب بھی جماعت احمدیہ کو تعاون دیں تو اس سے ملک کی زہریلی فضا کو صاف کرنے میں بہت بھاری مدد ملے گی۔

ہمارے آج کے ملکی اور بین الاقوامی ماحول کو خراب کرنے والی منجملہ اور بہت سی محرکات کے ایک محرک پرانے مذہبی واقعات اور ظلموں کی داستانوں کو خواہ وہ فرضی ہوں یا حقیقی دہرا کر اور کتابوں و اخبارات میں شائع کر کے قوموں میں باہم منافرت پیدا کرنا ہے۔ اس طرح پرانے زخم ہرے ہو کر باہم کشیدگی اور نااتفاقی کی زہریلی ہوا کا پیدا کرنا ہے حالانکہ زمانہ ماضی کے وہ ظلم بھی گزر گئے اور وہ ظالم بھی اس دنیا میں نہ رہے زمانہ بدل گیا اور حالات بدل گئے موجودہ نسل اور افراد کا اُن مظالم کے واقعات سے کوئی بھی تعلق اور سروکار نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق قرآن مجید کی بے نظیر تعلیم اس طرح ہے۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○

(سورۃ البقرہ: ۱۴۲)

پہلے لوگ خواہ چھوٹے تھے یا بڑے، اچھے تھے یا برے، وہ گزر گئے ان کے اعمال ان کے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ وہ اپنے اعمال کی جزا سزا پائیں گے اور تم اپنے اعمال کی، تمہیں گزشتہ لوگوں کے اعمال کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔

قرآن مجید کی اس تعلیم کی روشنی میں بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اہل دنیا کو باہمی اتحاد اتفاق اور امن و سلامتی کی جو تعلیم دی وہ اس طرح ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’ہم اس بات کو بھی افسوس سے لکھنا چاہتے ہیں کہ جو اسلامی بادشاہوں کے وقت میں سکھ صاحبوں سے حکومت نے کچھ نزاعیں کیں یا لڑائیاں ہوئیں تو یہ تمام باتیں در حقیقت دنیوی امور تھے اور نفسانیت کے تقاضے سے اس کی ترقی ہوئی تھی اور دنیا پرستی نے ایسی نزاعوں کو باہم بہت بڑھا دیا تھا مگر دنیا پرستوں پر افسوس کا مقام نہیں بلکہ تاریخ بہت سی شہادتیں پیش کرتی ہے کہ ہر ایک مذہب کے لوگوں میں یہ نمونے موجود ہیں کہ راج اور بادشاہ کے وقت میں بھائی کو بھائی نے اور بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ایسے لوگوں کو مذہب اور دنیا و آخرت کی پرواہ نہیں ہوتی۔۔۔ ہر ایک فریق کے نیک دل اور شریف آدمی کو چاہئے کہ خود غرض بادشاہوں کے قصوں کو درمیان میں لا کر خواہ مخواہ ان کے کینوں سے جو محض نفسانی اغراض پر مشتمل تھے آپ حصہ نہ لیں۔۔۔ قوم تھی جو گزر گئی ان کے اعمال ان کیلئے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے تمہیں چاہئے کہ اپنی کھیتی میں۔۔۔ کانٹوں کو نہ بوئیں اور اپنے دلوں کو محض اس وجہ سے خراب نہ کریں کہ ہم سے پہلے بعض ہماری قوم ایسا کر چکے ہیں۔ (ست بچن صفحہ ۱۰۶)

اس سنہری اصول کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئندہ قیامت تک کے لئے ظلم کے۔۔۔ تسلسل اور فتنہ و فساد کی ان کڑیوں کا خاتمہ فرما دیا ہے جو ایک نسل کے بعد دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتی ہیں اور ۔۔۔۔ انسانوں کو ان کے ناکردہ گناہوں کی پاداش میں ختم کرتی ہیں اور پھر انسانی خون نہایت، ارزاں ہو کر شہروں کی گلیوں میں اور بازاروں میں بہتا ہے اور انسان شیطان کا روپ دھارن کر کے بربریت کا ننگا ناچ ناچتا ہے۔

اس زریں اصول کے تحت یہ ضروری ہے کہ گزشتہ بادشاہوں یا قوموں کی کسی سختی یا زیادتی کو سامنے لا کر۔۔ فضا کو خراب نہ کیا جائے۔ ان لوگوں نے جو کچھ کیا اس کے نتائج انہوں نے خود بخود بھگت لیے ان باتوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہمیں اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہم اپنے اندر امن و صلح اور اتفاق اور رواداری کو پیدا کریں گے تو اس کے شیریں پھل بھی ہم خود ہی کھائیں گے۔

امن و سلامتی سے بھرپور یہ وہ تعلیمات ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن مجید اور سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد عربی ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ اس غرض کیلئے حضور علیہ السلام نے اپنی تمام زندگی کو وقف کر رکھا تھا اور اسی عظیم مقصد کی خاطر آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک کتاب ’’پیغام صلح‘‘ کے نام سے لکھی تھی۔ اسی کتاب میں حضور نے مذہبی پیشواؤں کی عزت و احترام کو قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

’’میں اور میری جماعت جو اس وقت چار لاکھ کے قریب ہے اپنی طرف سے یہ اقرار کرنے کو تیار ہیں کہ ویدوں کے رشی اور بعد میں آنے والے ہندوؤں کے مذہبی بزرگ یعنی حضرت کرشن اور رام چندر جی صاحبان خدا کے برگزیدہ انسان تھے اور ہم ان مقدس ہستیوں کی اس طرح عزت کریں گے جس طرح ایک صادق اور سچے مامور من اللہ کی کی جاتی ہے اور ان کے متعلق کوئی کلمہ بے ادبی اور گستاخی کا اپنی زبان پر نہیں لائیں گے اور اس کے مقابل پر ہندو صاحبان یہ اقرار کریں کہ حضرت محمد رسول

اللہ ﷺ خدا کی طرف سے سچے رسول تھے جو دنیا کی اصلاح کیلئے مبعوث کئے گئے اور یہ کہ آئندہ ہندو صاحبان آپؐ کی اسی طرح عزت کریں گے جس طرح ایک سچے رشی اور اوتار کی کی جاتی ہے اور آپؐ کے متعلق کوئی کلمہ بے ادبی یا گستاخی کا اپنی زبان پر نہیں لائیں گے‘‘

پس اے ہموطنو! آؤ کہ آج بھی ملک کے امن اور بین الاقوامی اتحاد کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ جماعت احمدیہ تو اپنی ابتداء کے روز سے ہی باوجود طرح طرح کے مصائب جھیلنے کے باوجود اس کے کہ ہر طرف سے اسے ستایا جارہا ہے پڑوسی ملک پاکستان میں بنیادی انسانی حقوق تک سے محروم کیا جارہا ہے، امن وشانتی اور انسانیت زندہ باد کا نعرہ لگاتی چلی آرہی ہے اور دنیا کے ہر ملک میں انسانیت اور امن کو فروغ دینے میں کوشاں ہے۔ جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ’’محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں‘‘ کا نعرہ لگایا جو پوری دنیا کیلئے مشعل راہ ہے۔

آج پھر ضرورت ہے کہ ہم معصوم انسانی جانوں کے خلاف لڑنے کی بجائے ظلم، نفرت، عدم مساوات، جہالت بیکاری، تعصب اور تنگ نظری کے خلاف جہاد کریں۔ یہی وہ حقیقی جہاد ہے جس کی مذہب اسلام تلقین کرتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو اس جہاد کی نصیحت فرمائی ہے حضور پرنور کی اس نصیحت کو درج کیا جاتا ہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں:-

جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم سے دنیا کی سیاست کو روشناس کرائے اور جس ملک میں بھی احمدی بستے ہیں وہ ایک جہاد شروع کریں۔ ان کو بتائیں کہ تمہارا آخری تجزیہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ تمہارے ہر قسم کے خطرات کی بنیاد خود غرضی اور ناانصافی پر ہے۔ دنیا کی قوموں کے درمیان جو چاہیں نئے معاہدات کرلیں۔ جس قسم کے نئے نقشے بنانا چاہتے ہیں بنائیں اور ان کو ابھاریں، لیکن جب تک اسلامی عدل کی طرف پناہ نہیں آئیں گے جب تک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق میں پناہ لیں گے جو تمام جہانوں کیلئے ایک رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے صرف اور صرف آپؐ کی تعلیم ہے جو بنی نوع انسان کو امن عطا کرسکتی ہے۔ باقی ساری باتیں ڈھکوسلے ہیں جھوٹ ہیں سیاست کے فسادات ہیں، ڈپلومیسی کے دجل ہیں اس کے سوا ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ پس امن عامہ کے قیام کی خاطر یا امن عالم کے قیام کی خاطر آج صرف جماعت احمدیہ ہے جس نے صحیح خطوط پر ایک عالمی جہاد کی بناء ڈالنی ہے۔ اس لئے میں آپ سب کو اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ دنیا سے تعصبات کے خلاف جہاد شروع کریں اور دنیا سے ظلم وستم کو مٹانے کیلئے جہاد شروع کریں۔ سیاست سے عدل کو روشناس کرانے کیلئے جہاد شروع کریں‘‘۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ نومبر ۱۹۹۰ء بمقام مسجد فضل لندن)

آخر میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دعا جو حضور انور نے ہندوستان اور اہل ہندوستان کیلئے کی ہے درج کی جاتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ ہندوستان کو امن عطا فرمائے اور ہندوستان کے شمال وجنوب میں نفرتوں کی جو تحریکات چلائی جارہی ہیں اور ہندوستانی بھائی اپنے ہندوستانی بھائی کے خون کا پیاسا ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ وحشت دور کرے اور سارے ہندوستان کو انسانیت کی اعلیٰ اقدار کے ساتھ وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہندو مسلمانوں سکھوں اور پارسیوں اور دیگر مذاہب کے سب لوگوں کو اختلاف مذہب کے باوجود ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور یہ بات سب اہل ہند کے دل میں جاگزیں فرمائے کہ کوئی سچا مذہب خدا کے بندوں سے نفرت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ مذہب کی صداقت کا نشان یہی ہے کہ بندگان خدا سے رحمت وشفقت کی تعلیم دے۔ یاد رکھیں کہ جو مخلوق سے محبت نہیں کرتا وہ خالق سے بھی محبت نہیں کرتا‘‘۔

(خطاب جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۰ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا میں حقیقی امن کے قیام کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ❁❁❁

بقیہ: اسلام اور امن عالم از صفحہ ۶۳

روایات کے شایانِ شان ہوں گے۔‘‘ (اخبار سیاست ۹ رجون ۱۹۲۴ء)

اور اسی بناء پر برطانیہ کے مشہور ادیب اور مفکر جارج برنارڈ شا نے کہا تھا کہ:-

"He must be called the saviour of Humanity. I believe if a man like him were to assume the dictatorship of the modern world, he would succeed in solving its problems in a way that would bring in the much needed peace and happiness." (On Getting Married)

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو انسانیت کا نجات دہندہ کہا جانا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ جیسی شخصیت کو دورِ جدید کی آمریت سونپ دی جائے تو وہ خاطر خواہ امن اور خوشحالی کے راہ سے اِس دَور کے مسائل حل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

پس اسلام امن کا مذہب ہے۔ انسانی مساوات کا علمبردار مذہب ہے۔ یہی مذہب ہے جس کی لازوال وبے مثال تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے وہ مسائل خاطر خواہ طریق پر حل ہوسکتے ہیں جن سے اِس وقت دنیا دوچار ہے۔ وہ وقت آئے گا جب دنیا اپنے لاینحل مسائل سے تنگ آکر اسلام کی طرف متوجہ ہوگی اور اسلام اُن کے جملہ مسائل کو حل کرکے دکھلائے گا۔ اسلام کی انہی امن بخش۔ صلح کل۔ رواداری اور بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی تعلیمات کو رواج دینے کے لئے موجودہ دَور میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جس کی بنیاد سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح محمدی اور امام مہدی علیہ السلام نے ۱۸۸۹ء میں رکھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ مقدس جماعت دنیا کے ۲۰۰ سے زائد ممالک میں قائم ہوچکی ہے اور ہم بڑے فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جماعت احمدیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ اور جہاں جہاں بھی جماعتِ احمدیہ قائم ہے وہاں پر وہ عالمگیر طور پر بھائی چارہ اور امن عالم کے لئے کوشاں ہے اور اسلام اور دیگر غیر مسلم اقوام کے درمیان ایک دوسرے کو سمجھنے کے سلسلہ میں جو خلاء اور Gap پیدا ہوگیا ہے اُس کو پاٹنے اور صحیح اسلامی تعلیمات کے پھیلانے کے لئے شب وروز مصروفِ عمل ہے۔ اور ہمارا یہ پختہ یقین ہے کہ ہم اپنے اِس مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور انشاء اللہ ساری دنیا امن وسلامتی اور صلح وآشتی کا گہوارہ نظر آنے لگے گی۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:-

’’مَیں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ مَیں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک مَیں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کی تحتِ اقدام دیکھتا ہوں۔ اور قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشان فتح پاؤں۔ کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے۔ اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اَور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہوں۔‘‘ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۳)

سامعین کرام! اگر اقوام عالم نے اسلام کی اس امن بخش تعلیم کو ٹھکرا کر لاپرواہی اختیار کی تو اس کے نتیجے میں اُنہیں کہیں بھی امان نصیب نہیں ہوگا۔ اور لازمی طور پر ایک بھیانک اور خوفناک تباہی کا اُنہیں سامنا کرنا ہوگا۔ چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے دنیا کو یہ وارننگ دی ہے کہ:-

’’اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد ویگانہ ایک مدت تک خاموش رہا۔ اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چُپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔ مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں۔ پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس مُلک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نُوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لُوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔‘‘ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۷)

❁❁❁

مذہبی دہشت گردی کے اسباب اور اس کے خاتمہ کے لیے حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی احسن تجاویز

نصیر احمد قمر ۔ لندن

عقیدہ جہاد کی قرآن مجید کے برخلاف غلط تفہیم

آج ساری دنیا میں اسلام کو ایک جارحیت پسند اور دہشتگرد مذہب کے طور پر دیکھا جاتا ہے ۔ معصوم انسانوں کی ناحق خونریزیوں، خودکش بم دھماکوں اور دہشت گردی کے اکثر واقعات میں ایسے لوگ ملوث پائے جاتے ہیں جو خود کو مسلمان کہتے ہیں حالانکہ ان جاہل مسلمانوں کی مفسدانہ حرکتوں کا اسلام سے ہرگز کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ذمہ داروہ شر پسند اور فتنہ انگیز نام نہاد علماء اسلام ہیں جنہوں نے ''نبوت اور خلافت کے زمانہ کے بعد...... مسئلہ جہاد کے سمجھنے میں ...... بڑی بڑی غلطیاں کھائیں اور ناحق مخلوق خدا کو تلوار کے ساتھ ذبح کرنا دینداری کا شعار سمجھا''۔ انہوں نے اپنی دلوں کی کجی کے باعث قرآن کریم کی بعض آیات متشابہات کی غلط تشریحات کرتے ہوئے اسلامی جہاد کو فساد کا قائم مقام بنادیا اور خود ساختہ احمقانہ عقائد کو اسلام کی طرف منسوب کیا۔

ماموز زمانہ، حکم وعدل، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصنیف ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' اور ''ضمیمہ رسالہ جہاد'' میں نہایت جامعیت کے ساتھ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپؑ نے اس میں جہاد کی اصل حقیقت کو قرآن وحدیث اور سنّت حضرت محمد مصطفی ﷺ کے حوالہ سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض مسلمانوں میں رائج غلط نظریۂ جہاد کا بطلان ثابت فرمایا ہے۔ اسی طرح خونی نظریۂ جہاد کے ذمہ داروں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے طریقۂ واردات اور ان کی طرف سے انسانیت کو درپیش خطرات کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور مذہبی دہشت گردی کے خاتمہ اور امن عامہ کے قیام کے لئے نہایت اہم اور ٹھوس تجاویز بھی دی ہیں جن پر عمل کئے بغیر مذہبی جنونیت کا خاتمہ ممکن نہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں یہ اسلامی جہاد نہیں ہے بلکہ یہ نفس امّارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں''۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 9-10)

نیز فرمایا: ''درحقیقت یہ جہاد کا مسئلہ جیسا کہ ان کے دلوں میں ہے صحیح نہیں ہے اور اس کا پہلا قدم انسانی ہمدردی کا خون کرنا ہے''۔

(ایضًا صفحہ 8)

آپؑ فرماتے ہیں: ''کیا یہ نیک کام ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنے خیال میں بازار میں چلا جاتا ہے اور ہم اِس قدر اُس سے بے تعلق ہیں کہ نام تک بھی نہیں جانتے اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے مگر تاہم ہم نے اس کے قتل کرنے کے ارادہ سے ایک پستول اس پر چھوڑ دیا ہے۔ کیا یہی دینداری ہے؟ اگر یہ کچھ نیکی کا کام ہے تو پھر درندے ایسی نیکی کے بجالانے میں انسانوں سے بڑھ کر ہیں۔...... کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ نخواہ بغیر ثبوت کسی جرم کے ایسے انسان کو کہ نہ ہم اسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پا کر چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں یا بندوق سے اس کا کام تمام کردیں؟ کیا ایسا دین خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یونہی بے گناہ، بے جرم، بے تبلیغ خدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ اس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے ۔ افسوس کا مقام ہے اور شرم کی جگہ ہے کہ ایک شخص جس سے ہماری کچھ سابق دشمنی بھی نہیں بلکہ رُوشناسی بھی نہیں وہ کسی دوکان پر اپنے بچوں کے لئے کوئی چیز خرید رہا ہے یا اپنے کسی جائز کام میں مشغول ہے اور ہم نے بے وجہ، بے تعلق اس پر پستول چلا کر ایک دم میں اس کی بیوی کو بیوہ اور اس کے بچوں کو یتیم اور اس کے گھر کو ماتم کدہ بنا دیا۔ یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے یا کس آیت میں مرقوم ہے؟ کوئی مولوی ہے جو اس کا جواب دے؟ نادانوں نے جہاد کا نام سن لیا ہے اور پھر اس بہانہ سے **اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے یا محض دیوانگی کے طور پر مرتکب خونریزی کے ہوئے ہیں**۔........... مجھے تعجب ہے کہ جب کہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کے لئے قتل نہیں کرتا تو کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں''۔ (ایضًا صفحہ 11-13)

آج کل جو مساجد اور عبادتگاہوں، جہازوں، ریل گاڑیوں یا بسوں میں اور پبلک مقامات پر مجمع عام میں ریموٹ کنٹرول کے ذریعہ یا خودکش بم دھماکوں اور اندھا دھند فائرنگ کے ذریعہ معصوم اور بے گناہ لوگوں کی جانیں لی جاتی ہیں یہ بھی اسی مذکورہ دہشت گردی کی ہی خطرناک اور لرزہ خیز صورتیں ہیں

حضور علیہ السلام نے اپنی اس تصنیف مُنیف میں مذہبی جنونیت اور دہشت گردی اور ناحق کی خونریزی کی ذمہ داری بنیادی طور پر مُلّاں پر ڈالی ہے۔ ایک اسلام کے مُلّاں اور دوسرے یورپ کے مُلّاں ۔ چنانچہ اسلام کے مُلّاؤں کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

''مسئلۂ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں ہرگز وہ صحیح نہیں ہے۔ اور اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ لوگ اپنے پُرجوش وعظوں سے عوام وحشی صفات کو ایک درندہ صفت بنادیں اور انسانیت کی تمام پاک خوبیوں سے بے نصیب کر دیں ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مَیں یقینا جانتا ہوں کہ **جس قدر ایسے ناحق کے خون ان نادان اور نفسانی انسانوں سے ہوتے ہیں** کہ جو اس راز سے بے خبر ہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے اسلام کو اپنے ابتدائی زمانہ میں لڑائیوں کی ضرورت پڑی تھی **اُن سب کا گناہ ان مولویوں کی گردن پر ہے کہ جو پوشیدہ طور پر ایسے مسئلے سکھاتے رہتے ہیں جن کا نتیجہ دردناک خونریزیاں ہیں''۔**

مامور زمانہ کے قلم سے نکلی ہوئی قریباً سوسال پہلے کی یہ بات آج بھی کتنی سچی اور تازہ اور مبنی برحقیقت ہے۔ آج بھی نفس امّارہ کے جوشوں سے مغلوب ، دہشتگرد مُلّاں اپنے مدرسوں میں ''**پوشیدہ طور پر** ایسے مسئلے سکھاتے رہتے ہیں'' اور ''اپنے پُرجوش وعظوں سے عوام وحشی صفات کو ایک درندہ صفت'' بنانے کے مکروہ عمل میں مصروف ہیں۔

اسی طرح حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جاہل مولویوں نے، خدا اُن کو ہدایت دے، عوام کالانعام کو بڑے دھوکے دیئے ہیں اور بہشت کی کنجی اسی عمل کو قرار دیا ہے جو صریح ظلم اور بے رحمی اور انسانی اخلاق کے برخلاف ہے''۔ (ایضًا صفحہ 11)

آپؑ فرماتے ہیں کہ: ''یہ لوگ اپنے اس عقیدہ جہاد پر جو سراسر غلط اور قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے اس قدر جمے ہوئے ہیں کہ جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانتا ہو اور اس کے برخلاف ہو اس کا نام دجّال رکھتے ہیں اور واجب القتل قرار دیتے ہیں ۔ چنانچہ مَیں بھی مدت سے اسی فتویٰ کے نیچے ہوں......''

(ایضًا صفحہ 7)

مولویوں کے ایسے بیانات اور فتاویٰ عام طور پر شائع شدہ اور معروف ہیں اور ان کی اشتعال انگیزیاں اور عوام کے جذبات سے کھیل کر انہیں کشت وخون پر آمادہ کرنا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اب تو پریس میڈیا کے علاوہ الیکٹرانک میڈیا پر بھی ان کی ویڈیوز اور بیانات دستیاب ہیں۔ (الفضل انٹرنیشنل میں بھی ان کے ایسے بیانات کے نمونے شائع ہوتے رہے ہیں) اس لئے ہمیں ان کے بیانات یہاں درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔۔

آنحضرت ﷺ نے ایسے ہی شریر اور فتنہ پرداز ''علماء'' کو خنازیر قرار دے کر (کنز العمال) پہلے سے ہی ان کی خصلتوں کی طرف اشارہ فرما دیا تھا کہ جس طرح خنزیر کھیتیوں کو برباد کرتا ہے اور باوجود بنیادی طور پر ایک سبزی خور جانور ہونے کے بعض دفعہ اپنے ہی بچوں کو

مارکر کھا جاتا ہے اسی طرح مشابہ بالیہود یہ بدبخت مُلّاں بھی باغ اسلام کو برباد کرنے والے اور باوجود انسان ہونے کے اپنی ہی نوع (یعنی بنی نوع انسان) کے دشمن ہوں گے ۔ان میں صبر اور تحمل اور برداشت جیسے اخلاق حسنہ کی بجائے تہوّر اور جہالت اور اخلاق سیّئہ کا زور ہوگا۔

بغاوت کا سرچشمہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سو سال قبل ان انسانیت دشمن مُلّاؤں کی فتنہ انگیزیوں سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: ''**بلا شبہ ہرایک گورنمنٹ کے لئے بغاوت کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں** ۔عوام بے چارے ان لوگوں کے قابو میں ہیں اور ان کے دل کی کل ان کے ہاتھ میں ہے جس طرف چاہیں پھیر دیں اور ایک دم میں قیامت برپا کردیں''۔

(ایضاً صفحہ 18)

مامور زمانہ کے اس عارفانہ تجزیہ کی صداقت بھی آج روز روشن کی طرح عیاں ہے ۔بلا شبہ تمام حکومتوں کے لئے (خواہ وہ مسلم حکومتیں ہیں یا غیر مسلم) بغاوت کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں۔یہ لوگ جب بولتے ہیں تو آگ اگلتے ہیں۔ان کی تحریریں آتش فشانی کا نمونہ ہوتی ہیں۔اپنی شعلہ بیانیوں سے یہ پل بھر میں نفرتوں کے الاؤ بھڑکا کر معاشرتی امن کو جلا کر راکھ کردیتے ہیں۔

عالمی دہشت گرد

امام الزماں علیہ السلام نے ان وحشی اور درندہ صفت مُلّاؤں کے فتنہ کے **تمام دنیا میں** پھیل جانے کے خطرہ کی نشاندہی بھی سو سال قبل ہی فرمادی تھی۔آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ''**گویا تمام دنیا ان کا شکار** ہے اور جس طرح ایک شکاری ایک ہرن کا کسی بَن میں پتہ لگا کر چھپ چھپ کر اس کی طرف جاتا ہے اور آخر **موقع پاکر** بندوق کا فائر کرتا ہے ۔یہی حالات اکثر مولویوں کے ہیں۔انہوں نے انسانی ہمدردی کے سبق میں سے کبھی ایک حرف بھی نہیں پڑھا بلکہ ان کے نزدیک خواہ نخواہ ایک غافل انسان پر پستول یا بندوق چلا دینا اسلام سمجھا گیا ہے''۔

(ایضاً صفحہ 12)

دہشت گرد اور فتنہ پرور مُلّاؤں کی پہچان کیلئے امتیازی علامات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس مختصر رسالہ ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' میں مار آستین، دشمن انسانیت مُلّاؤں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی ایک اور بدعادت یعنی جھوٹ اور منافقت اور دورنگی سے خبردار رہنے کی نصیحت بھی فرمائی تھی۔آپ فرماتے ہیں:

''یہ لوگ جب حکّام وقت کو ملتے ہیں تو اس قدر سلام کے لئے جھکتے ہیں کہ گویا سجدہ کرنے کے لئے طیار ہیں اور جب اپنے ہم جنسوں کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو بار بار اصرار اُن کا اِسی بات پر ہوتا ہے کہ یہ ملک دارالحرب ہے اور اپنے دلوں میں جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور تھوڑے ہیں جو اس خیال کے انسان نہیں ہیں''۔

حضور علیہ السلام کے اس بیان کی صداقت بھی ایک زندہ حقیقت ہے اور اس معیار کی رو سے بھی ایسے لوگوں کی پہچان اب بہت آسان ہوگئی ہے۔ذاتی اور مالی منفعتوں کی خاطر یا حکومت کی گرفت کے خطرہ سے اور عالمی دباؤ کے نتیجہ میں ایسے علماء بعض اوقات حکام کے سامنے یا عالمی پریس میں ایسے بیانات تو دے دیتے ہیں جن سے لوگوں کو یہ تاثر ملے کہ وہ خونی نظریۂ جہاد اور مذہبی جنونیت اور انتہا پسندی کے قائل نہیں ہیں لیکن درپردہ ان کے عقائد یہی ہوتے ہیں۔چنانچہ ان کی کتب میں، ان کی تقاریر میں، ان کے مدرسوں میں اسی قسم کے نظریات لکھے اور پڑھے اور پڑھائے جاتے ہیں۔

اس لئے جب تک ان کے عقائد کی اصلاح نہیں ہوتی اور ان کی کتب میں اور مدرسوں میں حقیقی اسلامی تصور جہاد کی تعلیم و تدریس نہیں کی جاتی ان کی یہ ظاہری بیان بازی ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔کیونکہ عقیدہ اور عمل کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ایک فاسد نظریہ اور عقیدہ کبھی صالح اعمال پیدا نہیں کرسکتا۔اس لئے نظریات وعقائد اور قلوب کی اصلاح کئے بغیر حقیقی اور دائمی امن واصلاح عالم کی توقع محض ایک موہوم خیال ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

ایک استثناء

اس جگہ یہ بھی وضاحت کردینا مناسب ہوگا کہ ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ تمام اسلامی علماء جہاد سے متعلق ایسے ہی فاسدانہ خیالات رکھتے ہیں بلکہ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ''تھوڑے ہیں جو اس خیال کے انسان نہیں''۔بدقسمتی سے علماء کی اکثریت ان فاسدانہ خیالات کی قائل ہے یا ان سے متاثر ہے اور ان میں سے جو خونی نظریہ جہاد کے قائل نہیں ہیں ان میں سے بھی بہت کم ہیں جو جرأت کے ساتھ ان جہادی مُلّاؤں سے اختلاف کرکے صحیح اسلامی نظریۂ جہاد کا پرچار کرنے والے ہیں۔

گورنمنٹ کے چھپے دُشمن اور خدا تعالیٰ کے مجرم اور نافرمان

حضور علیہ السلام نے خونی نظریہ جہاد کے قائل ملّاؤں کو ''**گورنمنٹ کے چھپے ہوئے دشمن**'' اور ''**خدا تعالیٰ کے بھی مجرم اور نافرمان**'' قرار دیا ہے۔(ایضًا صفحہ 20) مگر افسوس کہ حکمرانوں نے اِس زمانہ کے حَکَم وعدل علیہ السلام کی باتوں پر کان نہیں دھرا اور ان ''چھپے ہوئے دشمنوں'' کو بروقت نہیں پہچانا اور یہ دشمن اندر ہی اندر طاقت پکڑتا رہا۔ستم بالائے ستم یہ کہ بعض ملکوں میں تو حکمرانوں نے بغاوت کے سرچشمہ انہی لوگوں سے گہرے یارانے قائم کئے اور انہیں اپنے ذاتی مفادات اور مخصوص سیاسی مقاصد کے لئے بے دریغ استعمال کیا۔انہوں نے اِن مُلّاؤں کی اشتعال انگیزیوں اور فتنہ پردازیوں میں ان کی پشت پناہی کرتے ہوئے پالا پوسا اور ان کی وحشیانہ صفات کو مزید بڑھایا اور پھر ان درندوں نے حکومت کی سرپرستی میں معصوموں کے خون سے ہولی کھیلی اور ملک میں کھلم کھلا فساد بپا کئے۔اور اب جو اس حیوان کے منہ کو خون لگ چکا ہے اور وہ **موقع پاکر** اپنے ہی مالکوں اور سرپرستوں پر حملہ آور ہوا ہے تو ان کی آنکھیں کھلی ہیں اور وہ اُسے ایک خونخوار درندہ اور انسانیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیتے ہوئے اس کو قابو کرنے یا ہلاک کرنے کی فکر میں مبتلا ہیں۔

مذہبی دہشت گردی اور مجرمانہ خونریزی کے ذمہ دار یورپ کے مُلّاں پادری اور ان کے ہمنوا

حَکَم وعدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے رسالہ ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' اور ''ضمیمہ رسالہ جہاد'' میں غلط نظریۂ جہاد اور اس کے نتیجہ میں ناحق کی خونریزیوں اور دہشت گردی کے واقعات کا محاکمہ فرماتے ہوئے اس صورتحال کی ذمہ داری جاہل مولویوں کے ساتھ ساتھ یورپ کے مُلّاؤں یعنی پادریوں پر بھی ڈالی ہے اور آپؑ کا یہ تجزیہ جیسے سو سال پہلے مبنی برحقیقت تھا، آج کے حالات پر بھی یہ سو فیصد اطلاق پارہا ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جیسا کہ **ایک طرف جاہل مولویوں** نے اصل حقیقت جہاد کو مخفی رکھ کر لوٹ مار اور قتل انسانی کے منصوبے عوام کو سکھائے اور اس کا نام جہاد رکھا ہے۔اسی طرح **دوسری طرف پادری صاحبوں نے بھی** یہی کارروائی کی اور ہزاروں رسالے اور اشتہار اردو اور پشتو وغیرہ زبانوں میں چھپوا کر ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں اس مضمون کے شائع کئے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا ہے اور تلوار چلانے کا نام اسلام ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے جہاد کی دو گواہیاں پاکر یعنی ایک مولوی کی گواہی اور دوسری پادریوں کی شہادت اپنے وحشیانہ جوش میں ترقی کی''۔

(''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 10)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مذہبی اختلاف کی بنا پر غلط نظریہ جہاد کی وجہ سے ناحق خونریزی کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کے ذمہ داران کا تعین کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک یہ واقعی اور یقینی امر ہے کہ یہ وحشیانہ عادت جو سرحدی افغانوں میں پائی جاتی ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی کسی بے گناہ کا خون کیا جاتا ہے۔اس کے اسباب جیسا کہ مَیں بیان کرچکا ہوں دو ہیں:

(1) اوّل وہ مولوی جن کے عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ غیر مذہب کے لوگوں اور خاص طور پر عیسائیوں کو قتل کرنا موجب ثواب عظیم ہے۔اور اس سے بہشت کی وہ نعمتیں ملیں گی کہ وہ نہ نماز سے مل سکتی ہیں، نہ حج سے، نہ زکوٰۃ سے اور نہ کسی اور نیکی کے کام سے۔مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ درپردہ عوام الناس کے کان میں ایسے وعظ پہنچاتے رہتے ہیں۔ آخر دن رات ایسے وعظوں کو سن کر ان لوگوں کے دلوں پر جو حیوانات میں اور ان میں کچھ تھوڑا ہی فرق ہے، بہت بُرا اثر ہوتا ہے اور وہ

درندے ہو جاتے ہیں اور ان میں ایک ذرّہ رحم باقی نہیں رہتا اور ایسی بے رحمی سے خونریزیاں کرتے ہیں جن سے بدن کانپتا ہے۔ اور اگرچہ سرحدی اور افغانی ملکوں میں اس قسم کے مولوی بکثرت بھرے پڑے ہیں جو ایسے ایسے وعظ کیا کرتے ہیں مگر میری رائے تو یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان بھی ایسے مولویوں سے خالی نہیں۔ اگر گورنمنٹ عالیہ نے یہ یقین کرلیا ہے کہ اس ملک کے تمام مولوی اس قسم کے خیالات سے پاک اور مبرّا ہیں تو یہ یقین بے شک نظر ثانی کے لائق ہے۔ میرے نزدیک اکثر مسجد نشین نادان مغلوب الغضب مُلّا ایسے ہیں کہ ان گندے خیالات سے بَری نہیں ہیں............۔

(2) دوسرا سبب ان مجرمانہ خونریزیوں کا جو غازی بننے کے بہانہ سے کی جاتی ہیں میری رائے میں وہ **پادری صاحبان بھی** ہیں جنہوں نے حد سے زیادہ اس بات پر زور دیا کہ اسلام میں جہاد فرض ہے اور دوسری قوموں کو قتل کرنا مسلمانوں کے مذہب میں بہت ثواب کی بات ہے۔ میرے خیال میں سرحدی لوگوں کو جہاد کے مسئلہ کی خبر بھی نہیں تھی۔ یہ تو پادری صاحبوں نے یاد دلایا۔

میرے پاس اس خیال کی تائید میں دلیل یہ ہے کہ جب تک پادری صاحبان کی طرف سے ایسے اخبار اور رسالے اور کتابیں سرحدی ملکوں میں شائع نہیں ہوئے تھے اس وقت تک ایسی وارداتیں بہت ہی کم سنی جاتی تھیں یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بالکل نہیں تھیں.......... پھر جب پادری فنڈل صاحب نے 1849ء میں کتاب میزان الحق تالیف کرکے ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں شائع کی اور نہ فقط اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی نسبت توہین کے کلمے استعمال کئے بلکہ لاکھوں انسانوں میں یہ شہرت دی کہ اسلام میں غیر مذہب کے لوگوں کو قتل کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ بڑا ثواب ہے۔ ان باتوں کو سن کر سرحدی حیوانات جن کو اپنے دین کی کچھ بھی خبر نہیں جاگ اٹھے اور یقین کر بیٹھے کہ درحقیقت ہمارے مذہب میں غیر مذہب کے لوگوں کو قتل کرنا بڑے ثواب کی بات ہے۔

مَیں نے غور کرکے سوچا ہے کہ اکثر سرحدی وارداتیں اور پُرجوش عداوت جو سرحدی لوگوں میں پیدا ہوئی اس کا سبب پادری صاحبوں کی وہ کتابیں ہیں جن میں وہ تیز زبانی اور بار بار جہاد کا ذکر لوگوں کو سنانے میں حد سے زیادہ گزر گئے .... پادری عمادالدین امرتسری اور چند دوسرے بدزبان پادریوں کی تیز اور گندی تحریروں نے ملک کی اندرونی محبت اور مصالحت کو بڑا نقصان پہنچایا اور ایسا ہی اور پادری صاحبوں کی کتابوں نے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں دلوں میں عداوت کا تخم بونے میں کمی نہیں کی‘‘۔

(ایضاً صفحہ 19 تا 21)

آپؑ فرماتے ہیں:

’’اگرچہ ہمیں اسلام کے مُلّاؤں کی نسبت افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ایک غلط مسئلہ جہاد کی پیروی کرکے سرحدی اقوام کو یہ سبق دیا کہ تا وہ ایک محسن گورنمنٹ کے معزز افسروں کے خون سے اپنی تلواروں کو سرخ کیا کریں.......... مگر ساتھ ہی **یورپ کے مُلّاؤں پر بھی جو پادری ہیں** ہمیں افسوس ہے کہ انہوں نے ناحق تیز اور خلاف واقعہ تحریروں سے نادانوں کو جوش دلائے۔ ہزاروں دفعہ جہاد کا اعتراض پیش کرکے وحشی مسلمانوں کے دلوں میں یہ جما دیا کہ ان کے مذہب میں جہاد ایک ایسا طریق ہے جس سے جلد بہشت مل جاتا ہے......‘‘۔

(ایضاً صفحہ 22)

’’......اگر ہم فرض کرلیں کہ اس فتنہ عوام کے جوش دلانے کے بڑے محرک اسلامی مولوی ہیں تاہم ہمارا انصاف ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اقرار کریں کہ کسی قدر اس فتنہ انگیزی میں پادریوں کی وہ تحریریں بھی حصّہ دار ہیں جن سے آئے دن مسلمان شاکی نظر آتے ہیں۔ افسوس کہ بعض جاہل ایک حرکت کرکے الگ ہو جاتے ہیں اور گورنمنٹ ......کو مشکلات پیش آتی ہیں‘‘۔ (ایضاً صفحہ 22)

الغرض حضور علیہ السلام اسلامی مولویوں کے ساتھ ساتھ پادریوں کو بھی خونریزی اور دہشت گردی کے واقعات پر اُکسانے اور امن عامہ میں خلل ڈالنے کا برابر کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔۔

آسمانی نور سے منور اور الٰہی بصیرت سے معمور، کامل عدل و انصاف پر مبنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا یہ تجزیہ آج کے حالات پر بھی پوری طرح صادق آرہا ہے۔ اور آج کل کے دور میں بھی جو مذہبی جنونیت، انتہا پسندی اور دہشت گردی کے واقعات رُونما ہو رہے ہیں ان کے محرک بھی یہی دو گروہ ہیں۔

قارئین جانتے ہیں کہ ۲۰۰۶ء میں مسیحی پوپ بینڈ کٹ صاحب نے بھی اِسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ اور قرآن مجید کے متعلق ایسی ہی نازیبا اور ناروا، خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ دلآزار باتیں کرکے نہ صرف مغرب میں بلکہ ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کی آگ کو مزید ہوا دی تھی۔ فی زمانہ ریڈیو، ٹی وی، کتب، اخبارات وجرائد، انٹرنیٹ اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دنیا کی مختلف زبانوں میں آئے دن پادریوں اور ان کے ہمنواؤں کی طرف سے دین اسلام کے متعلق یہ سراسر جھوٹا پراپیگنڈہ بڑے شدّ و مد سے کیا جاتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اسلام ایک نہایت ہی ظالمانہ مذہب ہے اور جبر وتشدد اور قتل و غارت گری اور دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی طرح اسلام اور بانیٔ اسلام رحمۃ للعالمین ﷺ اور قرآن مجید پر افتراء پردازی سے کام لیتے ہوئے نہایت لغو، بیہودہ اور لچّر زبان میں خلاف حقیقت اعتراض کرکے مسلمانوں کے جذبات مجروح کئے جاتے ہیں۔ یورپ کے مُلّاؤں، پادریوں اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے، یا ان کی پشت پناہی اور سرپرستی میں ادیبوں، فنکاروں اور فلم پروڈیوسرز کی طرف سے یا اسلام سے برگشتہ فاسقانہ زندگی گزارنے والے نام نہاد دانشوروں اور مصنفوں کی طرف سے کبھی آنحضرت ﷺ اور اسلام کی مقدس ہستیوں کے توہین آمیز خاکے بنا کر اور کبھی اسلام کو بدنام کرنے والی نہایت ہی شرمناک فلمیں بنا کر نادان مغلوب الغضب مُلّاؤں اور پُرحکمت جدال سے عاری تیز طبع مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں۔

ہمیں اس جگہ ان لوگوں کے ناموں کا ذکر کرنے یا اس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک دانشمند بخوبی جانتا ہے کہ جب بھی مغربی پادریوں اور ان کے پروردہ مصنفین کی طرف سے ایسی قابل نفرین حرکات ہوتی ہیں تو ان کا نتیجہ یقینا خوفناک ہوتا ہے۔ ان کے اس عمل اور اس پر ردّ عمل کے نتیجہ میں کیسے کیسے ہولناک واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں اور کس طرح سوسائٹی کا امن برباد ہوتا اور معصوموں کا خون بہتا ہے۔ اس کے ذمہ دار جیسے وہ نادان، جاہل مسلمان ہیں اسی طرح وہ پادری اور مغربی مصنفین بھی اس ظلم میں برابر کے حصّہ دار ہیں جو اپنی زہریلی تحریروں سے یہ آگ بھڑکاتے ہیں۔

اگر مغربی دنیا بھی اور مشرقی دنیا بھی سچے امن کی خواہاں ہے تو مسلمان حکومتوں اور ان کے علماء وعوام کو بھی اور مغربی وغیر مسلم حکومتوں اور پادریوں اور ان کے علماء وعوام کو بھی مامور زمانہ علیہ السلام کے اس عارفانہ تجزیہ کی روشنی میں اپنی سوچوں کو درست کرنا ہوگا اور اپنے رویہ میں تبدیلی لانا ہوگی۔

قرآن شریف اور سُنّت حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے متصادم، نفس امّارہ کے جوشوں سے مغلوب جاہل مولویوں کے خود ساختہ، سراسر غیر اسلامی، غیر انسانی اور خونی نظریۂ جہاد نے اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ اور قرآن مجید پر جبر وتشدد اور دہشت گردی اور جارحیت کا بٹّہ لگانے اور مسلمانوں کو ذہنی، جسمانی، اخلاقی، روحانی، اقتصادی، معاشی، معاشرتی، علمی وعملی غرضیکہ ہر پہلو سے قعر مذلّت میں گرانے میں جو گھناؤنا کردار ادا کیا ہے اُسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ آج دنیا بھر میں خودکش حملوں اور دہشت گردی کے متعدد واقعات میں جہاں جہاں بھی نام نہاد مسلمان ملوّث پائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا رابطہ افغانستان یا اس سے ملحقہ سرحدی علاقوں میں قائم جہادی کیمپوں سے تھا۔ پاکستان کی حکومت خود اس امر کی معترف ہے کہ اس کے شمالی سرحدی علاقوں میں اور افغانستان میں خودکش حملہ آوروں کے تربیتی کیمپ قائم ہیں جہاں سے ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد وہ مختلف جگہوں پر دہشت گردی کی کارروائی کرتے ہیں۔ گویا یہ علاقہ جہاد کے نام پر دہشت گردی پھیلانے والوں کی افزائش کا علاقہ ہے۔

عجیب بات ہے کہ سو سال سے زائد عرصہ قبل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی یہی خطّۂ ارض ایسی ظالمانہ و بہیمانہ کارروائیوں کا مرکز تھا اور مذہبی اختلاف کی بنا پر معصوموں کا خون بہانے والوں کا معتدبہ حصّہ انہی علاقوں سے تعلق رکھتا تھا۔

جہاد کے غلط تصوّر کی اصلاح کیلئے جُہدِ بلیغ کی ضرورت

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اُس زمانہ میں امیر صاحب والیٔ کابل کو مسئلہ جہاد کے تعلق میں علماء اور عوام ان کی غلطیوں پر متنبہ کرتے ہوئے ضروری اصلاحی اقدامات کرنے کی تحریک اپنی تصنیف ’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘ میں فرمائی تھی۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اسلام ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتا کہ مسلمان رہزنوں اور ڈاکوؤں کی طرح بن جائیں اور جہاد کے بہانہ سے اپنے نفس کی خواہشیں پوری کریں۔ اور چونکہ اسلام میں بغیر بادشاہ کے حکم کے کسی طرح جہاد درست نہیں اور اس کو عوام بھی جانتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ لوگ جو حقیقت سے بے خبر ہیں اپنے دلوں میں امیر صاحب پر یہ الزام لگاویں کہ اُنہی کے اشارہ سے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ لہٰذا امیر صاحب کا ضرور یہ فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس غلط فتوے کو روکنے کے لئے **جُہدِ بلیغ** فرماویں کہ اس صورت میں امیر صاحب کی بریّت بھی آفتاب کی طرح چمک اٹھے گی اور ثواب بھی ہوگا کیونکہ حقوق عباد پر نظر کر کے اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ مظلوموں کی گردنوں کو ظالموں کی تلوار سے چھڑایا جائے اور چونکہ **ایسے کام کرنے والے اور غازی بننے کی نیّت سے تلوار چلانے والے اکثر افغان ہی ہیں جن کا امیر صاحب کے ملک میں ایک معتدبہ حصّہ ہے** اس لئے امیر صاحب کو خدا تعالیٰ نے یہ موقعہ دیا ہے کہ وہ اپنی امارت کے کارنامہ میں اس اصلاح عظیم کا تذکرہ چھوڑ جائیں اور یہ وحشیانہ عادات جو اسلام کی بدنام کنندہ ہیں جہاں تک اُن کے لئے ممکن ہو قوم افغان سے چھڑا دیں‘‘۔
(’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 18-19)

دیکھئے مامور زمانہ علیہ السلام کے یہ فرمودات آج کی صورتحال پر بھی کس صفائی اور سچائی سے اطلاق پا رہے ہیں۔

امن عالم کے قیام کیلئے احسن تجاویز

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس سلسلہ میں جو تجویز اُس وقت پیش فرمائی تھی وہ آج بھی نہ صرف افغانستان بلکہ تمام دنیا کے مسلمان حکمرانوں کے لئے بھی اتنی ہی اہم اور مفید اور قابل عمل ہے جتنی اُس زمانہ میں تھی۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یہ موجودہ طریق غیر مذہب کے لوگوں پر حملہ کرنے کا جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جس کا نام وہ جہاد رکھتے ہیں یہ شرعی جہاد نہیں ہے بلکہ صریح خدا اور رسول کے حکم کے مخالف اور سخت معصیت ہے۔ لیکن چونکہ اس طریق پر پابند ہونے کی بعض اسلامی قوموں میں پُرانی عادت ہوگئی ہے اس لئے اُن کے لئے اس عادت کو چھوڑنا آسانی سے ممکن نہیں بلکہ ممکن ہے کہ جو شخص ایسی نصیحت کرے اُسی کے دشمن جانی ہو جائیں اور غازیانہ جوش سے اُس کا قصہ بھی تمام کرنا چاہیں۔ ہاں ایک طریق میرے دل میں گزرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر امیر صاحب والیٔ کابل.......... **نامی علماء کو جمع کر کے اس مسئلہ جہاد کو معرض بحث میں لاویں۔ اور پھر علماء کے ذریعہ سے عوام کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کریں بلکہ اس ملک کے علماء سے چند رسالے پشتو زبان میں تالیف کرا کر عام طور پر شائع کرائیں** تو یقین ہے کہ اس قسم کی کارروائی کا لوگوں پر بہت اثر پڑے گا اور وہ جوش جو نادان مُلّا عوام میں پھیلاتے ہیں رفتہ رفتہ کم ہو جائے گا‘‘۔
(’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 17-18)

آسمانی نُور اور قرآنی ہدایتوں سے معمور یہ تجویز بہت ہی پُرحکمت اور حقیقی اور دائمی اصلاح کا موجب بننے والی ہے۔ یہ خیال کہ خونی نظریۂ جہاد کے قائل مُلّاؤں کے فتنہ و فساد اور خونریزیوں کا خاتمہ صرف طاقت سے ممکن ہے، ہرگز درست نہیں۔ یہ درست ہے کہ بسا اوقات ظالموں اور مفسدوں اور مجرموں کو جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ:41) اور فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ (البقرۃ:195) کے مطابق اُن کے جرموں کی سزا دینا بھی ضروری ہوتا ہے لیکن ہمیشہ جبر کے مقابل پر جبر اور تشدّد کے مقابل پر تشدّد کی پالیسی سے کبھی معاشرہ میں حقیقی امن قائم نہیں ہوسکتا۔

پھر خصوصیت سے ایسے اعمال جن کی بنیاد غلط اور جھوٹے نظریات و عقائد پر ہو ان کی اصلاح تو ان باطل عقائد و نظریات کی اصلاح کئے بغیر ہرگز ممکن نہیں۔ محض طاقت کے زور سے فتنہ کو وقتی طور پر دبایا تو جا سکتا ہے لیکن اس سے دائمی امن قائم نہیں ہوسکتا۔ تلوار سے عارضی فتوحات تو ہو سکتی ہیں مگر دل فتح نہیں کئے جاسکتے۔ طاقت سے سر تو جھکائے جا سکتے ہیں مگر دلوں پر حکومت نہیں کی جاسکتی۔ اسی لئے قرآن کریم نے نظریات و عقائد کی اشاعت اور اصلاح کے لئے ہر قسم کے جبر کے استعمال کی نفی کرتے ہوئے یہ عظیم الشان تعلیم فرمائی ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرۃ:257) یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال:43) (تا کہ کھلی کھلی حجت کی رو سے جس کی ہلاکت کا جواز ہو وہی ہلاک ہو اور کھلی کھلی حجت کی رُو سے جسے زندہ رہنا چاہئے وہی زندہ رہے)۔ زندہ وہی ہے جو دلیل کے ساتھ زندہ ہے اور جس کے حق میں بَيِّنَة نہیں، ہلاکت اس کا مقدر ہے۔

پس اگر غلط اور باطل نظریات و عقائد کو براہین ساطعہ اور دلائل قاطعہ سے جڑ سے اکھیڑ دیا جائے اور ان کی جگہ سچے اور واقعی اور حقیقت پر مبنی نظریات و عقائد کو دلوں میں راسخ کر دیا جائے تو اس کے نتیجہ میں معاشرہ میں ایک اصلاح عظیم برپا ہوگی اور اس کا اثر بھی دیرپا ہوگا۔ اسی لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل:126) (ان سے اس طریق پر مجادلہ کر جو بہترین ہو) کے قرآنی حکم کی روشنی میں یہ احسن تجویز فرمائی ہے کہ:-

’’نامی علماء کو جمع کر کے اس مسئلہ جہاد کو معرض بحث میں لاویں اور پھر علماء کے ذریعہ سے عوام کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کریں‘‘۔

مقامی صاحب اثر و رسوخ معروف اور نامی علماء کو اس بحث میں شامل کرنا اور پھر ان کے ذریعہ سے عوام کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کرنا اس لئے نہایت اہم ہے کہ یہ علماء ہی ہیں جو عوام الناس کو غلط مسئلے سکھا کر اور دین سے ان کی محبت کے جذبات کو غلط سمتیں دے کر خون خرابہ اور فتنہ و فساد پر بھڑکاتے ہیں۔ اس لئے انہیں on Board رکھنا ضروری ہے۔

پھر اسلامی جہاد کی حقیقت کے بیان پر مشتمل رسالے مقامی زبانوں میں تالیف کرا کر عام طور پر شائع کرنا اور لوگوں کے دلوں میں اسے راسخ کرنا بھی بہت اہم اور ضروری ہے۔ آج کل پریس میڈیا کے علاوہ ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ اور دیگر بہت سے ذرائع بھی وجود میں آئے ہیں جن کو کام میں لا کر ایک مسلسل مہم کے ذریعہ باطل نظریۂ جہاد کا قلع قمع کرنے کے لئے ’’جُہدِ بلیغ‘‘ کی جانی چاہئے۔

پھر صرف افغانستان اور ملحقہ سرحدی علاقوں کے علماء و عوام کو ہی نہیں بلکہ دوسرے ملکوں اور علاقوں کے علماء و عوام کو بھی اس مہم میں شامل کرنا چاہئے اور خونی نظریۂ جہاد کا بطلان ثابت کرتے ہوئے اسلامی جہاد کی حقیقت کو اُجاگر کرنا چاہئے۔ جب ہر طرف سے ایک ہی پیغام سب کو ملے گا تو اس سے خدا کے فضل سے بہت بہتر نتائج حاصل ہوں گے۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے اُس زمانہ میں اس اہم پہلو کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ بھی تجویز فرمائی تھی کہ:

’’اگر پنجاب اور ہندوستان کے مولوی درحقیقت مسئلہ جہاد کے مخالف ہیں تو وہ اس بارہ میں رسالے تالیف کر کے اور پشتو میں ان کا ترجمہ کرا کر سرحدی اقوام میں مشتہر کریں۔ بلا شبہ ان کا بڑا اثر ہوگا۔ **مگر ان تمام باتوں کے لئے شرط ہے کہ سچے دل اور جوش سے کارروائی کی جائے، نہ نفاق سے**‘‘۔ (ایضاً صفحہ 22)

عافیت کا حصار

اس جگہ یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلہ جہاد کی اصل حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے اور اس سلسلہ میں محکم دلائل سے واقفیت کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ مامور زمانہ، حکم و عدل، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات و فرمودات اور آپ کے مقدس خلفاء کے ارشادات سے رہنمائی حاصل کی جائے کیونکہ یہ وہ بندگان خدا ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں احیاء دین و قیام شریعت کے لئے کھڑا فرمایا ہے اور مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام ہی وہ عافیت کا حصار اور مقدس و مبارک وجود ہے جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ اس کے ذریعہ

سے زمین کو عدل اور راستی اور امن اور انصاف سے بھر دیا جائے گا۔ پس حقیقی امن کے حصول کے لئے لازم ہے کہ آپؑ کے عطا فرمودہ دلائل کا حربہ ہاتھ میں لے کر اس مہم کو انجام دیا جائے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کامیابی کا وعدہ اسی جری اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

غلط نظریۂ جہاد کی اصلاح کی طرف توجہ نہ دینے کے بدنتائج

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے غلط نظریۂ جہاد کی ضروری وفوری اصلاح کی طرف توجہ نہ کرنے کی صورت میں جن خطرات کی نشاندہی فرمائی تھی آج وہ خطرات ایک زندہ حقیقت کی صورت میں ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے امیر والیٔ کابل سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"یقیناً امیر صاحب کی رعایا کی بڑی بدقسمتی ہوگی اگر اس ضروری اصلاح کی طرف امیر صاحب توجہ نہیں کریں گے اور آخری نتیجہ اس کا اُس گورنمنٹ کے لئے خود زحمتیں ہیں جو ملّاؤں کے ایسے فتووں پر خاموش بیٹھی رہے۔ کیونکہ آج کل ان ملّاؤں اور مولویوں کی یہ عادت ہے کہ ایک ادنیٰ اختلاف مذہبی کی وجہ سے ایک شخص یا ایک فرقہ کو کافر ٹھہرا دیتے ہیں اور پھر جو کافروں کی نسبت ان کے فتوے جہاد وغیرہ کے ہیں وہی فتوے ان کی نسبت بھی جاری کئے جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں امیر صاحب بھی ان فتووں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ **ممکن ہے کہ کسی وقت یہ ملّا لوگ کسی جزوی بات پر امیر صاحب پر ناراض ہو کر ان کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیں اور پھر ان کے لئے بھی وہی جہاد کے فتوے لکھے جائیں جو کفّار کے لئے وہ لکھا کرتے ہیں۔** پس بلاشبہ وہ لوگ جن کے ہاتھ میں مومن یا کافر بنانا اور پھر اس پر جہاد کا فتویٰ لکھنا ہے ایک خطرناک قوم ہے جن سے امیر صاحب کو بھی بے فکر نہیں بیٹھنا چاہئے اور بلاشبہ ہر ایک گورنمنٹ کے لئے بغاوت کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں۔ عوام بے چارے ان لوگوں کے قابو میں ہیں اور ان کے دلوں کی کَل ان کے ہاتھ میں ہے۔ جس طرف چاہیں پھیر دیں۔ اور ایک دم میں قیامت برپا کر دیں۔ پس یہ گناہ کی بات نہیں ہے کہ عوام کو ان کے پنجہ سے چھڑا دیا جائے اور خود ان کو نرمی سے جہاد کے مسئلہ کی اصل حقیقت سمجھا دی جائے"۔

("گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 17-18)

آسمانی تقویٰ اور فراست کے نور سے آراستہ حکم وعدل علیہ السلام کا یہ تجزیہ کیسا سچا، کیسا واضح اور آپؑ کی صداقت کا کیسا زبردست ثبوت ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ماضی میں بھی اور حال کے زمانہ میں بھی جس نے بھی ملّاؤں کے اس خونی نظریۂ جہاد سے اختلاف کیا انہوں نے اس کو بھی اپنے غضب کا نشانہ بنایا اور اس کے خلاف جہاد کا کھلم کھلا اعلان کیا۔

سوسال سے زائد عرصہ ہوا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسئلہ جہاد کے تعلق میں اسلام کی بدنام کنندہ ان وحشیانہ عادات سے مسلمانوں کو چھڑانے کے لئے حکمرانوں کو جُہد بلیغ سے کام لینے اور مقدور بھر سعی کرنے کی پُرزور تحریک کرتے ہوئے خبردار فرمایا تھا کہ اگر وہ ایسا کریں تو بہتر، "ورنہ اب دور مسیح موعود آ گیا ہے۔ اب بہرحال خدا تعالیٰ آسمان سے ایسے اسباب پیدا کر دے گا کہ جیسا کہ زمین ظلم اور ناحق کی خونریزی سے پُر تھی اب عدل اور امن اور صلحکاری سے پُر ہو جائے گی۔ اور مبارک وہ امیر اور بادشاہ ہیں جو اس سے کچھ حصّہ لیں"۔

("گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 19)

اس انذار اور تنبیہ کا آخری حصّہ "مبارک وہ امیر اور بادشاہ ہیں جو اس سے کچھ حصّہ لیں" ایک دعا پر مشتمل ہے۔ دیکھتے ہیں وہ کون خوش نصیب حکمران ہو گا جو ملّاؤں کے خونی نظریۂ جہاد کے بطلان کو ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تجویز کے مطابق عمل کر کے آپ کی دعاؤں سے حصّہ پاتے ہوئے الٰہی برکتوں کو حاصل کرتا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ غلط نظریۂ جہاد کی اصلاح کے لئے جس "جُہد بلیغ" کی ضرورت تھی امیر والیٔ کابل نے اس سے کام نہیں لیا اور مامور زمانہ، مسیح دوراں علیہ السلام کی تجویز کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ قوم مسیح ناصری علیہ السلام کے زمانہ کے مکفّر ومکذّب یہود نامسعود کی مشابہت میں دن بدن اپنے دل کی سختیوں اور ظلم وتشدد کی کارروائیوں میں بڑھتی چلی گئی۔ یہی وہ خطّۂ ارض ہے جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابہ کو مسئلہ جہاد میں علماء کے خونی نظریۂ جہاد سے مخالفت کی بنا پر نہایت ظالمانہ طریق پر شہید کیا گیا۔ حضرت مولوی عبدالرحمن صاحبؓ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اور دم بند کر کے شہید کیا گیا تو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحومؓ رئیس خوست کو پہلے بھاری زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے شکنجہ میں جکڑ کر قید خانہ میں سخت اذیتیں دیں اور "ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسّی ڈالی گئی۔ تب اسی رسّی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے، ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے"۔ پھر کمر تک زمین میں گاڑ کر نہایت بیدردی سے سنگسار کیا گیا" یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا"۔ الغرض" وہ ایسا دردناک حادثہ ہے کہ دل کو ہلا دیتا ہے اور بدن پر لرزہ ڈالتا ہے"۔ آپ کے بعد آپ کی بیوی اور یتیم بچوں کو بھی نہایت ہولناک اذیتیں دی گئیں اور کئی ایک نے اسی حالت میں جام شہادت نوش کیا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف افغانستان میں بلکہ پاکستان میں بھی آنے والے متعدد حکمرانوں میں سے کسی کو بھی ملّاؤں کے خونی نظریۂ جہاد کی اصلاح کے لئے کارروائی کی توفیق نہیں ملی بلکہ الٹا بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاد کا منکر ہونے کا الزام دیتے ہوئے آپؑ کے اور آپؑ کی جماعت کے خلاف تکفیر وتکذیب اور شورش وشر کی ایسی آگ بھڑکائی گئی کہ حکمرانوں کی سرپرستی اور دستور وآئین کی پشت پناہی میں احمدیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ بیسیوں احمدیوں کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں کو قید وبند کی صعوبتوں میں مبتلا کیا گیا۔ ان کے اموال وجائیداد کو لوٹا اور جلایا گیا اور ہر ممکن طریق سے اذیتیں دی گئیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصنیف "تذکرۃ الشہادتین" میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی شہادت کا دردناک تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبدالرحمن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا اور خدا چُپ رہا مگر اس خون پر اب وہ چُپ نہیں رہے گا اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے"۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 74)

تاریخ شاہد ہے کہ خدا اس خون پر چُپ نہیں رہا۔ اس خطّۂ ارض پر کتنی ہی برساتیں اور خونی برساتیں اس کے بعد ہوئیں لیکن اُس مقدس خون کے دھبے ابھی تک دھل نہیں پائے۔ آج جو یہ خطّۂ ارض خون سے رنگین ہے تو اس کا سبب قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی بیان فرمودہ حقیقت جہاد سے انحراف، اور مسیح وقت کے انذار کی تخفیف اور اس سے اعراض، اور اس کے نتیجہ میں معصوموں کے وہ ناحق کے خون ہیں جو ظالم وسفّاک لوگوں نے مذہب کے نام پر بہائے تھے۔ حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا ؎

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

عیسائی پادریوں اور ان کے ہمنواؤں کا غیر منصفانہ طرز عمل

عیسائی پادریوں اور ان کے ہم خیال مغربی مصنفین کی طرف سے دین اسلام کے خلاف بکثرت اور بار بار یہ جھوٹا پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ، نعوذ باللہ، اسلام ایک دہشت گرد مذہب ہے اور اس میں جہاد فی سبیل اللہ کے نام پر مسلمانوں کو محض دینی اختلاف کی بنا پر معصوموں کا خون بہانے اور فتنہ وفساد پھیلانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اپنے اس جھوٹے الزام کو ثابت کرنے کے لئے یہ پادری اور ان کے نام نہاد علماء ومحققین قرآن مجید کی آیات کے سیاق وسباق اور ثابت شدہ تاریخی حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے، اور ہر قسم کے دجل وتلبیس سے کام لیتے ہوئے، اور واقعات کو توڑ مروڑ کر، اپنی مرضی کے معانی قرآن مجید کی طرف منسوب کرنے کی ظالمانہ جسارت کرتے ہیں۔ اپنے ان خیالات کی تائید میں وہ نفس امارہ کے جوشوں سے مغلوب، اقتدار پرست، اُن گنتی کے چند نام نہاد علماء اسلام کے اقوال وتشریحات کو بھی پیش کرتے ہیں جو اپنی خود ساختہ

تشریحات کو اسلام کی طرف منسوب کر کے، جہاد فی سبیل اللہ کے مقدس نعرہ کی آڑ میں خونی نظریۂ جہاد کا پرچار کرتے ہیں اور فتنہ و فساد کو پھیلاتے ہیں۔ عیسائی پادریوں کا یہ طریق ہرگز راستی اور انصاف کا طریق نہیں ہے۔ چند بگڑے ہوئے لوگوں کے فاسقانہ اعمال کی ذمہ داری دین اسلام پر ڈالنا صریح زیادتی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا:

''میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے.......... میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرو''۔

(متی باب 5 آیات 39 تا 45)

لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کے اس برگزیدہ کی طرف منسوب ہونے والے عیسائی حکمران اس تعلیم کے بالکل برعکس مختلف بہانوں سے اپنے مخالفوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے، ان پر ہولناک اور تباہ کن بموں کے گولے برساتے اور ان سے نہایت بربریت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ کیا ان بگڑے ہوئے عیسائیوں کی ان حرکات کی ذمہ داری عیسائیت پر یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا ان کی پاک تعلیمات پر ڈالنا قرین انصاف ہوگا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر چند نام نہاد مسلمانوں کی دہشت گردانہ حرکتوں کا الزام اسلام اور بانی اسلام ﷺ کو دینا کھلم کھلا ظلم اور ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے؟

اسلام اور بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ تو ایسے دہشت گردانہ نظریات و اعمال کے حامل لوگوں سے کلیۃً بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں جا بجا یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ وہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ وہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا وجود تو رحمۃ للعالمین تھا۔ آپ کے مبارک ارشادات اور آپ کی زندگی کے ایسے لاتعداد پاکیزہ نمونے تاریخ و سیرت کی کتب میں جگمگا رہے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ تو جانی دشمنوں کی تکلیف پر بھی بے چین ہو جایا کرتے تھے اور آپ انسانی ہمدردی اور انصاف اور تمام مکارم اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ چنانچہ کئی ایک انصاف پسند مغربی دانشوروں اور محققین نے بھی اس پہلو سے اسلامی تعلیمات کی فضیلت اور آنحضرت ﷺ کے پُرحکمت ارشادات اور آپ کے پاک عملی نمونوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اسلام ایک پُرامن مذہب ہے اور اس پر جبر و تشدد کا الزام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عصر حاضر میں بھی وہ عیسائی حکومتیں جو بعض انتہا پسند، نام نہاد مسلمانوں کی دہشت گردی کی کارروائیوں کا عذر رکھتے ہوئے مختلف مسلم ممالک پر اندھا دھند بم برسانے اور ہزاروں معصوموں کی زندگیوں کو تباہ کرنے کی ظالمانہ کارروائیوں میں ملوث ہیں ان کے حکمران بھی ایسے بیانات دینے پر مجبور ہوتے ہیں کہ جو لوگ اسلام کے نام پر، جہاد کے نام پر دہشت گردی کی کارروائیاں کرتے ہیں ان کا اسلام کا تصور بگڑا ہوا تصور ہے، وہ اسلام کو بدنام کرنے والے ہیں اور اسلام کی حقیقی تعلیمات سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ مسلمانوں کی اکثریت امن پسند اور صلح جو ہے اور ان دہشت گردی کی کارروائیوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور انہیں ردّ کرتی ہے۔ بایں ہمہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب بھی انہیں موقع ملتا ہے وہ عام طور پر اس فرق کو نظر انداز کرتے ہوئے یہی پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ گویا اسلام ایک پُرتشدد، خونی اور دہشت گرد اور امن کا دشمن مذہب ہے اور مغربی میڈیا میں بالخصوص اس پراپیگنڈہ کو بڑے شدّ و مدّ سے بار بار دہرایا جاتا ہے۔ ان کا یہ رویہ ہرگز راستی اور انصاف پر مبنی نہیں ہے اور اس سے معاشرتی امن کے قیام میں کوئی مدد نہیں ملتی بلکہ اس کے نتیجہ میں بلاوجہ کی اشتعال انگیزی ہو کر فتنہ کو ہوا ملتی ہے۔

امن عالم کے قیام کیلئے عیسائی پادریوں اور عیسائی حکمرانوں کیلئے احسن تجاویز

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آج سے سو سال سے بھی زیادہ عرصہ قبل عیسائیوں اور عیسائی حکمرانوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ انصاف سے کام لیں اور ایسی اشتعال انگیز کارروائیوں سے باز رہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ قرآن شریف ہرگز جہاد کی تعلیم نہیں دیتا۔ اصلیت صرف اس قدر ہے کہ ابتدائی زمانہ میں بعض مخالفوں نے اسلام کو تلوار سے روکنا بلکہ نابود کرنا چاہا تھا۔ سو اسلام نے اپنی حفاظت کے لئے اُن پر تلوار اٹھائی اور انہی کی نسبت حکم تھا کہ یا قتل کئے جائیں اور یا اسلام لائیں۔ سو یہ حکم مختص الزمان تھا، ہمیشہ کے لئے نہیں تھا۔ اور اسلام ان بادشاہوں کی کارروائیوں کا ذمہ دار نہیں ہے جو نبوت کے زمانہ کے بعد سراسر غلطیوں یا خود غرضیوں کی وجہ سے ظہور میں آئیں۔ اب جو شخص نادان مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بار بار جہاد کا مسئلہ یاد دلاتا ہے گویا وہ ان کی زہریلی عادت کو تحریک دینا چاہتا ہے۔ **کیا اچھا ہوتا کہ پادری صاحبان صحیح واقعات کو مدنظر رکھ کر اس بات پر زور دیتے کہ اسلام میں جہاد نہیں ہے اور نہ جبر سے مسلمان کرنے کا حکم ہے۔ جس کتاب میں یہ آیت اب تک موجود ہے کہ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ: 257) یعنی دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں کرنی چاہئے کیا اُس کی نسبت ہم ظن کر سکتے ہیں کہ وہ جہاد کی تعلیم دیتی ہے۔** غرض اس جگہ ہم مولویوں کا کیا شکوہ کریں خود پادری صاحبوں کا ہمیں شکوہ ہے کہ وہ راہ انہوں نے اختیار نہیں کی جو درحقیقت سچی تھی اور گورنمنٹ کے مصالح کے لئے بھی مفید تھی''۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 31-32)

چنانچہ حضور علیہ السلام نے اُس زمانہ میں برطانوی حکومت کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

۞..... ''**میرے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ..... گورنمنٹ ان پادری صاحبوں کو اس خطرناک افتراء سے روک دے جس کا نتیجہ ملک میں بے امنی اور بغاوت ہے۔** یہ تو ممکن نہیں کہ پادریوں کے ان بے جا افتراؤں سے اہل اسلام دین اسلام کو چھوڑ دیں گے ہاں ان وعظوں کا ہمیشہ یہی نتیجہ ہوگا کہ عوام کے لئے مسئلہ جہاد کی ایک یاد دہانی ہوتی رہے گی اور وہ سوئے ہوئے جاگ اٹھیں گے''۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 9)

حضور علیہ السلام نے اس سلسلہ میں بار بار ارباب حکومت کو یہ لکھا کہ:

''کچھ مدت تک اس طریق بحث کو بند کر دیا جائے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے مذہب کی نکتہ چینیاں کرے''۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس تجویز کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''**میرے نزدیک احسن تجویز وہی ہے** جو حال میں رومی گورنمنٹ نے اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ **امتحاناً چند سال کے لئے ہر ایک فرقہ کو قطعاً روک دیا جائے کہ وہ اپنی تحریروں میں اور نیز زبانی تقریروں میں ہرگز ہرگز کسی دوسرے مذہب کا صراحۃً یا اشارۃً ذکر نہ کرے ہاں اختیار ہے کہ جس قدر چاہے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے۔** اس صورت میں نئے نئے کینوں کی تخم ریزی موقوف ہو جائے گی اور پرانے قصے بھول جائیں گے اور لوگ باہمی محبت اور مصالحت کی طرف رجوع کریں گے اور جب سرحد کے وحشی لوگ دیکھیں گے کہ قوموں میں اس قدر باہم انس اور محبت پیدا ہو گیا ہے تو آخر وہ بھی متأثر ہو کر عیسائیوں کی ایسی ہی ہمدردی کریں گے جیسا کہ ایک مسلمان اپنے بھائی کی کرتا ہے''۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 22)

اسی طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''**کم سے کم پانچ برس تک یہ طریق دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کا بند کر دیا جائے اور قطعاً ممانعت کر دی جائے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کے عقائد پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ** کرے کہ اس سے دن بدن ملک میں نفاق بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مختلف قوموں کی دوستانہ ملاقاتیں ترک ہو گئی ہیں۔ **کیونکہ بسا اوقات ایک فریق دوسرے فریق پر اپنی کم علمی کی وجہ سے ایسا اعتراض کر دیتا ہے کہ وہ دراصل صحیح بھی نہیں ہوتا اور دلوں کو سخت رنج پہنچا دیتا ہے اور بسا اوقات کوئی فتنہ پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں پر جہاد کا اعتراض بلکہ** ایسا اعتراض دوسرے فریق کے لئے بطور یاد دہانی ہو کر بھولے ہوئے جوش اس کو یاد دلا دیتا ہے اور آخر مفاسد کا موجب ٹھہرتا ہے۔ سو اگر ہماری دانشمند گورنمنٹ پانچ

برس تک یہ قانون جاری کردے کہ برٹش انڈیا کے تمام فرقوں کو جس میں پادری بھی داخل ہیں قطعاً روک دیا جائے کہ وہ دوسرے مذاہب پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ کریں اور محبت اور خُلق سے ملاقاتیں کریں۔ اور ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں ظاہر کرے تو مجھے یقین ہے کہ یہ زہر ناک پودہ پھوٹ اور کینوں کا جو اندر ہی اندر نشوونما پا رہا ہے جلد تر مفقود ہو جائے گا اور یہ کارروائی گورنمنٹ کی قابل تحسین ٹھہر کر سرحدی لوگوں پر بھی بے شک اثر ڈالے گی اور امن اور صلحکاری کے نتیجے ظاہر ہوں گے"۔

("گورنمنٹ انگریزی اور جہاد" روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 32-33)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"اگر کسی مذہب میں کوئی سچائی ہے تو وہ سچائی ظاہر کرنی چاہئے نہ یہ کہ دوسرے مذہب کی عیب شماری کرتے رہیں۔ یہ تجویز جو مَیں پیش کرتا ہوں اس پر قدم مارنا یا اس کو منظور کرنا ہر ایک حاکم کا کام نہیں ہے۔ بڑے پُرمغز حُکّام کا یہ منصب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھیں"۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 33)

افسوس کہ مذہبی رواداری اور معاشرتی امن اور ہم آہنگی کے قیام کے لئے مامور زمانہ، حکم و عدل، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان دوررس اثرات کی حامل تجاویز پر عمل درآمد کی کسی کو توفیق اور سعادت نصیب نہیں ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج سو سال بعد دہشت گردی کے واقعات روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں اور ساری دنیا بے امنی اور فساد کی گہری دلدل میں دن بدن زیادہ دھنستی چلی جاتی ہے۔

عیسائی پادریوں نے تو شاید اس لئے بھی اس تجویز کو قبول نہیں کیا ہوگا کہ اسلام کے مقابل پر ان کے لئے اپنی کتاب سے مذہبی سچائیوں کو ظاہر کرنا ایک بہت ہی مشکل کام تھا۔ الوہیت مسیح اور تثلیث اور کفارہ جیسے خلاف عقل اور خلاف واقعہ باطل عقائد کو وہ خود اپنی مذہبی کتب سے بھی ثابت کرنے سے قاصر تھے اور ہیں اس لئے انہوں نے یہی طریق اختیار کیا کہ بعض نام نہاد مسلمانوں کے مزعومہ فلسفۂ جہاد کو بنیاد بنا کر اسلام اور بانیٔ اسلام کو اپنے اعتراضات اور تہمتوں کا نشانہ بناتے رہیں کیونکہ "یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان سچائی اور انصاف کے رو سے کسی مذہب پر حملہ نہیں کر سکتا تو بہتیرے ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ناحق کی تہمتوں کے ذریعہ سے حملہ کرنا شروع کر دیتے ہیں"۔

(چشمۂ مسیحی روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 337)

شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام کے دشمن قرآن مجید پر جھوٹے الزامات لگانے اور اسلام اور بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اسلام کے مقدسوں کی سخت توہین و تحقیر اور دشنام دہی اور افتراء اور دلآزاری کی ناپاک مہم کے ذریعہ عوام الناس کو اسلام سے بدظن کرنے کی مذموم کوششوں میں مصروف ہیں۔

امن عالم کے قیام کی آسمانی مہم

لیکن اب یہ سلسلہ زیادہ دیر نہیں چلے گا کیونکہ صلیبی فتنہ کے استیصال کے لئے خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے جس مسیح موعود نے آنا تھا وہ آ چکا اور اس پاک و مطہر وجود نے یہ اعلان فرمایا کہ:

"اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا مَیں ادیان باطلہ کے حملوں سے اسلام کو بچاؤں اور اسلام کے پُرزور دلائل اور صداقتوں کے ثبوت پیش کروں......مَیں یقیناً کہتا ہوں کہ اسلام کا غلبہ ہو کر رہے گا اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ ہاں یہ سچی بات ہے کہ اس غلبہ کے لئے کسی تلوار اور بندوق کی حاجت نہیں۔ اور نہ خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیاروں کے ساتھ بھیجا ہے۔ جو شخص اس وقت یہ خیال کرے وہ اسلام کا نادان دوست ہوگا۔ مذہب کی غرض دلوں کو فتح کرنا ہوتی ہے اور یہ غرض تلوار سے حاصل نہیں ہوتی۔ آنحضرت ﷺ نے جو تلوار اٹھائی مَیں بہت مرتبہ ظاہر کر چکا ہوں کہ وہ تلوار محض حفاظت خود اختیاری اور دفاع کے طور پر تھی اور وہ بھی اُس وقت جبکہ مخالفین اور منکرین کے مظالم حد سے گزر گئے اور بے کس مسلمانوں کے خون سے زمین سرخ ہو چکی۔ غرض میرے آنے کی غرض تو یہ ہے کہ اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر ہو"۔ (لیکچر لدھیانہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 293-294)

سو مسیح وقت کے آنے کے ساتھ آسمان سے سچائی کی تائید میں توحید خالق کی ہوائیں چل پڑی ہیں اور خدا کے فرشتے سعید فطرت دلوں پر نازل ہو کر ان کی ہدایت کے سامان کر رہے ہیں۔ لوگ باطل عقیدوں سے بالطبع متنفر ہو رہے ہیں اور آج مسیح پاک علیہ السلام کے بعد قائم ہونے والی آپ کی خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کی عظیم الشان قیادت میں دنیا بھر میں اتمام حجت کا کام بڑی قوت کے ساتھ جاری ہے۔ "مسلمانوں کو چاہئے کہ جو انوار و برکات اس وقت آسمان سے اتر رہے ہیں وہ ان کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کریں ......لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر نہ کریں گے تو خدا تعالیٰ ان کی کچھ پروا نہ کرے گا۔ وہ اپنا کام کر کے رہے گا۔......اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹا دے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔ اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے"۔

(لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 290)

آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں اور آپ کی نمائندگی میں آپ کے مقدس خلیفۂ خامس حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 'دین کے نام پر تلوار اٹھانے کے خیال' کو دور کرنے کی عظیم الشان مہم کا علَم اپنے ہاتھوں میں لئے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ قرآن و حدیث کی تعلیمات اور آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ سیرت کے حوالہ سے دنیا بھر میں اسلام کے پُرامن پیغام کی اشاعت کے حقیقی جہاد میں مصروف ہیں۔

برطانوی دارالعلوم ہو یا امریکہ کا کیپٹل ہل Capital Hill یا بیلجیم میں واقع یورپین پارلیمنٹ یا کوبلز جرمنی کا ملٹری ہیڈکوارٹر یا افریقہ کے مختلف ممالک یا براعظم آسٹریلیا، سنگاپور یا نیوزی لینڈ یا فجی یا جاپان آپ بنفس نفیس دنیا کے ملک ملک میں جا کر وہاں کے سربراہوں، دانشوروں اور مختلف مذاہب کے نمائندوں کو سامنے بٹھا کر اور مختلف ممالک کے ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے نمائندوں کے ساتھ انٹرویوز میں بڑی جرأت اور بہادری کے ساتھ اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ جہاد کے متعلق مسلمانوں اور غیر مسلموں کے غلط تصورات کا بطلان ثابت کر کے قرآن مجید کی سچی اور صاف اور پاکیزہ اور پُرامن اور سلامتی بخش تعلیمات کو پیش کرتے ہیں تو ہر سلیم الفطرت اور امن کے متلاشی انسان کو یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اسلام ہرگز دہشت گردی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ یہ تو سراپا امن اور سلامتی کا مذہب ہے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر دنیا سے ہر قسم کے علاقائی و نسلی و مذہبی تعصّبات اور نفرتوں کو ختم کر کے حقیقی اور پائیدار امن کا قیام ممکن ہے۔

اس موضوع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب اور دنیا کی بڑی طاقتوں اور بعض دیگر اہم ممالک اور مذہبی رہنماؤں کے نام خطوط کے مجموعہ پر مشتمل ایک نہایت اہم اور خوبصورت کتاب World Crisis and Pathway to Peace نہ صرف انگریزی زبان میں بلکہ عربی، فرنچ، چینی، مالٹیز، ناورنجین، سپینش اور انڈونیشین وغیرہ متعدد اہم زبانوں میں ترجمہ کر کے وسیع پیمانے پر شائع کی گئی ہے اور انٹرنیٹ کے ذریعہ بھی یہ پیغام بڑی کثرت سے مختلف زبانوں میں لوگوں تک پہنچایا جا رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ پیغام اپنی قوت اور شوکت اور تاثیر میں دن بدن قوی تر اور وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے اپنے دور خلافت کے آغاز سے ہی اس طرف خصوصی توجہ فرمائی اور بار ہا اپنے خطبات و خطابات میں اپنوں اور غیروں کے سامنے اسلام کی امن کی تعلیم اور جہاد کی حقیقت کو آشکار فرمایا ہے اور احباب جماعت کو بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اسلام کے سلامتی کے پیغام کو دنیا میں پھیلائیں چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ کی آسمانی قیادت میں جماعت احمدیہ عالمگیر سچے دل اور بنی نوع انسان کی خالص ہمدردی کے جوش سے قیام امن عالم کے لئے جہد بلیغ میں مصروف ہے۔

ہم احمدیوں کا فرض ہے کہ ہم اپنے امام کی اقتدا میں اس عظیم الشان مہم میں بھرپور حصہ لیں اور اسلام کے اندرونی دشمنوں کو بے نقاب کرتے ہوئے اسلام کی امن و سلامتی کی حقیقی تعلیمات کو نہ صرف اپنے اوپر لاگو کریں بلکہ غیروں کو بھی اسلام کے پُرامن حصار میں آنے کی دعوت دیں اور دیتے چلے جائیں تا آنکہ زمین سے ہر قسم کے ظلم اور ناحق خونریزیوں کا خاتمہ ہو کر یہ عدل اور امن اور صلحکاری سے بھر جائے۔

❀❀❀

ترویج سلام اور امن عالم

معاشرتی معاملات اور بین الاقوامی تعلقات قائم کرنے کی روشنی میں

محمد یوسف انور، قادیان

اسلام کے معنی:

''اسلام'' عربی زبان کا لفظ ہے جو سلم سے بنا ہے سلم کا مطلب ہے امن وسلامتی۔ بانی اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اَلسَّلَامُ مِنَ الِاسْلَامِ'' امن اور سلامتی اسلام سے ہی ہے۔ قارئین کرام! اس وقت جو دنیا کی حالت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اسلامی ممالک ہوں یا غیر اسلامی ہر ملک میں بے چینی اضطراب اور خوف وحراس کا ماحول پایا جاتا ہے۔ ملکوں قوموں اور فرقوں میں افتراق پایا جاتا ہے۔ خود مسلمانوں کی حالت بھی ابتر ہے اور دیگر اقوام کا بھی یہی حال ہے۔ معاشرتی طور پر بھی بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کو دُور کرنا بہت ضروری ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کو فروغ دینے سے دنیا میں کیسے امن اور محبت کی فضا قائم ہوسکتی ہے۔

قرآن مجید میں سلام کرنے کا حکم:

سورہ نور پارہ ۱۸ آیت ۶۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ تَحِیَّۃً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ○ (النور: 62)

ترجمہ: پس جب تم گھروں میں داخل ہوتو اپنے لوگوں کو سلام کہا کرو یہ دُعائے خیر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے برکت دی ہے ایسی برکت جو پاکیزگی کا موجب ہے۔ دراصل السلام علیکم اپنے اندر بہت سی برکات رکھتا ہے۔

السلام علیکم کی تعلیم فرشتوں نے دی

قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس ادب کی تعلیم اولاً فرشتوں کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں شروع ہوئی چنانچہ پارہ ۲۶ سورۃ الذاریات رکوع ۲ میں فرماتا ہے۔

اِذۡ دَخَلُوۡا عَلَیۡہِ فَقَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوۡمٌ مُّنۡکَرُوۡنَ ○

جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا سلامتی ہو حضرت ابراہیمؑ نے جواباً کہا سلامتی ہو۔ دوسرے موقع پر بھی جب فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس بشارت کیلئے آئے تو انہوں نے آتے ہی **حضرت ابراہیمؑ** کو سلام کہا سلامتی ہو چنانچہ سورہ ہود پارہ ۱۲ رکوع ۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولقد جاءت....

ترجمہ: اور یقیناً ہمارے فرستادے حضرت ابراہیمؑ کے پاس بشارت لیکر آئے تو انہوں نے کہا آپ پر سلامتی ہو۔ ابراہیمؑ نے جواباً کہا تم پر بھی سلامتی ہو۔ پھر فوراً ابراہیمؑ ایک بھنا ہوا بچھڑا اُن کیلئے لائے۔

قرآن مجید میں سلام کا جواب دینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۃ النساء پارہ ۵ آیت ۸۶ میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا حُیِّیۡتُمۡ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَاۤ اَوۡ رُدُّوۡہَا اور جب کوئی تم کو تحفہ دے تو تم اس سے بہتر تحفہ اسے دو یا کم از کم ویسا ہی لوٹا دو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''یاد رکھو یہ سلام تمہارے منہ کا سلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑا تحفہ ہے۔ یعنی سلام کا لفظ بظاہر تو معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن ہے بڑے عظیم الشان نتائج پیدا کرنے والا کیونکہ سلام کے معنی کے پیچھے خدا تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا وعدہ ہے۔ پس جب تم کسی بھائی کو سلام کہتے ہو تو تم نہیں کہتے بلکہ خدا تعالیٰ کی دُعا اُسے پہنچاتے ہو۔ پس اپنے گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہیئے۔ حضورؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ جب بھی ایک شخص دوسرے شخص سے ملے اُسے سلام کرے خواہ اُس کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

(تفسیر کبیر جلد ششم (سورۃ النور)

بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا (کتاب الاستیذان صفحہ ۲۴) ای السلام خیر قال تطعم الطعام وتقراء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف۔

ترجمہ: کونسا اسلام بہتر ہے فرمایا کہ تو بھوکے اور مہمان کو کھانا کھلادے اور ہر شخص کو السلام علیکم کرے خواہ تو اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ''سلام کو رواج دو جنت میں داخل ہوجاؤ گے''۔ ترمذی۔

فرمایا کہ جو شخص السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا ہے اُس کو تیس گنا ثواب ملتا ہے۔ جو صرف السلام علیکم کہتا ہے اُس کو دس گنا ثواب اور جو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے اس کو بیس گنا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

پس ہمیں چاہیئے کہ جب بھی ہم کسی کو سلام کریں تو پورے کلمات دوہرائیں یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہیں۔ مدمقابل شخص کو بھی چاہیئے کہ وہ ان کلمات کو دوہرائے ایسا کرنے سے مفت میں ایک دوسرے کو خدا کا سلام پہنچتا رہے گا اور معنوں کے لحاظ سے بھی سلامتی کے ساتھ رحمت اور برکت کی دُعا ملتی رہے گی اور اس طرح کرنے سے قربت بھی بڑھتی ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ کسی بھی ناواقف انجان آدمی کو جب ہم سلام کے پورے کلمات کہتے ہیں تو اُس کے دل میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے کہ اس شخص نے میری عزت کی اور وہ آگے سے اس دُعا کو دوہراتا ہے پھر حال چال ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ کسی بھی جگہ جائے پہلے وہ سلام سے ابتداء کرے اس میں برکت ہے۔

سلام کرنے کی خاص تاکید:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں اتنی تاکید کی ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ فرمایا جب بھی کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اُسے سلام کرے پھر اگر درخت یا دیوار یا پتھر درمیان میں حائل ہوجائیں یعنی وہ ایک دوسرے سے اوجھل ہوجائیں اور دوبارہ آپس میں ملیں تو پھر دوبارہ ایک دوسرے کو سلام کہیں (ابوداؤد) یہ بات بھی ضروری ہے کہ سلام بلند آواز سے کرنا چاہیئے۔

اس میں بخل نہیں کرنا چاہیئے۔ آپؐ نے فرمایا جو سلام کرنے سے پہلے باتیں کرنی شروع کردے تو اُسے جواب مت دو اور سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو مومن مومنوں کی جماعت کو سلام کرے فرشتے اُس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ سلام کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

تمام اقوام میں ملاقات کے وقت سلام کرنے کا طریق:

عام ملاقاتوں کے وقت تمام اقوام میں کوئی نہ کوئی ایسا جملہ کہنے کا طریق تھا جس سے اظہار محبت ومسرت ہو اور اب تک بھی تمام اقوام عالم میں ایسا معمول ہے مثلاً جب دو انگریز ملتے ہیں یا کسی سے ملتے ہیں تو وہ وقت کے لحاظ سے گوڈ مارننگ وغیرہ کہتے ہیں۔ عربوں میں بھی یہ دستور تھا وہ جب باہم ملتے تھے تو انعم اللہ بك عينًا یعنی تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں یا انعم اللہ بك صباحًا تمہاری صبح خوشگوار ہو۔

اسلام نے اس حقیقت کو تو قائم رکھا مگر اس کی نوعیت کو بدل دیا اور اس کی افادیت کو وسیع کردیا۔ مثلاً گوڈ مارننگ کا مفہوم صبح تک ہے اس لئے کہ دوپہر کیلئے دوسرا لفظ ہے اسلام نے اس کی جگہ السلام علیکم کو قائم کیا جس میں سلامتی اپنی کیفیت اور کمیت کے لئے وسعت رکھتی ہے یہ نہ وقت سے مخصوص ہے اور نہ کسی خاص امر وغیرہ سے بلکہ وہ ہر رنگ میں وسیع ہے اس میں روحانیت کے مراتب میں ترقی اور دعاؤں کی طرف توجہ دلانا ہے۔

السلام علیکم ایک پروانہ حفاظت ہے

السلام علیکم ایک ضمانت ہے جو ایک شخص سے دوسرا حاصل کرتا ہے جب وہ یہ لفظ زبان سے نکالتا ہے تو کہنے والا اپنے مخاطب کو یقین دلاتا ہے کہ میں تمہارا دشمن نہیں میری طرف سے کسی قسم کے گزند کا احتمال نہ کرو اور دوسرا اس کا جواب دیکر اپنی طرف سے دوسرے کی صیانت اور حفاظت کا یقین دلاتا ہے گویا یہ ایک اعلان اخوت وصلح ہے۔ آج اس زمانہ میں سفید جھنڈا لیکر اگر دشمن کے سامنے کوئی جاتا ہے تو جنگی قانون کے موافق وہ سفید جھنڈا اس کی حفاظت کی ضمانت ہوتا ہے اسلام نے السلام علیکم کے ذریعہ اس پرچم پرامن کو بلند کیا ہے اور باہمی

تعارف کا اسے ذریعہ قرار دیا ہے۔

السلام علیکم کہنے میں تخصیص نہیں ہے

السلام علیکم کہنے میں عورت مرد واقف و ناواقف کسی کی تخصیص نہیں البتہ مدارج احترام و اصولی تربیت کو مدنظر رکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

چھوٹے بڑے کو، گزرنے والا۔ بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام علیکم کرے۔ سوار پیدل کو سلام کہے۔ اس سے دوسرے کا احترام اور اپنی نفسانیت کو خاکساری سے تبدیل کرنا ہے۔

کتنی پیاری دُعا ہے اسلام کی جو ملاقات کے موقع پر خاص طور پر کہی جاتی ہے یقیناً اگر بین الاقوامی طور پر سارے مسلمان اپنے پیارے آقا آنحضرت ﷺ کی ان احادیث پر عمل کریں تو بعید نہیں دنیا میں امن کی فضا قائم ہوگی اور آپسی رنجش بُغض، حسد، نفرت کو دور کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے جس کی اس وقت اپنے معاشرے میں بھی ضرورت ہے اور بین الاقوامی طور پر بھی کیونکہ اس وقت جو دنیا کے حالات ہیں خاص طور پر مغربی اقوام سے جو مسلمانوں کو خدشات ہیں اور جو سوچ ہے وہ قابل فکر ہے اور عملاً بھی ایسا نظر آرہا ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کی حسین اور پاکیزہ تعلیم کو بھلا کر غلط رنگ میں وہ نمونہ اور طریق اختیار کیا ہے جس کا حقیقی اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے خاص طور پر جو جہاد کے نام سے کچھ گروپ بین الاقوامی طور پر دہشت پھیلا رہے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ لہٰذا مغربی اقوام کے دلوں میں جو خوف اور خدشات لاحق ہیں اُن کو دور کرنے میں السلام علیکم کی ترویج کافی حد تک مد و معاون ہوسکتی ہے اور امن کی فضاء قائم کرنے میں کامیابی مل سکتی ہے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ اور سلام کو عام کرنے کا حکم

جماعت احمدیہ کے موجودہ سربراہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۵ مئی ۲۰۰۷ء کو ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہی ہے کہ دنیا میں امن اور محبت کی فضا قائم ہو۔ حضور انور نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:۴) کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کی تعلیمات میں معاشرتی معاملات کو اور بین الاقوامی تعلقات کو قائم کرنے کی تعلیم بھی قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔

معاشرتی معاملات اور السلام علیکم:

السلام علیکم کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا: یہ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی کے لئے دعائیہ کلمات منہ سے نکالتا ہے تو خود بخود اس کے دل میں دوسرے شخص کے لئے نرم جذبات پیدا ہو جاتے ہیں سوائے اس کے کہ بالکل ہی کوئی منافقانہ طبیعت کا شخص ہو جو منہ سے کچھ کہنے والا ہو اور بغل میں چھری لئے پھرتا ہو۔ لیکن ایک مومن جو اس یقین پر قائم ہے کہ مرنے کے بعد کی بھی ایک زندگی ہے اور مجھے کوشش کرنی چاہئے کہ مرنے کے بعد کی جس زندگی کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، جس دارالسلام کا مجھے راستہ دکھایا ہے، اس کے حصول کے لئے اپنا ظاہر و باطن ایک کروں اور جیسا کہ مجھے حکم ہے اپنے بھائی کو سلامتی کے جذبات پہنچاؤں۔ تو صرف ظاہری منہ کی بات نہ ہو بلکہ دل کی گہرائی سے یہ سلامتی کی دعا نکلے تا کہ اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی راہوں کی طرف ہدایت پانے والا بنوں اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اندھیروں سے نور کی طرف آؤں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مورد بنتے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے والا بنوں۔ پس جب اس سوچ کے ساتھ ایک مومن کوشش کرتا ہے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ معاشرے میں کوئی اس سے نقصان اٹھانے والا ہو۔ بلکہ نقصان اٹھانا تو دور کی بات ہے، یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ ایسے شخص سے کوئی دوسرا بے فیض رہے۔

حضور نے فرمایا اللہ کا حکم ہے جو اخلاق کے معیاروں کو اونچا کرنے کے لئے بھی ضروری ہے، فساد اور شکوک و شبہات کو ختم کرنے کے لئے بھی ضروری ہے اور ایک دعا بھی ہے جس سے ایک دوسرے کے لئے پیار و محبت کے جذبات ابھرتے ہیں اور یہ حکم اُس وقت سلام کہنے کا ہے جب تم کسی کے گھر جاؤ۔ بجائے اطلاع دینے کے دوسرے طریقے اپنانے کے، بہترین طریقہ کسی کے گھر پہنچ کر اطلاع دینے کا یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ گھر والوں کو اونچی آواز میں سلام کیا جائے۔

فرمایا اگر گھنٹی بجائی ہے تو جب بھی گھر والا پوچھے تو پہلے سلام کیا جائے پھر نام بتایا جائے۔ یہ ایک ایسا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی ہدایت فرمائی ہے۔ فرماتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ(النور:28) کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں پر سلام بھیجو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔ اور یہ سلام بھیجنا بھی ایک دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

فرمایا: اگر اجازت مل جاتی ہے تو پھر ٹھیک ہے ورنہ اگر اہل خانہ اپنی مصروفیت یا کسی اور وجوہات کی بنا پر ملنا نہیں چاہتے تو دوسری جگہ حکم ہے کہ پھر بغیر بُرا منائے واپس آ جاؤ۔ ہمارے معاشرے میں بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ جواب نہ آئے تو مزید تجسس کرتے ہیں، بعض دفعہ تا کا جھانکی تک کر لیتے ہیں تو یہ بڑی بری عادت ہے۔ اس سے بعض دفعہ فساد پھیلتے ہیں۔

بعض بے تکلف دوست ہوتے ہیں تو بعض دفعہ بغیر آواز دیئے یا سلام کئے ایک شخص کسی دوسرے کے گھر میں بے تکلفی کی وجہ سے چلا جاتا ہے، گھر والے اُس وقت ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی داخل ہو۔ اس سے پھر رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ آج کل بھی ایسے معاملات سامنے آتے ہیں کہ ان بے تکلفیوں کی وجہ سے، ایک دوسرے کے گھر آنے جانے کی وجہ سے یہ بے تکلفیاں بغیر اطلاع کے آنے سے ناراضگیوں میں بدل جاتی ہیں۔ جب مرد کسی کے گھر جاتے ہیں اور جس مرد کو ملنے کے لئے گئے ہیں اگر وہ گھر پر نہیں ہے تو بہترین طریقہ یہ ہے کہ واپس آ جائیں، اسی سے سلامتی پھیلتی ہے اور دو گھر بدظنیوں سے بچ جاتے ہیں۔ گھر کے دوسرے فرد یا افراد کو مجبور نہیں کرنا چاہئے کہ دروازہ کھولو، ہم نے ضرور اندر بیٹھنا ہے اور جب تک صاحب خانہ یا وہ مرد گھر نہیں آ جاتا ہم اس کا انتظار کریں گے۔ سوائے اس کے گھر کے کوئی قریبی محرم رشتہ دار ہوں، غیروں کا تو کوئی تعلق نہیں جتنی مرضی قریبی دوستیاں ہوں۔ اس سے بہت ساری تہمتوں سے انسان بچ جاتا ہے، بہت سارے شکوک سے انسان بچ جاتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کی باتوں سے اس گھر میں آنے والا بھی اور گھر والے بھی بچ جاتے ہیں، بہت سی بدظنیوں سے بچ جاتے ہیں۔ تو یہ سلام پہنچانے کا طریق اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک دوسرے کے لئے سلامتی طلب کی جائے اور سلام کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ آفات سے بچنا۔ پس سلام کا یہ رواج دونوں کو، آنے والے کو بھی اور گھر والوں کو بھی بہت سی آفتوں اور مشکلوں سے بچا لیتا ہے۔

آنحضرت ﷺ سلام کر کے اطلاع دینے پر اس قدر پابندی فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بغیر جانا آپؐ نے سختی سے منع کیا ہوا تھا۔

آنحضرت صلعم کے صحابہ اس دُعا کی گہرائی کو جانتے تھے۔

آپؐ کے صحابہؓ سلام کی دُعا کو گہرائی سے جانتے تھے۔ اور پھر جو دعا آنحضرت ﷺ کے منہ سے نکلی اس کے تو صحابہ بھوکے ہوتے تھے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ کسی صحابی کی چھوٹی عمر کی لونڈی (لڑکی) تھی وہ بازار میں کھڑی رو رہی تھی تو آنحضرت ﷺ کا اس کے پاس سے گزر ہوا۔ آپؐ نے وجہ پوچھی کہ کیوں رو رہی ہو؟ اس نے بتایا کہ فلاں کام سے مجھے گھر والوں نے بھیجا تھا اور یہ نقصان ہو گیا ہے یا اس کا کوئی حرج ہو گیا ہے اور اب مَیں گھر والوں کی سختی کی وجہ سے ڈر رہی ہوں۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ ہو گئے اور اس گھر میں پہنچے۔ سلام کیا لیکن اندر سے جواب نہیں آیا۔ دوسری دفعہ سلام کیا پھر جواب نہیں آیا۔ پھر تیسری دفعہ سلام کیا تو گھر والے باہر نکلے اور سلام کا جواب دیا تو آپؐ نے پوچھا کہ پہلے کیوں جواب نہیں دیا تھا، کیا میرے پہلے اور دوسرے سلام کی آواز تمہیں نہیں پہنچی تھی؟ انہوں نے عرض کی کہ ضرور پہنچی تھی۔ ان کا جواب کتنا پیارا تھا کہ آواز تو ہمیں پہنچ گئی تھی لیکن گھر والے کہتے ہیں کہ ہم تو اس موقع سے فائدہ اٹھا رہے تھے کہ آپ سے سلامتی کی دعائیں لیں۔ اس سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے کہ اللہ کا رسول ہم پر سلامتی کی دعا بھیج رہا ہے۔ جس گہرائی سے آنحضرت ﷺ سلامتی کی دعا دیتے ہوں گے اُس تک تو کوئی نہیں پہنچ سکتا اور جن کے حق میں دعا قبول ہوتی ہوگی ان کی تو دنیا و آخرت سنور جاتی ہوگی۔ گھر والے یہ بھی ادراک رکھتے ہوں گے کہ اگر تیسری دفعہ بھی

جواب نہ دیا تو آنحضرت ﷺ واپس نہ چلے جائیں کیونکہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تین دفعہ سلام کرنے کے بعد بھی گھر والے جواب نہ دیں تو قرآنی حکم کے مطابق پھر واپس چلے جاؤ۔ بہرحال اس لونڈی کے ساتھ آ کے آپ نے جہاں گھر والوں کو سلامتی کی دعاؤں سے بھر دیا وہاں اس لونڈی کو بھی آپ کی وجہ سے گھر والوں نے آزاد کر دیا اور وہ بھی اس سلامتی سے حصہ لیتے ہوئے غلامی کی قید سے آزاد ہوگئی۔

فرمایا پھر صرف غیروں کے لئے ہی نہیں بلکہ یہ عمومی حکم بھی ہے کہ جب تم گھروں میں داخل ہو، چاہے اپنے گھروں میں داخل ہو تو سلامتی کا تحفہ بھیجو، کیونکہ اس سے گھروں میں برکتیں پھیلیں گی کیونکہ یہ سلامتی کا تحفہ اللہ کی طرف سے ہے جس سے تمہیں یہ احساس رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تحفے کے بعد میرا رویہ گھر والوں سے کیسا ہونا چاہئے۔

پس یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اندر اس سلامتی کے پیغام کو رائج کریں تا کہ ان کی اولادیں بھی نیکی اور تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے سلامتی کا پیغام پہنچانے والی ہوں۔ اور چھوٹی عمر میں یہ عادت ڈالنی چاہئے۔ دیکھا ہے کہ بعض دفعہ بچے سلام نہیں کر رہے ہوتے، ماں باپ کہہ دیتے ہیں کہ حیا کی وجہ سے، شرم کی وجہ سے یہ سلام نہیں کر رہا۔ اگر بچے کے ذہن میں چھوٹی عمر میں ڈالیں گے کہ سَلَام میں حیا نہیں ہے بلکہ بری باتوں میں حیا ہے اور اس میں حیا کرنی چاہئے تو باتوں باتوں میں ہی پھر بچے کی تربیت بھی ہوجاتی ہے۔ بعض بچے آپس میں لڑائی جھگڑے کر رہے ہوتے ہیں، مَیں نے دیکھا ہے کہ مسجد فضل کے احاطہ میں بھی کھیل کھیل میں لڑائیاں ہو رہی ہوتی ہیں اور ظالمانہ طور پر ایک دوسرے کو مار بھی رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت کوئی حیا اور شرم نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہ چیزیں ہیں جن میں حیا مانع ہونی چاہئے، جن میں شرم آنی چاہئے اور روک بننی چاہئے۔

پس اللہ کی سلامتی کا وارث بننے کے لئے بچوں میں بھی سلام کی عادت ڈالیں اور یہ عادت اسی صورت میں پڑے گی جب بڑے چھوٹوں کو سلام کرنے میں پہل کریں گے۔

صحابہؓ کو بھی سلام کرنے کی عادت پڑ گئی تھی

صحابہ کو اس بات کا ادراک ہونے کے بعد کہ سَلَام کتنی اہم چیز ہے، اس کی اتنی عادت پڑ گئی تھی کہ حدیث میں آتا ہے، حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ہوتے اور اگر رستے میں چلتے ہوئے کوئی درخت ہمیں الگ کر دیتا (یعنی ہم چلے جا رہے ہیں اور بیچ میں کوئی درخت آ گیا) تو جب دوبارہ آپس میں ملتے تو پھر ایک دوسرے کو سَلَام کہتے تھے۔

(الترغیب والترھیب جزء 3 الترغیب فی افشاء السلام وماجاء فی فضله...حدیث نمبر 3989 صفحه 373)

تو یہ تھے صحابہ کے طریقے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ سمجھ گئے تھے کہ معاشرے میں امن اور محبت قائم کرنے کے لئے سَلَام ضروری چیز ہے۔ یہ دعائیہ تحفہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، یہ ضروری چیز ہے۔ اور دوسرے اس بات کے بھی بھوکے تھے کہ کسی بھی طرح اللہ تعالیٰ کے سلامتی کے پیغام سے فیض پا سکیں اور اس طرح سے اپنی دنیا اور عاقبت سنوارنے والے بن جائیں۔

فرمایا اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی قرآنی تعلیمات اور آنحضرت ﷺ کی سنت کو اپنے صحابہ میں رائج فرمایا اور وہ بھی سلامتی کا پیغام پہنچانے اور سلامتی پھیلانے میں کوشاں رہتے تھے۔

فرمایا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم سلام کو پھیلاؤ اس سے تم سلامتی میں آجاؤ گے۔ تمہارے گھر بار اور معاشرہ سب سلامتی میں آجائے گا۔ حضور نے فرمایا پس سلام کو پھیلانے سے آپس کے محبت کے تعلقات ہوں گے اور یہ محبت کے تعلقات ایک جماعتی قوت پیدا کریں گے اور یہ جماعتی قوت اور مضبوطی ہی ہے جس سے پھر غلبہ کے سامان پیدا ہوں گے۔ ورنہ اگر آپس کی پھوٹ رہی، سلامتی نہ رہی، اس کے پھیلانے کی کوشش نہ کی تو ایک طرف تو آپس کی، ایک جماعت کی طاقت جاتی رہے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡہَبَ رِیۡحُکُمۡ وَاصۡبِرُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ (الانفال:47) یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہا کرو، آپس میں اختلاف نہ کیا کرو۔ ایسا کرو گے تو دل چھوڑ بیٹھو گے اور تمہاری طاقت جاتی رہے گی۔ اور صبر کرتے رہو، اللہ یقینا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حضور انور نے موجودہ مسلمانوں کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ کاش کہ یہ اس سلامتی کے پیغام کو سمجھیں جو اس زمانے میں اب آنحضرت ﷺ کے اس عاشق صادق کے ذریعہ سے ہی مقدر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

حضور انور نے دُعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ایک دعا کی طرف بھی اس وقت توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کی تعلیم ہمیشہ یہ رہی ہے اور انشاء اللہ رہے گی کہ پیار اور محبت کا پیغام تمام دنیا تک پہنچانا ہے۔ اگر اسلام اور جماعت کے خلاف غلط پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے تو بغیر کسی گالی گلوچ کے ہم دلائل سے اس کا جواب دیتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ دیتے رہیں گے۔ یہ ہمارا فرض ہے اور اسلام کی سربلندی ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پیغام جس سے پیار، محبت اور سلامتی کے چشمے پھوٹتے ہیں دنیا میں پھیلانا ہمارا مقصد ہے اور عشق رسول عربی ﷺ ہماری جان ہے۔ آپؐ کے عاشق صادق احمد ہندی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وفا ہم پر فرض ہے کہ آج اسلام کی صحیح تصویر ہم نے اس مسیح و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی دیکھی ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی خاطر ہم اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کر سکتے ہیں لیکن اس سے بے وفائی کے مرتکب نہیں ہوسکتے، اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

(خطبہ جمعہ ۲۵ مئی ۲۰۰۲)

خلاصہ کلام یہ کہ اس وقت دنیا کی نازک حالت ہے U.N.O ہو یا سلامتی کونسل یا بین الاقوامی انصاف کے ادارے یا کوئی اور اب تک سبھی امن کو قائم کرنے میں ناکام نظر آئے امن کے نام پر کسی ملک کے صدر یا کسی بڑے اسکالر کو نوبل انعام دینے سے دنیا میں امن و امان قائم نہیں ہوتا جب تک کہ بنیادی طور پر اسلام کی ان بنیادی باتوں پر غور و تدبر نہ کیا جائے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور جن کا ذکر ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں بھی کیا ہے۔ جماعت احمدیہ کے موجودہ سربراہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مختلف ممالک کے دوروں کے مواقع پر وہاں کے اعلیٰ اور سیاسی سرکردہ لیڈران کے سامنے اس بات کو واضح کر دیا کہ مذہب اسلام امن پسند اور صلح جو مذہب ہے اور تمام ادیان کے بانیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اُن کی عزت و احترام کی تعلیم دیتا ہے۔

موجودہ حالات کے پیش نظر کہ تیسری عالمگیر جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں، کہیں عالمی جنگ چھڑ نہ جائے حضور انور نے بعض ممالک کے حکام کو خطوط بھیج کر متنبہ فرمایا کہ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ حوصلہ اور صبر سے کام لیا جائے اور نوع انسان کی بقا اور حفاظت کے لئے جو ملکوں کے مابین مسائل ہیں حقیقت پر مبنی گفتگو کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کی جائے اور انصاف کے پیمانہ کو برقرار رکھا جائے نیز موجودہ پوپ صاحب کو بھی جو اہل کتاب ہیں آپ کی مقدس کتاب کی تعلیم میں بھی امن و انصاف اور حقوق العباد کا ذکر موجود ہے۔ لہٰذا آپ بھی اس سلسلہ میں اقدام کریں تا کہ دنیا تباہی سے بچ سکے۔

پس مذہب اسلام جو ترویج سلام کا حکم دیتا ہے اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام ہر ایک انسان کو سلامتی کا پیغام دیتا ہے اور ہر ایک کی سلامتی چاہتا ہے۔

بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ’’اسلام کی کشتی یہی ہے جس پر سوار ہونے کیلئے میں لوگوں کو بُلاتا ہوں۔ اگر آپ جاگتے ہو تو اُٹھو اور اس کشتی میں جلد سوار ہو جاؤ کہ طوفان زمین پر سخت جوش کر رہا ہے اور ہر یک جان خطرہ میں ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ○ (الحجر:۱۰) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہیں دنوں کیلئے وعدہ ہے جو بتلا رہا ہے کہ جب اسلام پر سخت بلا کا زمانہ آئے گا اور سخت دشمن اس کے مقابل کھڑا ہوگا اور سخت طوفان پیدا ہوگا تب خدائے تعالیٰ آپ اس کا معالجہ کرے گا اور آپ اس طوفان سے بچنے کیلئے کوئی کشتی عنایت کرے گا وہ کشتی اس عاجز کی دعوت ہے اگر کوئی سن سکتا ہے تو سنے۔

(آئینہ کمالات روحانی خزائن صفحہ ۲۶۴)

❁❁❁

عزت مآب جناب خلیفہ ایک عظیم انسان ہیں جن کے وجود سے امن وسکون کی شعائیں نکلتی ہیں۔‘‘

(جوسی ماریہ الانسو۔ رکن اسمبلی میڈ ڈا سپین)

عالمگیر احمدیہ مسلم جماعت کی قیامِ امن کے متعلق عالمی کاوشوں پر غیروں کے تبصرے

❁ Godfrey Magri صاحب مالٹا (Malta) یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ ریٹائر ہونے کے بعد بھی یونیورسٹی میں انگریزی اور مالٹی زبان پڑھاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ
’’آپ کا ماٹو محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں تمام دنیا میں حقیقی امن قائم کرنے والا ہے اور اگر ساری دنیا ان باتوں پر عمل کرے تو دنیا حقیقی امن کا گہوارہ بن جائے۔‘‘
(الفضل انٹرنیشنل ۷ نومبر ۲۰۰۸ صفحہ ۱۱)

❁ البانیا کے Cult Committee کے صدر Rasim Hasanaj نے جلسہ سالانہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ اور خطابات سنے اور دیگر انتظامات کو بھی نہایت قریب سے دیکھا۔ موصوف نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ
’’**جماعت احمدیہ اسلام کی حسین اور امن پسند تعلیمات کو دنیا میں پھیلانے کے لئے جو مثبت کردار ادا کر رہی ہے وہ قابل ستائش ہے** اور جماعت کی تعلیم Love for all hatred for none معاشرہ میں امن کے قیام کے لئے ایک زبردست ماٹو پیش کرتی ہے۔‘‘
(الفضل انٹرنیشنل ۷ نومبر ۲۰۰۸ صفحہ ۱۱)

❁ نائب صدر مملکت الحاج Aliou Mahama گھانا نے سیدنا حضور انور کی موجودگی میں کہا ’’احمدیہ مشن نے معاشرہ میں محبت، رواداری قائم کرنے کے سلسلہ میں بڑا اہم اور پُرامن کردار ادا کیا ہے اور دوسرے لوگوں اور مذاہب کے ساتھ روابط میں امن کے پہلو کو برقرار رکھا ہے۔‘‘　(الفضل انٹرنیشنل ۳۰ مئی ۲۰۰۸ صفحہ ۱۲)

❁ ’’سب کو علم ہے کہ جماعت احمدیہ ایک پرامن جماعت ہے۔‘‘
میئر ڈیوزن باخ جرمنی کا بیان　(الفضل انٹرنیشنل ۶ اگست ۲۰۱۱)

❁ Mr.Robert Gates, Mayor of Alton-UK **نے جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۱۱ کے موقع پر کہا:**
’’اسلام کا مطلب امن ہے جس کا قول اور فعل کے ساتھ اظہار کیا جائے، اور دنیا میں صرف ایک احمدیہ جماعت ہے جو ایسا کرتی نظر آرہی ہے۔‘‘　(الفضل انٹرنیشنل ۲۳ ستمبر ۲۰۱۱)

❁۔ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے برسلز (بیلجئم) میں منعقدہ یورپین پارلیمنٹ میں خطاب ۲۰۱۲ کے موقع پر مختلف ممبران کا جماعت کی پرامن تعلیمات اور مساعی پر ذکر خیر۔

❁۔ آنریبل Dr. Charles Tannock نے کہا کہ احمدیہ مسلم کمیونٹی عالمی سطح پر امن کا پیغام پھیلا رہی ہے اور شدت پسندی کے خلاف لڑ رہی ہے۔۔۔ مسلمانوں کے رہنما سے اس قسم کے پیغام کی دنیا کو ضرورت ہے۔ یہ امن کا پیغام دراصل ہمارے اپنے دلوں کی آواز ہے جن کا تعلق اسلام سے نہیں بلکہ دیگر مذاہب سے بھی ہے۔۔۔ جماعت احمدیہ دنیا کے لئے امن اور برداشت کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔　(الفضل انٹرنیشنل ۴ جنوری ۲۰۱۳ صفحہ ۱۴)

❁۔ برطانیہ سے ممبر آف یورپین پارلیمنٹ Barroness Sarah Ludford نے کہا کہ اس جماعت کا ماٹو ’محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں‘ وقت کی ضرورت ہے۔

❁۔ تقریب میں شامل ہونے والوں کے تاثرات

❁ Bishop Dr. Amen Howard جنیوا (سوئٹزرلینڈ) جو انٹر فیتھ انٹرنیشنل کے نمائندہ اور رفاہی تنظیم Feed a Family کے بانی صدر بھی ہیں نے کہا کہ:۔
’’یہ شخص جادوگر نہیں لیکن ان کے الفاظ جادو کا سا اثر رکھتے ہیں۔ لہجہ دھیما ہے لیکن ان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ غیر معمولی طاقت، شوکت اور اثر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس طرح کا جرأت مند انسان مَیں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کی طرح کے صرف تین انسان اگر اس دنیا کو مل جائیں تو امن عامہ کے حوالے سے اس دنیا میں حیرت انگیز انقلاب مہینوں نہیں بلکہ دنوں کے اندر برپا ہوسکتا ہے اور یہ دنیا امن اور بھائی چارہ کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ مَیں اسلام کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا۔ آپ حضور کے خطاب نے اسلام کے بارے میں میرے نقطۂ نظر کو کلیۃً تبدیل کر دیا ہے‘‘۔　(الفضل انٹرنیشنل ۴ جنوری ۲۰۱۳ صفحہ ۱۴)

❁۔ (Prof. Arnold Cassola) صاحب مالٹا، آپ 30 سے زائد کتب تصنیف کر چکے ہیں۔ آپ اس تقریب اور جماعت کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:۔
’’کانفرنس کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا اور کہیں کسی قسم کی کمی نظر نہیں آئی۔ جماعت احمدیہ کا عالمی بھائی چارہ کا تصوّر اور ماٹو ’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘ ایک نہایت اہمیت کا حامل تصور ہے جو تمام انسانیت کو اکٹھا کر دیتا ہے اور ہر قسم کی نسلی اور مذہبی تفریق کو الگ کر کے انسانیت کو یکجا کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔

خلیفہ (ایدہ اللہ تعالیٰ) کی تقریر عالمی امن کے قیام کی جدوجہد کی واضح عکاسی ہے۔ درحقیقت جماعت احمدیہ دنیا کے تمام لوگوں کے لئے جو امن اور رواداری کی تلاش میں ہیں مذاکرات کا ایک اہم پلیٹ فارم مہیا کر رہی ہے، یہاں تک کہ سیاسی سطح پر بھی وہ اس معاملہ کو خوب اچھی طرح سے پیش کر رہی ہے‘‘۔　(الفضل انٹرنیشنل ۴ جنوری ۲۰۱۳ صفحہ ۱۴)

❁۔ (Ivan Bartolo) صاحب جو مالٹا میں میڈیا سے تعلق رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ:
’’درحقیقت عزت مآب خلیفہ امن کے عظیم سفیر ہیں اور مَیں آپ کی شخصیت اور امن اور عالمی بھائی چارہ کے لئے آپ کے مشن اور جدوجہد سے بہت متأثر ہوا ہوں‘‘۔
(الفضل انٹرنیشنل ۴ جنوری ۲۰۱۳ صفحہ ۱۴)

❁۔ فرانس کی یونیورسٹی کے پروفیسر Mr. Marco Tiani کہتے ہیں کہ:
’’مَیں بہت خوش قسمت ہوں کہ مجھے حضور کی سربراہی میں یورپین پارلیمنٹ میں ہونے والے اجلاس میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ میرے لئے یہ بہت عزّت اور برکت کا باعث تھا کہ مَیں ایک حقیقی امن والے انسانی حقوق کے عظیم لیڈر اور مذہبی آزادی کے ایک حقیقی علمبردار کی موجودگی میں وہاں موجود ہوں۔ میرے لئے یہ ایک فخر کی بات ہے کہ میں ایک مرد خدا سے ملا جو امن اور باہمی تعلقات کا ایک عظیم لیڈر ہے۔ اور ’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘ کا نعرہ سب سے طاقتور امن کی ضمانت دینے والا ہے۔‘‘
(الفضل انٹرنیشنل ۴ جنوری ۲۰۱۳ صفحہ ۱۴)

❁۔ Jose Maria Alonso (میڈرڈ میں Popular Party کی نمائندہ رکن اسمبلی نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:
’’عزت مآب جناب خلیفہ ایک عظیم انسان ہیں جن کے وجود سے امن وسکون کی شعائیں نکلتی ہیں۔‘‘
(الفضل انٹرنیشنل ۴ جنوری ۲۰۱۳ صفحہ ۱۴)

❁❁❁

انسانی حقوق کا عالمی منشور

محکمہ اطلاعات عامہ اقوام متحدہ نیویارک (ادارہ)

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو ''انسانی حقوق کا عالمی منشور'' منظور کر کے اس کا اعلانِ عام کیا۔ اگلے صفحات پر اس منشور کا مکمل متن درج ہے۔ اس تاریخی کارنامے کے بعد اسمبلی نے اپنے تمام ممبر ممالک پر زور دیا کہ وہ بھی اپنے اپنے ہاں اس کا اعلانِ عام کریں اور اس کی نشر و اشاعت میں حصہ لیں۔ مثلاً یہ کہ اسے نمایاں مقامات پر آویزاں کیا جائے۔ اور خاص طور پر اسکولوں اور تعلیمی اداروں میں اسے پڑھ کر سنایا جائے اور اس کی تفصیلات واضح کی جائیں، اور اس ضمن میں کسی ملک یا علاقے کی سیاسی حیثیت کے لحاظ سے کوئی امتیاز نہ برتا جائے۔

آخری مستند متن

محکمۂ اطلاعات عامہ اقوامِ متحدہ نیویارک

انسانی حقوق کا عالمی منشور

تمہید: چونکہ ہر انسان کی ذاتی عزت اور حرمت اور انسانوں کے مساوی اور ناقابل انتقال حقوق کو تسلیم کرنا دنیا میں آزادی انصاف اور امن کی بنیاد ہے۔

چونکہ انسانی حقوق سے لاپروائی اور ان کی بے حرمتی اکثر ایسے وحشیانہ افعال کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے جن سے انسانیت کے ضمیر کو سخت صدمے پہنچے ہیں اور عام انسانوں کی بلند ترین آرزو یہ رہی ہے کہ ایسی دنیا وجود میں آئے جس میں تمام انسانوں کو اپنی بات کہنے اور اپنے عقیدے پر قائم رہنے کی آزادی حاصل ہو اور خوف اور احتیاج سے محفوظ رہیں۔

چونکہ یہ بہت ضروری ہے کہ انسانی حقوق کو قانون کی عملداری کے ذریعے محفوظ رکھا جائے۔ اگر چہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ انسان عاجز آ کر جبر اور استبداد کے خلاف بغاوت کرنے پر مجبور ہوں،

چونکہ یہ ضروری ہے کہ قوموں کے درمیان دوستانہ تعلقات کو بڑھایا جائے۔

چونکہ اقوام متحدہ کی ممبر قوموں نے اپنے چارٹر میں بنیادی انسانی حقوق، انسانی شخصیت کی حرمت اور قدر اور مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق کے بارے میں اپنے عقیدے کی دوبارہ تصدیق کردی ہے اور وسیع تر آزادی کی فضا میں معاشرتی ترقی کو تقویت دینے اور معیارِ زندگی کو بلند کرنے کا ارادہ کرلیا ہے،

چونکہ ممبر ملکوں نے یہ عہد کرلیا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے اشتراکِ عمل سے ساری دنیا میں اصولاً اور عملاً انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا زیادہ سے زیادہ احترام کریں گے اور کرائیں گے۔ چونکہ اس عہد کی تکمیل کیلئے بہت ہی اہم ہے کہ ان حقوق اور آزادیوں کی نوعیت کو سب سمجھ سکیں، لہٰذا

جنرل اسمبلی

اعلان کرتی ہے کہ انسانی حقوق کا یہ عالمی منشور تمام اقوام کے واسطے حصولِ مقصد کا مشترک معیار ہوگا تاکہ ہر فرد اور معاشرے کا ہر ادارہ اس منشور کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ ان حقوق اور آزادیوں کا احترام پیدا کرے۔ اور انہیں قومی اور بین الاقوامی کارروائیوں کے ذریعے ممبر ملکوں میں اور ان قوموں میں جو ممبر ملکوں کے ماتحت ہوں، منوانے کیلئے بتدریج کوشش کر سکے۔

دفعہ ۔۱۔ تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں ضمیر اور عقل و دیعت ہوئی ہے۔ اس لئے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیئے۔

دفعہ: ۲۔ (۱) ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل رنگ جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قوم، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔

اس کے علاوہ جس علاقے یا ملک سے جو شخص تعلق رکھتا ہے اس کی سیاسی کیفیت، دائرۂ اختیار یا بین الاقوامی حیثیت کی بنا پر اس سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ چاہے وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا سیاسی اقتدار کے لحاظ سے کسی دوسری بندش کا پابند ہو۔

دفعہ: ۳۔ ہر شخص کو اپنی جان، آزادی اور ذاتی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ: ۴۔ کوئی شخص غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی شکل بھی ہو، ممنوع قرار دی جائے گی۔

دفعہ: ۵۔ کسی شخص کو جسمانی اذیت یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلیل سلوک یا سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ ۶: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر مقام پر قانون اس کی شخصیت کو تسلیم کرے۔

دفعہ ۷: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حقدار ہیں۔ اس اعلان کے خلاف جو تفریق کی جائے یا جس تفریق کے لئے ترغیب دی جائے اس سے سب برابر کے بچاؤ کے حق دار ہیں۔

دفعہ ۸: ہر شخص کو ان افعال کے خلاف جو اس دستور یا قانون میں دیئے ہوئے بنیادی حقوق کو تلف کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے پر چارہ جوئی کرنے کا پورا حق ہے۔

دفعہ ۹۔ کسی شخص کو محض حاکم کی مرضی پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۰: ہر ایک شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کا تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے بارے میں مقدمہ کی سماعت آزادی اور غیر جانب دار عدالت کے کھلے اجلاس میں منصفانہ طریقے پر ہو۔

دفعہ ۱۱: ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری کا الزام عائد کیا جائے، بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے۔ تاوقتیکہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع نہ دیا جا چکا ہے۔

(۲) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بنا پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۲: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے گی، اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کئے جائیں گے۔ ہر شخص کا حق ہے کہ قانون اسے حملے یا مداخلت سے محفوظ رکھے۔

دفعہ ۱۳: (۱) ہر شخص کا حق ہے کہ اسے ہر ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور سکونت اختیار کرنے کی آزادی ہو۔

(۲) ہر شخص کو اس بات کا حق ہے کہ وہ ملک سے چلا جائے۔ چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو۔ اور اسی طرح اسے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ ۱۴: (۱) ہر شخص کو ایذا رسانی سے دوسرے ملکوں میں پناہ ڈھونڈنے، اور پناہ مل جائے تو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(۲) یہ حق ان عدالتی کارروائیوں سے بچنے کیلئے استعمال میں نہیں لایا جاسکتا جو خالصاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اُصول کے خلاف ہیں۔

دفعہ ۱۵ (۱) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(۲) کوئی شخص محض حاکم کی مرضی پر اپنی قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور اس کو قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار نہ کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۶ (۱) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(۲) نکاح فریقین کی پوری اور آزاد رضامندی سے ہوگا۔ (۳) خاندان معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ ۱۷ (۱) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(۲) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۸: ہر انسان کو آزادیٔ فکر، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کی تبلیغ، عمل عبادت اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ ۱۹: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے بغیر ملکی سرحدوں کا خیال کیے علم اور خیالات کی تلاش کرے۔ انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے۔

دفعہ ۲۰: (۱) ہر شخص کو پرامن طریقے پر ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(۲) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے کیلئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

دفعہ ۲۱: (۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(۲) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(۳) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی

بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی سے ہوں گے۔ اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مساوی کسی دوسرے آزادانہ طریق رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ ۲۲: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی کہ وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کے آزادانہ نشوونما کے لئے لازم ہیں۔

دفعہ ۲۳: (۱) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخابات کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(۲) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کیلئے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(۳) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو۔ اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(۴) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لئے تجارتی انجمنیں قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ ۲۴: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے علاوہ مقررہ وقفوں کے ساتھ تعطیلات بھی شامل ہیں۔

دفعہ ۲۵: (۱) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کیلئے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات شامل ہیں اور بے روزگاری بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہوں کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے۔

(۲) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی سے پہلے پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ ۲۶: (۱) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے تعلیم مفت ہوگی کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں۔ ابتدائی تعلیم جبری ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا۔ اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کیلئے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(۲) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشو و نما ہوگا۔ اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کیلئے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(۳) والدین کو اس بات کے انتخاب کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ ۲۷: (۱) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، ادبیات سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(۲) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے اُس کے اخلاقی اور مادی مفاد کا بچاؤ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، علمی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ ۲۸: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام میں شامل ہونے کا حق دار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔

دفعہ ۲۹: (۱) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں۔ کیونکہ معاشرے میں رہ کر ہی اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(۲) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے یا جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کیلئے قانون کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں۔

(۳) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصول کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ ۳۰: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی۔ جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی تخریب ہو۔ جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

❁❁❁

احمدی امن کو قائم رکھیں

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

’’پس میں جماعت کو پورے زور سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ خلاف امن تحریکات کی خبر گیری کریں اور وقتاً فوقتاً مجھے اطلاعات بھیجتے رہیں۔ گورنمنٹ کو تو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ وہ خیال کرتی ہے اس نے اس فتنہ کو دبا دیا ہے۔ حالانکہ پہلے یہ ظاہر میں فتنہ تھا اب پوشیدگی میں لوگوں کے اخلاق اور ملک کے امن کو برباد کر رہا ہے اور پوشیدہ فتنہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ فتنہ کی مثال پھوڑے کی سی ہوتی ہے اور اندر کا پھوڑا بہت زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ کیونکہ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کا زہر دل کی طرف چلا جائے یا جگر کی طرف۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم ان خطرات کا مقابلہ کریں لیکن ہمارا مقابلہ امن کے ساتھ ہونا چاہئے جیسے کشمیر کی تحریک میں ہوا۔ میں نے آئینی حدود کے اندر رہتے ہوئے مقابلہ کی تحریک کی۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی۔ ورنہ میں یہاں بیٹھا ہوا کیا کر سکتا تھا۔ اگر لیڈروں کے دل خونریزی کی طرف مائل ہو جاتے تو میں کچھ بھی نہ کر سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھی وہی تحریک پیدا کر دی جو میرے دل میں اٹھی۔ پس نیک نیتی کے ساتھ امن کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اس تحریک کا مقابلہ کرو۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ گورنمنٹ سے ہماری رشتہ داری ہے۔ ہم وقت پر اس کی غلطیوں سے بھی اسے آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ انگریز نہیں کوئی بھی حکومت ہو اگر کانگرس کا طریق عمل اختیار کیا جائے تو ہر حکومت کے لئے سخت مشکلات پیش آئیں گی اور اس کے علاوہ ہمارے لئے تبلیغ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ میں اپنی جماعت کے تمام دوستوں کو خواہ وہ یوپی کے ہوں یا بنگال کے، پنجاب کے ہوں یا مدراس کے، بہار کے ہوں یا بمبئی وغیرہ کے نصیحت کرتا ہوں کہ ان کا فرض ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کے مطابق دنیا میں امن قائم کرنے کی کوشش کریں۔ محض لیکچروں میں زبانی اس امر کے کہنے کا کیا فائدہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں امن کا پیغام لے کر آئے تھے۔ اثر محض باتوں سے نہیں ہوتا بلکہ کام سے ہوتا ہے اگر تم اپنی جانوں کو اپنے مالوں کو اور اپنی عزیز سے عزیز متاع کو امن کے قیام کے لئے قربان کر دو تو لوگ کہیں گے یہ جو کچھ کہتے ہیں دکھاوے کے لئے نہیں کہتے بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیتے ہیں۔‘‘

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 510`511)

کمپوزنگ و ڈیزائننگ: کرشن احمد قادیان

’’اخبار بدر کے لئے قلمی و مالی تعاون کر کے عنداللہ ماجور ہوں‘‘

وقفِ عارضی کی طرف توجہ دیں
اس سے تربیت کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔